SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, April 27, 2005

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) ...bad, at forty three minutes past ten in the morning with Mr. ...hairman (Mr.Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا یھاالذین اٰمنوا لا تقدّ موابین یدی اللہ ورسولہٖ واتقوااللہ (ط) ان اللہ سمیع علیم o یٰایھاالذین اٰمنوا لا ترفعوااصواتکم فوق صوت النّبی ولا تجھرواله بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون o ان الّذین یغضّون اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئک الّذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوٰی (ط) لھم مغفرۃ وّ اجر عظیم o ان الّذین ینادونک من ورا ء الحجرٰت اکثرھم لا یعقلون o ولو انھم صبروا حتّٰی تخرج الیھم لکان خیرالھم (ط) واللہ غفور رّحیم o

ترجمہ. شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ ایمان والو! (کسی بات کے جواب میں)اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی (مبارک) آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو۔۔۔۔ (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہوجائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقوے کے لیے آزما لیے ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں اکثر بےعقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کیے رہتے یہاں تک کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خود نکل کر ان کے پاس آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔ اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

سورۃ الحجرات آیات نمبر ۱ تا ۵

جناب چیئرمین ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم will you move for the question hour

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی (وفاقی وزیر برائے پارلیمانی امور)، جناب والا! میری ایک submission ہے ہردم یہ question hour suspend کرائیں اور دوسرے ایٹم بھی، لیکن صورتحال یہ ہے کہ ایک Bill جو 2004 سے چلا آ رہا ہے۔ ایک سال کچھ مہینے ہو چکے ہیں جس کی سٹینڈنگ کمیٹی کی رپورٹ آچکی ہے and is very important, Act of parliament is required جو resolution کے تحت بنی ہوئی ہے اور illegal ہے اس طریقے سے بھنڈر صاحب کی بھی amendments آئی ہوئی ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ جو مرضی کریں، اچھی بات ہے، میں اس سے agree کرتا ہوں۔ مجھے اتفاق ہے لیکن جو legislative business ہے

چھوٹے سے دو بل ہیں۔ مہربانی کر کے وہ ہمیں یہ اجازت دیں کہ یہ پاس ہو جائیں اور جو مرضی ہے جتنا چاہیں۔ price hike پر یا کسی اور issue پر discuss کرنا چاہتے ہیں ہم ان کے ساتھ بالکل cooperation کریں گے جس حد تک چاہیں ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ میں اس میں رکاوٹ نہیں ڈالنا چاہتا لیکن ایک چیز ہے کہ یہ پچھلے سے پچھلے سیشن میں، یعنی 2004 میں آیا ہے۔ سٹینڈنگ کمیٹی نے اس کو approve کیا ہوا ہے۔ بھنڈر صاحب کی amendments کافی دیر سے proposed ہیں۔ سب کچھ ہے اس طریقہ کار سے اگر یہ ہاؤس legislative business نہیں کرے گا تو ہمارے لئے سبکی ہوگی۔ لوگ کیا کہیں گے کہ یہ ہاؤس سارا دن کیا کرتا ہے۔ میری simple submission ہے کہ These are two little bills which may kindly be passed. آپ اس میں پہلے چاہتے ہیں یا بعد میں جس وقت آپ چاہیں تو اس کو مہربانی کریں اور یہ ضرور کرائیں۔ ایک تو report lay ہونی ہے ان کے بعد ساری جو بات کرنی ہے چاہے یہ صبح کرائیں یا شام تک کرائیں تو اس میں میری humble submission to the honourable Chairman یہ ہے۔

Mr. Chairman: Report to be laid

وہ دیکھ لیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی (قائد حزب اختلاف)، جناب چیئرمین! یہ ہائیڈروکاربن کا جو بل ہے یہ چھوٹا سابل نہیں ہے۔ ہائیڈروکاربن کے اوپر میری بھی بہت سی amendments ہیں، بھنڈر صاحب نے کی ہیں اور اس بل میں ایک main چیز ہے کہ وہ اس کو essential services declare کر رہے ہیں which cannot be done under the law like that by special statute. So, it will require a great deal of discussion اور وہاں پر Trade Union Activities کو ban کرنے کی بات کی جا رہی ہے on a permanent basis. So, it is not a small Bill. ٹھیک ہے We have no harms in discussing it. ہماری amendments ہیں if they get it voted out, they can vote it out but what was decided with you was that today we will have the price hike and we will

have the law and order in the second session and we are ready to sit

ہم ، کریں session call صبح کل tomorrow and take up their legislative business

legislative business take up کریں گے۔

جناب چیئرمین ، رضا جب یہ بات ہوئی تھی اس وقت Leader of the House

موجود تھے اور اس وقت اگر raise کر لیتے۔ if you had worked it out کیونکہ جب

discussion ہوئی اور پورا decide ہوا schedule تو یہ اگر اس میں اس وقت کرتے it would

have been easy. میرا خیال ہے وسیم سجاد صاحب کو آجانے دیں، ان سے بات کر لیں گے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، جی ہاں مجھے بلایا نہیں گیا۔

جناب چیئرمین، نہیں I think وہ آپ سے coordination کر رہے تھے You are

most welcome, I thought کہ Leader of the House کر رہے تھے آپ سے

coordination.

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، مجھے یہ یقین تھا کہ انہوں نے جو کل والا بنیادی مسئلہ

تھا اور جو discussion ہوتی رہی I had impression of this thing. کہ only after the

closure of this discussion جو بڑا خوبی سے ہوا اور بڑی اچھی طرح سے ہوا۔ مجھے یقین تھا if

it is extended for another day تو ہمارا chance ہوگا، میں نے اس وقت interrupt کرنا

مناسب نہیں سمجھا۔ اس وقت نہ وسیم صاحب نے کہا، نہ رضا ربانی صاحب نے کوئی ایسی بات کی

ورنہ میں آج کیوں interruption کرتا۔

جناب چیئرمین، مجھے تو آپ جانتے۔ آپ لوگوں نے فیصلہ کرنا ہے ٹائم اگر ہے یا

کل بیٹھنا چاہیں اگر ممبر۔ اگر ممبر کہتے ہیں کہ اس کو آج ختم کریں I have no problem میرا

خیال ہے وسیم صاحب کو آ جانے دیں تو پھر بیٹھ کے اس کو دیکھ لیتے ہیں، دوپہر کو جو

break ہو گی اس میں دیکھ لیں گے کہ کیسے کرنا ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، مہربانی فرمائیں، میں پھر request کروں گا۔

جناب چیئرمین، وسیم صاحب کو آ جانے دیں۔ وہ بھی اس discussion میں

موجود تھے تو ان کو آ جانے دیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں، آپ ہی نے فیصلہ کرنا ہے۔ Question Hour تو میرا خیال ہے نہیں ہو گا تو دلاور صاحب اپنی report lay کر لیں۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ session تو opposition نے بلایا ہے item discuss ہونے تھے، سارا کچھ ہوا تھا۔ میں صرف سینیٹ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارا جو legislative work ہے بہت pending ہے۔ آٹھ بل ابھی ہمیں آنے ہیں۔ دو بل ہمارے پہلے پڑے ہیں۔ اصل کام ہمارا legislative business ہے اور اس legislative business کو اگر ہم نظر انداز کر دیں، آج یہ prorogue ہو جائے، کل prorogue ہو جائے۔ مئی کے آخر میں جب Finance Bill آ جائے گا پھر آپ بلا لیں گے۔ یہ جس طرح خان صاحب نے فرمایا کہ legislation بھی سال سے pending ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ میں آپ کی proposal کی مخالفت کر رہا ہوں بلکہ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ legislative proposals جو ہیں یا ہماری legislation جو ہے اگر سینیٹ میں اس وقت بھی دس بل pending ہیں جو for discussion ہیں اور ان پر ہم enactment نہ کریں تو جناب ہم مورد الزام ہیں۔

جناب چیئرمین، یہ تو آپ لوگوں نے فیصلہ کرنا ہے، میں نے بیٹھ کے سننا ہے اور conduct کرنا ہے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، میں یہ سارے ہاؤس کے لیے کہہ رہا ہوں، میں تنقیداً نہیں کہہ رہا۔ میں تو یہ بات کہہ رہا ہوں کہ session کیجئے اور یہ legislation ختم کیجئے۔ ہمارے پاس کوئی بل pending نہیں ہونا چاہیے۔ ہم تیار ہیں legislation کرنے کے لیے۔ یہ ہمارا primary objective ہے۔ ان دس بلوں کے لیے بھی کچھ سوچئے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ آج دس بل پاس کیجئے یا ہائیڈروکاربن بل آج لیجئے۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ legislative work کو سینیٹ کو بڑی سنجیدگی سے لینا چاہیے، اس کو priority دینی چاہیے، دس بل ہمارے پاس pending ہیں اور ہم prorogue کر کے گھر چلے جائیں اور پھر مہینے کے بعد آئیں تو کیا justification ہے۔

جناب چیئرمین، بات بجا ہے آپ کی۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا ہے۔ میں بھنڈر صاحب کی بات کی تائید کرتا ہوں۔ جناب والا! اپوزیشن نے ہر موقع پر تعاون کیا ہے اور ہم دل و جان سے چاہتے ہیں کہ جتنا بھی pending business ہے، اسے seriously attend کیا جائے۔ اجلاس prorogue گورنمنٹ کرتی ہے، ہم نہیں کرتے ہیں۔ ہم اب بھی کہتے ہیں کہ اس اجلاس کو آپ ایک دن چلائیں یا دس دن چلائیں، ہم تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں ۔ آپ یہاں کام لائیے۔ ہم نے شکایتاً بھی کہا تھا کہ آپ یہاں کام لے کر نہیں آتے۔ اس لئے ہماری طرف سے کوئی بات نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، وسیم صاحب آ جاتے ہیں تو ان سے بات کر لیتے ہیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی، جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہوگا کہ جب آپ کے ساتھ ہماری پہلی meeting سیشن کے ابتدا میں ہوئی تھی اور دو دن کا ایجنڈا زیر بحث آیا تھا اور ہم نے اسی وقت کہا تھا کہ آپ اس اجلاس کو پانچ یا چھ دن چلائیں اور آپ اس mood میں تھے کہ آپ اس ہاؤس کو لے کر آگے چلیں لیکن گورنمنٹ کی طرف سے اپوزیشن ہوئی اور وہ دو دن پر insist کر رہے تھے پھر

You were gracious enough to say that no, it is an open question and we will see that how the requisitioned agenda goes. So, we are ready to sit. We do not want the House to be prorogued today. If the Government wants to sit and have these Bills passed, we are ready to do it.

گورنمنٹ نے سیشن نہیں بلایا۔ یہ تو ہم نے مجبور ہو کر سیشن requisition کیا ورنہ گورنمنٹ نے تو سیشن نہیں بلایا تھا۔ ان کا اجلاس بلانے کا ارادہ 15,16 مئی کو تھا اور جو گفتگو یہاں کل دو وزراء کے درمیان ہو رہی تھی کہ کس طرح اپوزیشن کے requisitioned اجلاس کو circumvent کریں I do not want to state on the floor of the House. کیونکہ خواہ مخواہ تلخی پیدا ہو گی۔

جناب چیئرمین ، وسیم صاحب آ جائیں then we will sit down in my office in the break and discuss on that.

سینیٹر سید ہدایت اللہ شاہ، جناب والا! Point of order

جناب چیئرمین، یہ decide ہوا تھا کہ اب points of order نہیں ہوں گے۔

سینیٹر سید ہدایت اللہ شاہ، جناب والا! ایک ضروری مسئلے پر بات کرنی ہے۔

جناب چیئرمین ، نہیں ، آپ تشریف رکھیئے ۔ now, I will take up the Leave Applications. ۔ آپ تشریف رکھیں ۔ جب آپ کی تقریر ہوگی تو اس دوران آپ اپنی یہ بات کہہ لیجئے گا۔ اسی طرح اور بھی کئی ممبران ہیں جنہیں میں نے انکار کیا ہے اور اس طرح پھر ان سے زیادتی ہو جائے گی۔

سینیٹر سید ہدایت اللہ شاہ، جناب والا! میں صرف آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اجلاس چونکہ ختم ہو جانا ہے اور ہمارے جو سوالات یا تحاریک ہوتی ہیں، وہ lapse ہو جاتی ہیں۔ اس لئے آپ مہربانی کرکے order کر دیں تا کہ یہ lapse نہ ہوں اور ہمیں دوبارہ نوٹس نہ دینے پڑیں۔

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے کہ یہ تو ہاؤس پر depend کرتا ہے اور اگر ہاؤس چاہتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

سینیٹر سید ہدایت اللہ شاہ، مہربانی کرکے ہمارا یہ مسئلہ حل کریں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی ، جناب والا! اس میں تو کوئی قباحت نہیں ۔

جناب چیئرمین، آج تو آئے ہی نہیں اور کل والے question تو ریکارڈ کا حصہ بن گئے تھے۔ ٹھیک ہے، ممبران کے questions lapse نہیں ہوں گے۔

PROBLEMS OF DOCTORS WHO HAVE NOT BEEN CERTIFIED BY THE PMDC

سینیٹر سعدیہ عباسی : جناب والا! میں ایک گزارش کرنا چاہتی ہوں۔

جناب چیئرمین، جب آپ کی تقریر کی باری آئے گی تو اس میں آپ اپنی بات کہہ لیجیئے گا۔

سینیٹر سعدیہ عباسی : جناب والا! صرف ایک منٹ کی بات ہے۔ جناب والا! آج سے کوئی دو ہفتہ پہلے اسلام آباد کے میڈیکل کالج سے کوئی چار سو کے قریب طالب علم کراچی کے بقائی میڈیکل کالج میں shift ہوئے تھے - یہ students ڈاکٹر بن گئے۔ They have become doctors but they have not been certified by the Pakistan Medical and Dental Council. جناب والا! وہ تو میرے پاس اس لئے آئے تھے کہ they wanted to get a legal opinion on it. I tried to contact Roshan khurshid Bhrocha which is the Chairperson on the Standing Committee on Health. اس دن مجھے وہ مل نہیں سکیں ۔ ڈاکٹر عبداللہ ریاض بھی نہیں مل سکے تھے۔ اس لئے میری آپ سے اتنی سی request ہے کہ اس issue کو متعلقہ Standing Committee on Health کو refer کیا جائے ۔ جناب والا! یہ ایک بہت serious issue ہے - یہ ڈاکٹر ہیں لیکن they have not been certified as doctors by the Pakistan Medical and Dental Council.

Mr. Chairman: It is matter of recognition and I do not know how can they do it. Mr. Hameed Ullah Sahib.

سینیٹر سعدیہ عباسی : یہ جناب والا! ایک لمبا issue ہے - I understand the issue but I do not want to explain it because it will take 15 to 20 minutes. Sir, it is a very scandalous thing کہ چار سو students doctors بن گئے yet they do not have the certification.

جناب چیئرمین: حمید اللہ صاحب۔

سینیٹر حمید اللہ جان آفریدی : جناب والا! میں ایک اور اہم issue کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں ۔ وہ یہ ہے کہ پچھلے دو ہفتوں میں---

جناب چیئرمین، آپ اس issue پر بات کرنا چاہتے ہیں یا کوئی اور issue ہے۔

سینیٹر حمید اللہ جان آفریدی : یہ نہیں ہے تاہم یہ بھی important issue ہے۔

جناب چیئرمین، اچھا! پہلے اس کو ذرا ختم کر لینے دیں کیونکہ Standing Committee کی Chairperson wants to say something on it. Let's hear her.

Senator Roshan Khurshid Bharucha: Sir, thank you for giving me the floor. Mr. Chairman, the students had also come to me.

اور انہوں نے اپنا مسئلہ detail میں میرے ساتھ discuss کیا۔ I would like that اگر آپ اس کو Standing Committee on Health کو refer کریں تاکہ کمیٹی اس کو دیکھے۔ میرے پاس کافی students آئے تھے and I personally feel کہ ان کے بہت problems ہیں اس لئے if you refer it to the Committee تاکہ کمیٹی میں ہم اس مسئلہ کو غور سے دیکھ سکیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، نیازی صاحب۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، جناب والا! this is a big problem. جہاں ان کا دل چاہتا ہے، وہ کالج کھول لیتے ہیں۔ جب Pakistan Medical and Dental Council کا criteria fulfil نہیں ہوتا اور وہ کسی یونیورسٹی سے affiliated نہیں ہوتے، وہ لاکھوں روپے لیتے رہتے ہیں۔ جب students final year میں چلے جاتے ہیں یا امتحان کے لیے تیار ہوتے ہیں تو پھر وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہماری کسی University سے affiliation نہیں ہوئی ہے and that has not been registered اور اس سے بہت سارے طلباء کا نقصان ہوا ہے۔ اور I can say this کہ یہ ایک ہزار سے زائد متاثرین ہیں۔ It is very serious matter. اگر کوئی معزز رکن اس کو کسی نوٹس کے حوالے سے یا rule کے تحت لے آئے and it should be discussed and then be referred to the Standing Committee. یہ ایک ملکی problem ہے اور والدین لوٹے جا رہے ہیں۔ بچوں کا مستقبل تاریک ہو گیا ہے۔

Mr. Chairman: I think the Committee may take it up and then

come to the House after that.

کمیٹی کو refer کر دیتے ہیں۔ It is referred to the Committee.

سینیٹر حمید اللہ جان آفریدی، جناب چیئرمین! پچھلے دو ہفتے میں تین بچے اسلام آباد سے اغوا ہوئے ہیں، ایف ٹن، ایف الیون اور آئی ایٹ جیسے علاقوں سے جو کہ ایک کروڑ اور ڈیڑھ کروڑ ransom لے کر ایک ہفتے کے اندر دوبارہ ان لوگوں کو واپس کیے گئے ہیں۔

جناب چیئرمین، اس کے بعد law and order پر discussion ہے، اس پر آپ raise کریں، Minister صاحب موجود ہوں گے۔

سینیٹر کلثوم پروین، شکریہ۔ جناب چیئرمین! ----

جناب چیئرمین، میں یہ کہہ رہا تھا کہ point of order ابھی شروع نہ کریں۔

سینیٹر کلثوم پروین، جناب! یہ students کا ہی مسئلہ ہے۔ NUST Medical College جنہوں نے تقریباً 9 thousand forms issue کیے، ہر فارم کی قیمت 1100 روپے رکھی، out of country بھی بہت سے بچے اور بچیاں interview دینے کے لیے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارا test اور interview clear کرلیں، ہماری یہی requirement ہے، جب بچوں نے یہ test اور interview clear کر لیا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو صرف 45 بچوں کو admission دیں گے۔ 9 ہزار فارم 1100 روپے کی قیمت میں تقسیم کرنے کے بعد صرف 45 بچوں کو داخلہ دیا جب کہ بچے اور بچیاں ملائشیا، انڈونیشیا، سعودی عرب، عمان سے interview دینے کے لیے آئیں۔ یہ تو بچوں کے ساتھ ایک کھلا مذاق اور ایک کھلا فراڈ ہے۔ جناب والا! میری request ہے کہ اسے Committee کے سپرد کیا جائے اور ایسے معاملات کی آپ ذاتی طور پر تحقیقات کرائیں اور ذاتی طور پر interest لیں۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا، جناب! میں محترمہ کلثوم کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہوں گا کہ یہ مسئلہ صرف NUST کا نہیں ہے، چونکہ میرا تعلق خود ایسے ادارے سے ہے it has become all the most scam جتنے سکول، کالج، یونیورسٹیاں private sector میں ہیں؛ تمام کے تمام forms قیمت پر دیتے ہیں، پھر اس کے بعد ایک test کا process آتا ہے۔ اس

test میں ان کے پاس جو قانونی limitations ہیں وہ charter کے مطابق چند سیٹیں ہوتی ہیں، ان پر وہ بچے لے لیتے ہیں جو باقیوں کے فارم prospectus کے نام پر دیے جاتے ہیں، it is now a mechanism for making money out of educational process اور میں سمجھتا ہوں کہ جب سے ہم نے charter دینے شروع کیے ہیں، جب سے ہم نے hike کیا ہے higher system of education پر تو میں سمجھتا ہوں کہ اس hike کے مطابق abuse scam has appeared in the sector of the Education. This requires to be looked into by the House in a very serious manner اور جو ---

Mr. Chairman: Let the Standing Committee on Education look into.

سینیٹر کامل علی آغا، جناب! گزارش یہ ہے کہ اس وقت ایک problem بنا ہوا ہے کہ PMDC ایک ادارہ ہے اور ایسا لگتا ہے کہ اس پر کسی عدالت کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اس پر کسی محکمے کا کوئی اثر نہیں ہے۔

Mr. Chairman: It is supposed to be an independent Pakistan Medical and Dental Council.

سینیٹر کامل علی آغا، جناب! اسلام آباد میں یہ معاملہ آج کل بڑا چل رہا ہے کہ بچیاں اور بچے یہاں باقاعدہ رہائش پذیر ہیں جن کے ماں باپ باہر رہائش پذیر ہیں جبکہ ان کی بچے اور بچیاں میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں، اس کالج کا نام اسلام آباد کالج تھا۔ اب اسلام آباد جس جگہ پر لکھا ہوتا ہے آپ خود ہی بتائیں کہ اس سے لوگ کیا impression لیں گے۔یہ فراڈ ادارے ہیں اور ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ بحریہ یا اس قسم کے الفاظ ان اداروں کے لیے لگا لیتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے "اسلام آباد" لگا کر میڈیکل کالج کھول کر بچیوں اور بچوں کو داخل کیا۔ اس کے بعد PMDC نے کہا کہ ہم اس کو register نہیں کرتے۔ اس لیے بقائی یونیورسٹی میں کچھ طلباء نے داخلہ لے لیا۔ ساڑھے تین سو بچے جناب ایسے بیٹھے ہوئے ہیں جن کی اب registration کا مسئلہ ہے وہ qualify کر چکے ہیں۔ پہلے دوسرے نمبر پر top کیا

انہوں نے اور اس وقت یہ position ہے کہ PMDC والے کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے - پانچ سال انہوں نے شروع میں بقائی یونیورسٹی میں جا کر داخلہ لے لیا' اسلام آباد کالج کو انہوں نے چھوڑ دیا۔ اب پانچ سال وہاں سے پڑھنے کے باوجود بقائی نے ان کے exam لئے وہ clear ہوئے' ان کی تمام requirements بھی پوری ہیں لیکن PMDC میں بادشاہ بیٹھے ہیں وہ کہتے ہیں ہم کسی کو نہیں مانتے۔ وہ انہیں register کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ House Job ان کو ملی ہوئی ہے۔ PIMS میں کچھ بچیاں ایسی ہیں ---

Mr. Chairman: I think,

کمیٹی کو refer کرتے ہیں تو کمیٹی اسے پھر دیکھ لے گی۔

سینیٹر کامل علی آغا، جناب والا! لیکن اس پہ میں یہ گزارش کروں گا کہ ہم جو تمام movers ہیں ان کو بھی بلوایا جائے۔ ہمارے پاس وہ بچیاں دو دو' تین تین مرتبہ وہاں پر آئی ہیں اور جناب یہ health کو دی جائے - یہ education کا کام نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، نہیں' نہیں یہ health کو دے رہے ہیں۔ وزیر صاحبہ health کی ہیں۔ Standing Committeee on Health انہی کی ہے۔ لیکن میں عرض کروں کیونکہ میں بھی جب سندھ حکومت میں تھا اس سے واسطہ رہا ہے تو اس میں PMDC کا بھی ہے لیکن جب داخلے لیتے ہیں تھوڑی سی awareness ہمیں ضرور create کرنی چاہئے کہ اس institution کی credentials check کر کے پھر جائیں۔ کیونکہ اگر آپ آنکھیں بند کر کے جائیں گے یہ دقت آپ کو ضرور ہو گی۔

سینیٹر کامل علی آغا، میں آپ کی بات آگے بڑھاتا ہوں۔ جناب یہ بالکل ٹھیک ہے کہ ان کو سوچنا چاہئے لیکن یہ liability میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کی مرضی ہے کہ PMDC کو بھی control کرے اور ان colleges کو بھی control کرے اور اگر وہ colleges کھلتے ہیں تو کیوں کھلتے ہیں۔ یہ colleges کھلنے نہیں چاہئیں۔ یہ fraud جو ہے' یہ اس قسم کا fraud اور ماں باپ کا اور بچوں کا جذباتی معاملہ ہے۔ ماں باپ بچوں کو پڑھانا چاہتے ہیں' بچے' پہلے ہی قوم ہماری پڑھنا نہیں چاہتی۔

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے کہ اسے کمیٹی کو refer کردیں، کمیٹی ہی میں take up کریں۔ کیونکہ پھر باقی رہ جائے گا۔ میں نے اسی لئے عرض کیا تھا کہ point of order نہ لیں۔ ایک لیتے ہی یہ ہوتا ہے، عباسی صاحب اور آپ نے insist کرا کے، do you like Rabbani Sahib, جتنے بولیں میں یہاں سے لے لوں۔ یہ پانچ ہیں۔ Standing Committee سے بات کر لیجئے گا ناں۔ اسی لئے ایک چیز ہو۔ پھر میرے پاس دو لوگ آئے تو ان کو میں نے انکار کیا تو میرا خیال ہے کہ وہ وزیر صاحب آپ سے contact کریں گے۔ میں نے ان کو اسی سلسلہ میں message دے دیا۔ سانگرئی صاحب آپ سے بھی وہ contact کریں گے۔ Education کا ہے۔ Let us say it in the Standing Committee. اس کے بعد let us continue.

(مداخلت)

جناب چیئرمین، نہیں points of order کو speeches میں cover کر لیجئے گا۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: No, we can discuss this in the House. Let it be moved.

جب بھی ہو appropriateطریقے سے ہو، it can be discussed.

Senator Dr. Khalid Ranjha: Sir, the basic issue is the conflict between the Higher Education Commission, Ministry of Education and the Provinces.

ان میں کوئی ہم آہنگی نہیں ہے۔ جنرل صاحب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ کچھ بات کرتے ہیں وہ کچھ بات کرتے ہیں۔

Mr. Chairman: I think, it is the Ministry of Education and I don't see how it is?

Lt. Genl. (Retd.) Javed Ashraf (Federal Minister for

Education): I just want to clarify it.

جناب چیئرمین، جو point raise ہوا ہے اس کا جواب دے دیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں بیشک آپ points of order چلاتے رہیں۔ آپ ہی کے points رہ جائیں گے۔

Lt. Genl. (Retd.) Javed Ashraf : Sir, I want to clarify that since 2002, when the Higher Education Commission was given independence, there is, now, no conflict in the sense that we are very clear that this Higher Education comes under the Higher Education Commission which is an independent body and they control the education and all the Universities, all over the country as far as the standards are concerned.

Now these are the two bodies where most of the problems are occurring: one is PMDC for medical education

جس کے لئے کافی points raise ہوئے اور دوسرا ہے Higher Education Commission کہ جس کے نیچے NUST and other Universities آتی ہیں - ہر University کا اپنا Syndicate ہے' اپنا Senate ہے' اپنے ان کے rules ہیں - یہ آپ آگے دیکھیں گے کہ کئی چیزیں مثلا ایک question raise ہوا تھا جو بعد میں Education Day شاید آئے گا بھی کہ different Universities میں Peons کو different pay دی جاتی ہے - it is decided by the Senate of the University itself. جہاں تک PMDC کا تعلق ہے وہ ایک independent body ہے اور the problem that is occurring کہ Higher Education Commission بھی اور PMDC بھی دونوں they keep on issuing warning and the advisory notes to the parents کہ یہ colleges recognized نہیں ہیں۔ اس کے بعد کچھ parents غلطی کھا جاتے ہیں' دھوکے میں آ جاتے ہیں یا وہ اخبار میں پڑھتے نہیں ہیں اور وہ fake universities, colleges میں admission دلا

دیتے ہیں جس سے بعد میں problems ہوتے ہیں کیونکہ ان کو degree دینا' ان اداروں کے لئے problem بن جاتی ہے۔ I think, its a very good decision to refer it to the Standing Committee, where PMDC can explain its point of view and this issue of the childern who went to Baqai could be resolved with PMDC. اگر ان بچوں کا period کم ہے تو

may be, they are asked to complete the period for award of degree because Baqai is a recognized university and, therefore, I don't see any problem if they have studied and completed the requirements of Baqai University, why should they not be given the degree.

Mr. Chairman: I mean the question is considerable, let's see what the Committee decides. This is the last item. Chairman of Standing Committee on Education.

پہلے education کر لیں پھر اس پر آجاتے ہیں۔

سینیٹر رزینہ عالم خان، سوال اٹھایا ہے کہ NUST میں جو interviews ہوئے اور اس میں سے کچھ students select نہیں ہوئے اور ان کو واپس جانا پڑا۔ جناب والا! Higher Education Commission نے ایک اپنا criterion بنایا ہے جوکہ 2002 میں Cabinet نے اسے approve کیا ہے۔ اس criterion کو دیکھتے ہوئے، کچھ rules کو ہماری Committee نے examine کیا ہے اور ایک sub-committee بنی ہے جو یہ دیکھ رہی ہے کہ Higher Education میں private sector کے institutions ہیں' ان کو کس طریقے سے ایک قاعدے کے تحت لایا جائے اور اس طرح کہ students کے ساتھ کوئی بے انصافی نہ ہو۔ Sir, انشاء اللہ' ہمارے ڈاکٹر ساجد صاحب اس Committee کے member ہیں اور مئی کے middle تک اس کی report آجائے گی اور یہ point بھی note کر لیا گیا ہے۔ ایک چیز میں اس House میں کہنا چاہتی ہوں' وہ یہ کہ پوری دنیا کی 500 best universities کا انتخاب کیا

گیا تو اس میں پاکستان کی کوئی university نہیں تھی تو ہمیں اپنے معیار کا qualitative aspect ضرور دیکھنا چاہیے اور یہی ہیں جو private universities ہیں۔ اس کے مطابق وہ test لیتی ہیں اور اگر اس میں کوئی پورا نہیں اترتا تو ظاہر ہے' اس کو نہیں دیا جا سکتا۔ انشاء اللہ ہماری committee یہ aspect دیکھ رہی ہے اور اس پر report پیش کرے گی۔ Thank you.

Mr. Chairman: Health Minister, you want to say something.

آغا صاحب! آپ Minister صاحب کو سن لیں پھر time نکلتا جا رہا ہے اور بھی زیادہ سوال---

سینیٹر کامل علی آغا، سب سے بڑی بات ہے' وہ یہ ہے کہ ہماری جو Chairperson Education بتا رہی ہیں' یہ تو بڑا لمبا ایک معاملہ ہو جائے گا اور اس میں معاملات ختم نہیں ہوں گے۔ یہ بچیاں تو اسلام آباد میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ہر چار ماہ' چھ ماہ کے بعد ایک معاملہ ادھر آ جاتا ہے۔

جناب چیئرمین، وہ تو Health والے دیکھیں گے' وہ تو اور معاملہ ہے۔ Chairperson Education ویسے بتا رہی ہیں' اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

سینیٹر کامل علی آغا، میرے خیال میں Health Minister صاحب تشریف لے آئے ہیں' وہ ان کو ملے بھی ہیں' بقائی یونیورسٹی کی بچیاں جو ہیں' وہ ان کو ملی بھی ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے بڑے قابل وزیر ہیں' ہمیں مطمئن کر دیتے ہیں' کام چاہے ہو' نہ ہو اور کبھی بھی نہیں ہوا۔ ان کو جتنے کام کہے ہیں' آج تک نہیں ہوئے لیکن پھر بھی یہ مطمئن کر دیتے ہیں' ان میں یہ بڑی quality ہے۔ ان بچیوں کو دیکھیں وہ قوم کی بچیاں ہیں' ان کے معاملے کو linger on نہیں کرنا چاہیے۔ یہ معاملہ بہرحال ذمہ داری حکومت کی بنتی ہے اور حکومت کو اسے حل کروانا چاہیے۔ کسی کو مایوس نہیں کرنا چاہیے' وہ بچیاں یہاں پر بڑی امید سے بیٹھی ہوئی ہیں' اگر وہ پارلیمنٹ کی طرف دیکھتی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا جواب ہمیں ضرور دینا چاہیے۔ ان کے لئے کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین، Minister صاحب کو سن لیں۔ آپ کو انہوں نے ایک بڑا

challenge دیا ہے' آغا صاحب نے challenge دیا ہے۔

جناب محمد نصیر خان (وفاقی وزیر برائے صحت)، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

سب سے پہلے یہ عرض ہے کہ اگر کوئی کام رہ گیا ہو آغا صاحب کا تو میں انشاء اللہ ضرور کروں گا

لیکن یہ بچیاں جو میرے پاس آئی تھیں what has happened actually, for first two

After - جو اسلام آباد میں ہے years they were in Islamabad Medical College

two years, they were transferred to Baqai University which is a

اب وہ وہاں سے ختم کر کے آئی ہیں تو اپنی jobs کے لئے recognized university.

PMDC گئی ہیں' PIMS کے لئے تو وہاں پر PMDC کی سیکرٹری ہے' PMDC نے کہا ہے

کہ ہم آپ کو یہ degree نہیں دے سکتے جب تک آپ Islamabad Medical College بند نہ

کرائیں۔ جب میرے پاس آئیں تو میں نے کہا کہ you have qualified from "Baqai"

اب which is a recognised university پانچ میں سے تین سال آپ کے پورے ہو گئے

why they are not issuing the certificate basically for recognition, انہوں نے

کہا نہیں جی۔ The secretary has personally called us and said you close

down Islamabad university جو تین سال پہلے انہوں نے کیا تھا۔ پھر ہم آپ کی ڈگری

قبول کریں گے so I told Secretary Health جو انہوں نے بات کی تھی کہ this has

nothing to do with you if they had accepted them they should have said

three years ago کہ نہیں we don't accept the Islamabad Medical College.

recognition تو ہم نہیں لیتے now these girls have finished five years and they

must be issued the certificate. There is no question about that. The

PMDC unfortunately is not performing میں نے پہلے بھی کہا اب بھی we are

looking into this very seriously but because of autonomous body وہاں پر '

کہنا نہیں چاہیے very strong component of people are working and looking

after their own interests. میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ medical education is very

serious business آپ sixties میں دیکھیں جب ہمارے ڈاکٹر لندن اترتے تھے تو سیدھا ہیتھرو سے اتر کر کہیں ہسپتال میں چلے جائیں تو وہ کام شروع کرسکتے تھے ۔ آج انہوں نے اتنا mass کیا ہوا ہے...... and this has gone

(مداخلت)

جناب چیئرمین: Successive period مل رہا ہے ان کو تشریف رکھیں ۔ پہلے ان کو سن تو لیں ۔ interrupt نہ کریں ۔ ان کو سن لیں ۔ سعدیہ عباسی صاحبہ تشریف رکھیں ۔ آپ ہی کے پوائنٹ کا جواب دے رہے ہیں ۔ he will look into its difficulties وہ بتا رہے ہیں ۔

جناب محمد نصیر خان : اور اسی طرح ہم نے کہا ہے if the PMDC is an autonomous body but it is under the Ministry of Health umbrella لیکن انہوں نے اپنی autonomy اتنی بڑھا لی ہے اور اسی طرح جو میرے محترم سینیٹر ہیں وہ آتے ہیں کہ جی every thing should be autonomous and this and that. If the autonomous bodies are doing good job we have got no problem. Right now the private medical education is in mass and they are producing doctors اس لئے صرف میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ we have to solve this thing up but this case in particular they must recognise then because Baqai is a recognised university and there is no question of not recognising. We are forcing them and *Insha- Allah* we will try to solve this matter. We have already sent our concern. We will take immediate action to rectify this

جناب چیئرمین: کترانی صاحب ۔ پہلے اس کو ختم کرلیں پھر اس طرح تو چلتے جائیں گے ۔

DISCUSSION ABOUT THE NAME OF PARLIAMENTARIAN ENCLAVE

سینیٹر امان اللہ کنرانی، جناب! آپ کی توجہ with due apology sir اس جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے Parliamentarian کے نام کو commercialize کیا جا رہا ہے۔ ہمارے نام کو بیچا جا رہا ہے۔ اگر کسی ادارے کی کوئی ساکھ ہے تو وہ اپنے بل بوتے پر اپنی development کرے۔ اپنی housing scheme بنانے مگر Parliamentarian Enclave کے نام پر یہاں ہماری جو عزت اور ساکھ ہے دنیا بھر میں اس کو ridicule کیا جا رہا ہے۔ یہاں پر Ministers, Enclave ہے' اس میں سب Ministers رہتے ہیں۔ اس کا اپنا ایک تقدس ہے۔ یہاں پر Judge's Enclave ہے اس کا اپنا ایک تقدس ہے اور اس کا احترام ہے' اسی طرح Ambassador's Enclave ہے اس کا وجود موجود ہے۔ اسی طرح اس کا ایک احترام ہے مگر جب آپ Parliamentarian Enclave نام رکھتے ہیں جب کہ وہ commercialized ہے جس طرح ہمارے کئی سینیٹرز نے درست کہا کہ یہاں پر بحریہ کے نام سے' اسلام آباد کے نام سے جھوٹے ناموں سے ادارے بنائے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ ترقیاتی پروگرام سوسائٹی کا بھی ایک جھوٹے نام سے چل رہا ہے kindly یہ میری ذات کا مسئلہ نہیں ہے آپ کا مسئلہ ہے پورے ایوان کا مسئلہ ہے یا پھر آپ اس کو take over کریں اپنے طور پر اگر آپ کے پاس کوئی پروگرام ہے۔ اگر آپ کا کوئی پروگرام نہیں ہے تو kindly اس کو discourage کریں تاکہ ہمارے نام پر کوئی اور شخص دھوکا نہ کھائے۔ چودہ کروڑ عوام میں سے کوئی دھوکا کھا کر وہاں نہ جائے اور اگر آج اس کو نہیں روکا گیا تو اسی طرح ہم روئیں گے جس طرح بھائی یونیورسٹی کے مسئلے پر رو رہے ہیں اور اداروں کے حوالے سے ہم رو رہے ہیں۔ مہربانی کرکے اس کو اسی stage پر ختم کریں۔ آج اس کی قرعہ اندازی ہو رہی ہے' اس کو مہربانی کرکے رکوائیں تاکہ یہ مزید عوام کے پیسے بٹورنے کا ذریعہ نہ بنے۔

جناب چیئرمین، اس پر legal issue اگر اس کا کوئی ہے تو بتائیں private venture ہے from what I know تو اس میں parliamentarians کا نہیں جو اس کا legal recourse ہے اسی حساب سے چل سکتا ہے۔ بحث کرنا چاہتے ہیں تو you can put in

appropriate manner, it can be discussed.

سینیٹر امان اللہ کنرانی ، یہ ہمارا کام ہے جناب کہ اس کا تدارک کریں۔

Mr. Chairman: I don't know I just know it is a private venture. How do you want to go about it. One of our colleagues I believe he is sponsor, he is not here, I will pass on this to him certainly.

سینیٹر امان اللہ کنرانی ، جناب ! آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ House کی طرف سے یہ آ جائے کہ ہمارا Parliamentarian Enclave کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، نہیں یہ تو آپ لوگ جائیں۔ اس میں تو National Assembly بھی آتی ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ، جناب آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ آپ یہ تو واضح کر دیں کہ سینیٹ کا Parliamentarian Enclave سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ پارلیمنٹ کا نام استعمال کر سکے۔ اپنے کاروبار کے لئے کوئی بھی آدمی پارلیمنٹ کا نام استعمال نہ کرے۔

جناب چیئرمین، ہو گیا' ہو گیا۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جناب والا ! گزارش یہ ہے کہ اگر کوئی پارلیمنٹیرین کے لئے facility آتی ہے یعنی اور بھی facilities ہمارے لئے ہوں یا کسی سکیم میں ہوں یا رہائشی ہوں یا اسلام آباد میں ہوں ۔ جناب ، ہم welcome کرتے ہیں ان کو۔ اس میں جاکر ہمیں پلاٹ مل جائے اور پارلیمنٹیرین کا ایک الگ سیکٹر بن جائے۔ اس میں جناب کیا حرج ہے یعنی جہاں تک تعلق ہے Parliamentarians, کا it has been recognized by the Government وہ تو الگ چیز ہے ۔ گورنمنٹ کا تو نہیں ہے ۔

جناب چیئرمین، یہ پرائیویٹ ہے۔ گورنمنٹ کا نہیں ہے ۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، لیکن اگر کوئی individually آپ کو سہولت دیتا

ہے کہ وہاں آپ parliamentarians کے لئے ایک سیکٹر بنائیں۔ تو میں نہیں سمجھتا جناب کہ اس میں کوئی حرج ہے ۔ کسی بھی پرائیویٹ سکیم میں مجھے حق حاصل ہے کہ میں لاہور میں لوں، اسلام آباد میں لوں، میں کراچی میں لوں اور as a Parliamentarian اگر کوئی اپنے آپ کو specify کرتا ہے کسی سکیم میں تو I don't think میری مرضی ہے میں وہاں جاؤں ۔ میری مرضی ہے میں وہاں نہ جاؤں ۔ یہ تو نہیں ہے کہ وہ میرے لئے کوئی سرکاری طور پر اس پر ٹھپہ لگا دیا گیا ہے کہ یہ پارلیمنٹیرین کا ہے ۔ میری مرضی ہے میں Parliamentarian ہوں انہوں نے specify کیا ہے This is for the facility of the Parliamentarians, not against the Parliamentarians.

Mr. Chairman: I think, let's go to the business.

(مداخلت)

جناب چیئرمین، عباسی صاحب، شروع آپ ہی نے کیا تھا جب پہلا پوائنٹ آف آرڈر کیا تھا ۔ تو پھر روکنا مشکل ہو جاتا ہے ۔ اس لئے جیسے میں کرتا ہوں اس طرح مجھے کرنے دیں ۔ اب آپ خواجہ صاحب کو گلوٹین لگائیں باقی میں کرتا ہوں ۔

Leave of Absence.

جناب چیئرمین، جناب اسفند یار ولی نے حالیہ مکمل اجلاس کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، محترمہ گلشن سعید نے ناسازی طبع کی بنا پر آج مورخہ ۲۷ اپریل کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، ایک رپورٹ lay ہونی تھی ۔ میرا خیال ہے پہلے وہ کر دیں ۔ جناب دلاور عباس صاحب۔

LAYING OF THE REPORT OF THE STANDING COMMITTEE ON PETROLEUM AND NATURAL RESOURCES

Senator Syed Dilawar Abbas: Thank you Mr. Chairman, I, as a Chairman of the Standing Committee on Petroleum and Natural Resources move that under sub-Rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the delay in the presentation of report of the Standing Committee on the subject matter of an adjournment motion moved by Senator Prof. Khurshi Ahmed on the reported increase in the prices of petroleum products in the country, be condoned till today.

Mr. Chairman: It has been moved that under sub-Rule (1) of Rule 171of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the delay in the presentation of report of the Standing Committee on the subject matter of an adjournment motion moved by Senator Prof. Khurshid Ahmed on the reported increase in the prices of petroleum products in the country, be condoned till today.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is carried. Syed Dilawar Abbas.

Senator Syed Dilawar Abbas: Thank you Mr. Chairman, I, asa Chairman of the Standing Committee on Petroleum and Natural Resources do present report of the Standing Committee on the subject matter of an adjournment motion moved by Senator Prof. Khurshid Ahmedon the reported increase in the prices of petroleum products in the

country.

Mr. Chairman: The report stands presented. Mr. Raza Rabbani.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I beg to move that under Rule236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the requirements of Rules 22, 23, 26, 27, 38 and 120 of the said Rules be dispensed with in order to move the following motion:-

"The House may discuss the price hike in the country".

(The motion was carried)

Mr. Chairman: Who will be the first speaker?

سینیٹر کامل علی آغا، جناب چیئرمین! میں عرض کرنا چاہتا ہوں، آپ کی مہربانی ہے اگر آپ اجازت دے دیں۔

جناب چیئرمین۔جی، فرمائیے۔

(interruption)

سینیٹر ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ، جناب والا! ان کو تین دفعہ وقت دیا ہے اور ہمیں وقت نہیں دیا جا رہا یہ کیا بات ہوئی۔ آپ اس طرف سے کسی کو منع نہیں کرتے۔

Mr. Chairman: Thank you for your pleading.

آغا صاحب! آپ مختصر تقریر کریں۔

سینیٹر کامل علی آغا، مختصر عرض کروں گا۔ جناب والا! گزارش یہ ہے کہ PMDC میں ایک شخص جس کا نام کچھ ہاشمی ہے وہ اتنا فرعون بن کر بیٹھا ہوا ہے اور اتنی power استعمال کر رہا ہے، ابھی مجھے chit ملی ہے کہ ابھی ان بچیوں کو اس نے کہا ہے کہ آپ باہر نکل جائیں، میں آپ کی بات نہیں سنوں گا۔ ابھی، اسی وقت، جناب یہ Minister صاحب بیٹھے ہیں۔ آپ انہیں حکم دیں کہ اس کو deal کریں، ابھی وزیر صاحب اس کو deal کریں۔ یہ کیسا انسان ہے جو فرعون بن کر بیٹھا ہوا ہے اسلام آباد میں اور کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ جناب،

Minister صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے کہیں کہ یہ اس کو deal کریں، یہ کیسے deal کرتے ہیں۔

Mr. Muhammad Naseer Khan: Sir, I will take the action. Thank you.

(interruption)

جناب چیئرمین، وہ تو ہوگیا، وہ issue تو ایک immediate development.. تھی۔ Mr. Ishaq Dar please continue.

(interruption)

جناب چیئرمین،۔ نہیں نہیں، چلیں۔ اب اس طرح تو چلتا رہے گا۔ ان کا point development تھا، نہیں، ایسے تو نہیں ہو گا۔

(interruption)

جناب چیئرمین، نہیں، ایسے تو نہیں ہو گا، لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، پینتالیس منٹ Treasury Benches نے لیے ہیں۔

جناب چیئرمین، آپ بھی شروع کریں۔ عباسی صاحب! کیابات کر رہے ہیں آپ۔

(interruption)

جناب چیئرمین، نہیں صاحب، ویسے تو چلتا رہے گا وہ ایک ایشو تھا، جناب ڈار صاحب آپ بولیں۔ ڈار صاحب آپ سے ہی شروع کرتے ہیں، کوئی point of order وغیرہ نہیں ہے۔ ایک ہوگیا، ختم ہے۔ یہ کوئی بات نہیں ہے۔ آپ جب بولنا شروع کریں گے، ختم کریں گے، ایسی کوئی بات نہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، انہوں نے پینتالیس منٹ لیے ہیں۔

جناب چیئرمین، پینتالیس منٹ کی بجائے ۔ ــلیس گھنٹے بھی لگ جائیں۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ ڈار صاحب، آپ شروع کریں تقریر۔

(interruption)

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے' جو وہ چاہ رہے ہیں - کرلیں گے۔ آپ باہر جا کر بات کرلیں۔ وہ ایک point جو raise کیا گیا تھا اسی کو آغا صاحب نے update کیا ہے' ایسی کوئی بات نہیں۔ ڈار صاحب تقریر شروع کریں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی ، جناب والا! ایک منٹ دے دیں۔

جناب چیئرمین، اس طرح تو چلتا رہے گا - یہ جو رویہ ہے' ٹھیک نہیں ہے - رویہ ٹھیک کریں اس طرح نہیں ہونا چاہیے - If you want the House to treat you properly then the approach and address to the House should also be very different.

سینیٹر کامل علی آغا ، Already آپ نے time دے دیا' دوسروں کو بھی ایک دو منٹ دے دیں۔

جناب چیئرمین ، Point raise کرنے کا طریقہ ہوتا ہے -----

سینیٹر میاں رضا ربانی ، Sir, وہ طریقہ کرلیں گے - آپ ذرا خواجہ صاحب کو وقت دے دیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ ،جناب چیئرمین! 2003 کے quota میں ----

(interruption)

جناب چیئرمین، خواجہ صاحب کو بول لینے دیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ، جناب چیئرمین! Please House کو ذرا order میں کریں۔

(interruption)

سینیٹر آغا پری گل ، کتنا پیارا بچہ ہے - اور جس طریقے سے یہ بول رہا ہے کتنے افسوس کی بات ہے عباسی' اس طرح آپ بولتے ہیں۔ مجھے تو امید ہی نہیں تھی مگر آج مجھے دکھ ہو رہا ہے - آپ تو ایسے بول رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، چلیں، اب خواجہ صاحب کو سن لیں۔

سینیٹر آغا پری گل، عباسی صاحب آپ تو ایسے بول رہے ہیں جیسے بچے گلیوں میں گلی ڈنڈا کھیل رہے ہوں، گویا سینیٹ نہیں ہے گلی ڈنڈے کا گراؤنڈ ہے۔

جناب چیئرمین۔ بہت شکریہ، آپ تشریف رکھیں۔

سینیٹر آغا پری گل ۔نہیں، چیئرمین صاحب please ہم آپ کی بےعزتی برداشت نہیں کر سکتے۔ صاف بات ہے۔

(اس موقع پر حکومتی بنچوں کی جانب سے ڈیسک بجائے گئے)

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: Sir, he has committed contempt of the House and he has caused breach of privilege of this august House out of this, what he has talked. I really request you to take serious action against him either he should apologize what he has done.

Mr. Chairman: Doesn't matter. Let us say that we should go on with the business.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, the honourable Minister is just trying to exploit the situation. How many times has he committed contempt of this House and how many times, if you recall, in the initial stages when you had asked him to sit down, he refused to do that. In the initial stages, Mr. Chairman, don't forget that. I am not saying that what has happened right now is correct but in the heat of the moment things do happen but you are fully aware, the amount of respect that we have for you. That is not in question at all but to exploit a situation like this and to try and provoke the Chair into taking some action is totally uncalled for and is infact a contempt of the House itself. He has committed contempt

of this House yesterday, when I pointed it out that in the National Assembly.

جناب چیئرمین، خواجہ صاحب آپ پوائنٹ کریں۔ Let us move on.

Senator Dr. Muhammad Akbar Khawaja: I promise, I will be very brief.

(interruption)

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، آپ نے جو کہنا تھا وہ کہہ لیا۔ وہ تو بعد میں میں نے کہا I think اب رہنے دیں - Let Khawaja Sahib finish his point of order then we get on with the discussion.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، جناب آپ میری بات تو سنیں۔

جناب چیئرمین، نہیں، آپ تشریف رکھیں، آپ نے جو کہنا تھا وہ کہہ لیا۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، اگر میں نے کچھ کہہ دیا تو آپ مجھے بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیں گے۔

جناب چیئرمین، نہیں، تو جب موقع آئے گا دے دیں گے۔ ضرور دیں گے۔ میں یہ تو نہیں کہہ رہا کہ آپ ہاؤس چھوڑ جائیں۔ ابھی خواجہ صاحب کے پاس floor ہے let Khawaja sahib finish. then I will come to you and see what it is. ابھی خواجہ صاحب کے پاس floor ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ، جناب چیئرمین I promise I will be very brief. 2003-04 کا کوٹہ جو پارلیمنٹرین کا تھا اس میں سے میں نے ایک خاص حصہ neonatal and maternal health کے لئے allocate کروایا لیکن بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ میانوالی کے ایک وزیر بھی موجود ہیں اور میرا سوال سن کر شاید جا رہے ہیں۔ شیر افگن صاحب اپنی سیٹ پر بیٹھیں۔ میری درخواست یہ ہے کہ کافی عرصے سے فنڈز allocate ہوگئے ہیں approve ہوگئے

ہیں' transfer ہوگئے ہیں' میں گزارش کرتا ہوں وزیر صحت سے کہ جو basic staff ہے' gynaecologist اور جو nurses ہیں ان کے لئے sanction کریں اس کا آغاز کروائیں۔ بہت شکریہ آپ کا۔

جناب چیئرمین، ڈار صاحب ابھی آپ speech شروع کرلیں otherwise

(مداخلت)

سینیٹر سعدیہ عباسی ، پی ایم ڈی سی کا Chairman has been saying is کہ ایسی کی تیسی اس Health Minister کی۔

Mr. Chairman: Please do not provoke him now.

Senator Sadia Abbasi: No.

Mr . Chairman: There has been enough provocation in the House.

Senator Sadia Abbasi: But the Health Minister must enforce.

ہماری demand ہے کہ اس کو suspend کیا جائے۔ اس چیئرمین کو suspend کیا جائے۔

جناب چیئرمین، I do not know کہ اتھارٹی کس کی ہے۔ منسٹر صاحب۔

سینیٹر سعدیہ عباسی، منسٹر صاحب سے ہم ڈیمانڈ کرتے ہیں کہ اس چیئرمین کو suspend کیا جائے۔

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے کہ منسٹر صاحب کو سن لیں۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، اگر یہ بات درست ہے تو we will take action, we will call him for the breach of the privilege of this House.

جناب چیئرمین، منسٹر صاحب سے سن لیں کہ اس کو کون suspend کرسکتا ہے۔

Mr. Muhammad Nasir Khan: Thank you very much

اور میں سینیٹ کا بے حد مشکور ہوں کہ جو پورا confidence انہوں نے دیا ہے انشاء اللہ we will

that is a true, because this man اور جو معزز سینیٹر نے بات کی ہے take full action has been going around and doing lot of things for a long period of time.

Mr. Chairman: Who is the person.

Mr. Muhammad Nasir Khan: This chap is called Mr. Hashmi and he is basically,

یہی problem ہوتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ جی autonomous body ہو تو ہم نے autonomous کر دیا ہے۔

So when we send a letter to withdraw him because he was originally an employee of the Ministry of Health. He has been there for 5, 6 years, may be more. He refused to come back in the Ministry and we are looking at it very seriously and the honourable Member is absolutely right because he has been going around and saying a lot of serious things which we did not take cognizant but we will now take action.

Second thing is that I want to congratulate the honourable Senator. I think he is the first Senator who has given 50 lacs for the Primary Health and Mother's Care. I think we should be proud of him. He has done a wonderful job and we will take all action to give all facilities, we will talk to the Provincial Government and I have already talked to the Tahir Javed to put it in the next meeting. Whatever we can do we will try to give full assistance for this programme so that child and maternal facility is enhanced

Mr. Chairman: I think

اب ڈار صاحب کو سن لیں۔ ڈار صاحب۔

جناب چیئرمین، منسٹر صاحب کہتے ہیں دیکھیں گے۔ He will assess the powers

(مداخلت)

Mr. Chairman: The Minister has said he will see what is to be done. Let him assess the procedure.

سینیٹر کامل علی آغا، اس کو suspend کریں۔ وہ منسٹری کا employee ہے اس کو اسی وقت فارغ کریں۔ ساڑھے تین سو بچیوں کا معاملہ ہے۔

جناب شہزاد وسیم (وزیر مملکت برائے امور داخلہ)، جناب چیئرمین! یہ بات اب Ministry of Health کی نہیں ہے یہ بات اب اس وقت اس House کی ہے اور پورا ہاؤس اس بات پر ایک ہے and this is the contempt of this very House and we will not take it easy and we are going to move a motion and resolution .....

Senator Ch. Muhammad Anwar Bhinder: Sir, this has been moved from the both sides. This is the sense of the House.

اس کو put کیجیے۔

Mr. Chairman: The motion is put before the House.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is carried unanimously. The Minister has the full support of the House.

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

جی عباسی صاحب۔ عباسی صاحب کچھ کہنا چاہ رہے تھے۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، جناب ابھی تھوڑی دیر پہلے جو اس ہاؤس میں بدمزگی ہوئی ہے۔ اس پر -----

جناب چیئرمین، ذرا عباسی صاحب کو سن لیں۔

the Member is speaking, please let us hear the member. Order please, let us hear the honourable Member.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی ، بیگم صاحبہ آپ میری بات سنیں۔ جناب چیئرمین! ابھی تھوڑی دیر پہلے ہاؤس میں جو بدمزگی ہوئی ہے۔ میرے معزز دوستوں نے اسے بہت محسوس کیا ہے۔ کچھ نے اظہار بھی کیا ہے۔ سب سے زیادہ شاید آپ نے محسوس کیا ہو لیکن جیسے رضا صاحب نے کہا کہ heat of the moment میں وہ بات ہوگئی ہے اور وجہ اس کی یہ تھی کہ میں سمجھتا ہوں کہ جس issue کو اٹھانا agreed تھا وہ مسلسل پینتالیس منٹ سے حکومتی اراکین گھسیٹتے چلے جا رہے تھے ، گھسیٹتے چلے جا رہے تھے۔ اس وجہ سے میں نے اس میں interfere کیا تھا لیکن اگر اس میں اگر کسی کی بھی دلآزاری ہوئی ہے بشمول آپ کے تو میں اپنے الفاظ بھی واپس لیتا ہوں اور اگر اس apology کی ضرورت ہے تو آپ اس apology کو بھی قبول کریں۔ بڑی مہربانی آپ کی۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین، اس apology کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے we are working and have good understanding. میں چاہتا ہوں کہ ماحول ایسا رہے کہ اس میں اس ہاؤس کا تقدس اور ایک معیار رہے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

As long as we understand and work together in a good harmoneous relationship. We appreciate this effort.

سینیٹر پری گل آغا، جناب چیئرمین! یہ بہت ہی اچھا بچہ ہے۔ کبھی کبھی یہ پٹری سے اتر جاتا ہے، غصے میں آجاتا ہے۔ young ہے کوئی ایسی بات نہیں ہے آپ کا بہت بہت شکریہ۔ سلامت رہو۔

جناب چیئرمین، میں ایک پوائنٹ پہلے کردوں۔ میں اسی لئے co-ordination چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ ایک چیز شروع ہو پھر اس کو کنٹرول کرنا مشکل ہے that is why I request the Parliamentary leaders کہ پہلے ہی جا دیں۔ points of order لینے ہیں یا

نہیں لینے کیا ہے تاکہ ہم ایک uniformity سے چل سکیں۔ یہ میرا مقصد آج prove ہوگیا ہے کیونکہ ایک شروع ہوگا تو one thing leads to the other, that was the whole point.

FURTHER DISCUSSION ON THE MOTION RE: THE PRICE HIKE

سینیٹر محمد اسحاق ڈار، جناب چیئرمین! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ جیسے ہم نے ابھی دیکھا کہ PMDC کے بارے میں ہاؤس کی ایک unanimity اور پھر آپ نے جو directionدی اور جو resolution پاس ہوئی۔ جناب اسی طرح اپوزیشن محسوس کرتی ہے کہ مہنگائی کا جو مسئلہ ہے وہ بڑا سنگین ہے اور اس پر بھی ہمیں ایک unanimityکے ساتھ اکٹھے ہو کر، کیونکہ یہ پندرہ کروڑ لوگوں کا مسئلہ ہے اور اسی لئے اپوزیشن نے جو one of the items of agenda for requisitioning this House دیا وہ price hike کا تھا۔ جناب اس کے back ground میں جانے کی، کیونکہ ہمارے پاس وقت کم ہے اور آپ نے فرمایا ہے اور لیڈر آف دی اپوزیشن نے مجھے فرمایا کہ ہم minimum time میں۔

جناب چیئرمین، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ بول سکیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار، جو کل نہیں بول سکے وہ اس issue پر بول لیں گے۔ میں اپنے آپ کو بہت brief رکھوں گا کیونکہ اگر اس کی تفصیل میں جانا ہو تو پھر ہمیں trade deficit کی بات کرنی پڑے گی۔ پھر ہمیں current account deficit کی بات کرنی پڑے گی۔ پھر ہمیں mismanagement of monetary and fiscal policy کی بات کرنے پڑے گی۔ چونکہ بجٹ چار پانچ ہفتے دور ہے۔ اس کی بحث شروع ہونے سے اس وقت ہم ان تمام تفاصیل میں چلے جائیں گے۔ I will try to be very brief گزارش یہ ہے کہ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ اس وقت جو پاکستان میں inflationary trend ہے اور جو قیمتوں کی پوزیشن ہے وہ ایک common آدمی کے لئے اور خصوصاً جو گورنمنٹ ملازمین ہیں جو private employees ہیں ان کے لئے دو وقت کی روٹی بھی بہت مشکل ہوگئی ہے۔ ہماری poverty line میں تقریباً تین چار سال میں ڈیڑھ کروڑ نئے انسانوں کو ہم نے add کر دیا ہے اور میں اگر

دوں گا تو شاید یہ سمجھا جائے گا کہ Opposition کی نمائندگی کرتے ہوئے میں یہ بات کہہ رہا ہوں۔ میں حکومت کے اپنے documents کی طرف refer کرنا چاہتا ہوں۔ یہ پچھلے اڑتالیس گھنٹے میں State Bank کی Second quarterly report یہاں lay ہوئی ہے۔ میں اپنے ہاؤس کے دونوں طرف کے ساتھیوں کی توجہ اس طرف briefly دلاؤں گا۔ مثلاً page-2 پر State Bank خود کہہ رہا ہے جو Consumer Price Index ہے وہ کہتا ہے کہ

CPI inflation has certainly gone up. CPI inflation has reached seven years high of 9.9 per cent in February, 2005.

جناب سات سال میں Highest CPI index, government کی working بھی same ہے اس کو calculate کرنے میں ہو سکتا ہے کہ جی پہلے ٹھیک تھا، نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ اس کا جو بھی سسٹم ہے۔ You know comparing like with like اور سات سال میں CPI price index ہے وہ February 2005 میں highest ہے جناب It is 9.9% whereas it used to be 2-3% five years ago. No.1. Page 3 پر اور اس کا impact غریب آدمی پہ تو ہے ہی۔ آپ جو Macro Economic indicators کی improvement کی بات کر رہے ہیں، آپ export بڑھانے کی بات کر رہے ہیں۔ اب ہو کیا رہا ہے، already ہو چکا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ سٹیٹ بنک کا اپنا جو base rate ہے اس کو already increase کر دیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ general interest rate in Pakistan will increase اس کا مطلب ہے آپ کے industrial اور business کے قرضے بھی اوپر جائیں گے what to talk of the private loans وہ تو آج ہی بیس بائیس فیصد institutions charge کر رہے ہیں۔ ہم برائے نام سات آٹھ فیصد کی بات کرتے ہیں۔ کسی غریب کا قرضہ چاہے House Building کا ہو یا Small Business کا ہو چاہے medium enterprise کا ہو وہ آج بھی double digit پر چارج ہو رہا ہے۔ اس کا جو industrial sector ہے اس کو بھی بہت set back ہوگا اور I am glad کہ سٹیٹ بنک نے اس کی نشاندہی کی ہے۔ میں اس کو بھی جناب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ Page-3 پر In this context یہ context کی اب بات ہو رہی ہے ہماری inflation کے حوالے سے،

the nexus between a growth and domestic inflation becomes increasingly

important. The relatively higher domestic inflation means that the cost base for domestic procedure is rising rendering them relatively less competitive as reflected in the rise of R.E.E.R.

جناب یہ میں نہیں کہہ رہا یہ میں State Bank کی رپورٹ quote کر رہا ہوں۔ Again on Page-5, again the last paragraph, State Bank لکھ رہا ہے کہ concern about sustained inflationary pressure in the economy is quite real as it threatens the long term macro-economic stability in the economy. جناب یہ میں نہیں کہہ رہا یہ میں ساری جو آپ کو quotation دے رہا ہوں یہ اسی ہاؤس میں یہ جو State Bank کی The State of Pakistan Economy Second Quarterly Report for the year 2004-2005 یہ جو Central Board ہے State Bank کا اس کی quotations سنا رہا ہوں۔

اب Page-8 پر آ جائیے۔ پھر prices State Bank کے حوالے سے کہہ رہا ہے، Now they are talking about price hike and I am quoting State Bank of Pakistan, inflationary pressure in the domestic economy remains worrisome. Sir, its a very serious thing. ہم جتنے issues کی یہاں بات کرتے ہیں سب سے important جو ہے وہ ایک سو پچاس ملین عوام ہیں، اس حوالے سے اور price کے حوالے سے جناب میں نے جیسے عرض کیا کہ اس کی تفصیل میں میرا خیال ہے بجٹ کے موقع پر جائیں گے کیونکہ آپ کے کمرے میں جو بات ہوئی وہ یہی تھا کہ تفصیل میں نہ جائیں and we should talk direct.

سینیٹر سعدیہ عباسی، جناب ہم نے agenda دیا ہوا تھا۔ The Ministers should have been there.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار، تو جناب اس وقت حالت یہ ہے کہ عوام پس گئی Affordable capacity of the people has been totally eroded. جو آپ کی purchasing power ہے اور جو آپ کی Inflation ہے وہ double digit پر پہنچ چکی ہے

اور میں جناب کی خدمت میں چند prices quote کرنا چاہتا ہوں Highest in seven years تاکہ میرے ساتھی دونوں طرف جو بیٹھے ہوئے ہیں ان کو اندازہ ہو۔ کئی دفعہ آدمی flow of routine میں اس پر غور نہیں کرتا۔ اس لیے میں دونوں اطراف میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے گزارش کروں گا کہ اس کو نوٹ فرمائیں کہ آٹا جو basic necessity ہے کیونکہ poorest person کو بھی روٹی تو چاہیے دو وقت کی۔ پچھلے پانچ سال میں آٹا 8 روپے سے سولہ روپے average ہو گیا، پنجاب میں پندرہ روپے ہے اور سرحد میں سترہ روپے ہے، سب لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ They belong to all the four provices of Pakistan. آٹھ روپے سے سولہ روپے جناب سو فیصد اس کی قیمت میں اضافہ۔ جناب روٹی پکی پکائی جو تندرو پر رات کو ایک مزدور اپنی دن کی کمائی لے کے جاتا ہے اور دو روٹیاں خرید کے بیٹھ کے وہاں کھاتا ہے۔ اب یہ روٹی ڈیڑھ روپے سے تین روپے کی ہو چکی ہے۔ اس کی قیمت میں بھی سو فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح چینی کی قیمت کو لے لیجیئے۔ آج میں نے وزیر اعظم شوکت عزیز صاحب کا بیان پڑھا ہے کہ industries کے جو لوگ چینی کو monopolize کر رہے ہیں، ہم نے اس کا nexus توڑنا ہے۔ ایسا آپ ضرور کریں اور یہ آپ کب کریں گے؟ جناب والا! چینی 18 روپے سے 28 روپے فی کلو تک پہنچ چکی ہے۔ چینی کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے It is 56% increase in the last 5/6 years. ہم سب ہر روز دودھ اور چائے پیتے ہیں۔ چائے کی پتی 180 روپے فی کلو سے 280 روپے فی کلو تک پہنچ چکی ہے۔ It is 56% increase. میں جناب والا! data اس لئے لایا ہوں کہ میں زبانی یا کوئی broad based بات نہیں کرنا چاہتا، میں specific figures دینا چاہتا ہوں اور اگر کسی ساتھی کو میری بتائی ہوئی قیمتوں پر اعتراض ہو تو وہ مجھے بتا دے I will correct myself. اس کے بعد دیگر روزمرہ کی اشیاء ہیں۔ گھی ہے۔ اس کی --

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: آپ نوٹ فرمالیں۔

(مداخلت)

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: میں پہلے عرض کر لوں، پھر آپ اپنی تقریر میں ارشاد فرما

لینا۔

جناب چیئرمین: انہوں نے کہا ہے کہ سٹیٹ بنک کی رپورٹ کو quote کریں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: میں مختلف قیمتیں دے رہا ہوں۔ آپ بھی دے دیکھئے۔ اسی طرح گھی Rs.54 per k.g سے Rs.80 per k.g تک چلا گیا ہے۔ اس میں بھی تقریباً 50% increase ہے۔ mutton, جسے چھوٹا گوشت کہتے ہیں، یہ Rs.110 per k.g سے Rs.220 per k.g. تک پہنچ گیا ہے۔ یہ سب کو پتا ہے that is 100% increase. بڑا گوشت Rs.60 per k.g. سے Rs.120 per k.g. تک پہنچ گیا ہے again it is 100% increase. دودھ جو پہلے 18 روپے فی لیٹر تھا، وہ اب 24 روپے سے لے کر 34 روپے فی لیٹر تک پہنچ گیا ہے، Sir, it is 33% increase. جو dry milk ہے، یہ 140 روپے سے 190 روپے تک پہنچ گیا ہے۔ اس میں 36% اضافہ ہے۔ شکر ہے کہ اس میں تھوڑا سا reasonable اضافہ ہوا ہے۔

جناب والا! میں سوئی گیس کے بلوں کی بات کرتا ہوں۔ جب ہم یہاں سے باہر نکلتے ہیں تو main gate پر آپ کو غریب لوگ ملیں گے اور یہ آپ کو بھی ملتے ہوں گے، وہ bill pay نہیں کر سکتے۔ وہ منتیں کرتے ہیں کہ جناب! آپ ہمارا bill pay کر دیں کیونکہ ہماری گیس کاٹی جا رہی ہے۔ جناب والا! پہلے جو average bill Rs.100 آتا تھا، اب یہ Rs.240 ہو گیا ہے۔ There is increase of 140% in Sui Gas bills. بجلی کے bills سب کو آ رہے ہیں۔ پہلے جو minimum Rs.100 کا bill تھا، Now average bill is Rs.250. یعنی 150% اس میں اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح سے average گیس کے sylinder میں 20 روپے سے 30 روپے تک اضافہ ہو گیا ہے۔ جناب والا! میں ساری قیمتیں آپ کی خدمت میں اس لئے پیش کر رہا ہوں تاکہ یہ آپ کے نوٹس میں آئیں۔ جناب والا! پٹرول کی قیمتیں بڑھی ہیں۔ ڈیزل کی قیمت 1999 میں Rs.9.65 per litre تھی، اب اس کی قیمت Rs.27 per litre سے بھی اوپر چلی گئی ہے۔ اس کی قیمت میں 200% اضافہ ہوا ہے۔ مٹی کے تیل کی قیمت میں جو دیہات میں استعمال ہوتا ہے۔ کیا وہاں گیس ہے؟ جناب والا! بلوچستان کے لوگ جہاں سے گیس نکلتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں گیس نہیں ملی ہے تو پھر وہ کیا استعمال کرتے ہیں؟ جناب والا! یہ

مٹی کا تیل ہی استعمال کرتے ہیں۔ مٹی کا تیل Rs.9.50 per litre سے Rs.27 per litre
تک چلا گیا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ مٹی کے تیل میں almost 200% سے بھی زیادہ
increase ہوئی ہے۔ آپ DAP کھاد کی قیمت کو دیکھ لیں۔ DAP کھاد کی بوری پہلے قیمت
650 روپے تھی، اب یہ 1050 روپے کی بوری ہو گئی ہے۔یوریا کھاد کو لے لیں۔ اس کی بوری
کی قیمت 280روپے سے 435 روپے ہوگئی ہے۔سیمنٹ 170 روپے فی بوری سے 250 روپے
فی بوری ہو گیا ہے۔ سریا 16000 روپے سے 36000 روپے فی ٹن ہو گیا۔ اسی طرح اور چیزوں
کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ میرے پاس ایک لمبی list ہے۔ آپ اینٹوں کو لے لیں، یہ 1300
روپے فی ہزار سے 3100 روپے فی ہزار ہو گئی ہیں۔ Sir, you name it and مہنگائی is there
جناب والا! ایک طرف تو مہنگائی کا یہ حال ہے لیکن پھر بھی کوئی concrete measures نہیں
لئے جا رہے ہیں۔ آج میں نے شوکت عزیز صاحب کی چینی کے بارے میں statement ضرور
پڑھی ہے کہ چینی پیدا کرنے والے قیمتوں میں monopolize کر رہے ہیں اور قیمتوں میں
tampering کر رہے ہیں، اس کو check کیا جائے گا۔ یہ تو پہلے ہونا چاہئیے تھا۔ آپ
یونیورسٹیوں کی فیسوں کو لے لیں۔ آپ پرائمری سکولوں کی فیسوں کو لے لیں۔ آپ کسی چیز
کو اٹھا لیں Sir, there is an increase of between 70 to 200 and 400% in various
items. یہ state of affairs ہے۔ Treasury Benches کو چاہئیے that they should join
us and ask the Government کہ وہ appropriate measures لیں۔ جیسے میں نے پہلے
کہا ہے کہ اگر میں تفصیل میں جاؤں گا تو میں اکیلا ہی دو گھنٹے لے جاؤں گا and it is not
enough تاہم میری گزارش ہے کہ اس وقت پاکستان میں price hike بڑا serious
concern ہے۔ micro economic میں جو کچھ improvement 9/11 کے بعد ہوئی ہے I
guarantee you, if they do not check it, sir it will be all eroded and we have
seen this. میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں میں تو State Bank کی report کو quote
کر رہا ہوں جو کہتی ہے کہ جو export growth ہے، یہ economic indicator ہے۔ It can
revert and can be damaged. بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین، سینیٹر اعظم سواتی۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی : اعوذ باللہ من ا لشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین ! شکریہ۔ میں اس ایوان میں کھڑے ہو کر اپنا یہ حق ادا کر رہا ہوں کہ کم ازکم اپوزیشن کے requisitioned اجلاس میں تقریر کروں ۔ اگر میں یہاں کھڑے ہو کر تقریر نہ کروں اور واپس چلا جاؤں تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنا حق divide کے اس طرف بیٹھ کر ادا نہیں کیا۔ آج مہنگائی کی جو صورت ہے اس میں صرف یہ کہوں گا کہ

ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات ۔

یہ وہ الفاظ ہیں جس سے آج میرے ملک کا اور میرے صوبے کا ایک مزدور اور ہمارے founding father, Quaid-i- Azam, Mohammad Ali Jinnah کا ایک عام آدمی ان الفاظ کی ترجمانی کرتے ہوئے اور اس کے تابع اپنی زندگی آج بسر کر رہا ہے۔ آیئے تاریخ کے اوراق کو پڑھتے ہیں اور دیکھیں کہ موجودہ حکومت اس مہنگائی کی ذمہ دار ہے تو ایوان کے اس جانب سے میں یہ کہوں گا کہ نہیں موجودہ حکومت اس مہنگائی کی قطعاً ذمہ دار نہیں۔ اب دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مہنگائی کو کم کرنے اور اس کو کنٹرول کرنے میں موجودہ حکومت کا کردار ہے۔ تو میں یہ سمجھوں گا کہ موجودہ حکومت کا اولین فرض ہے کہ ایک عام آدمی کو مہنگائی کی اس چکی سے، جس میں آج وہ پس رہا ہے، نجات دلانے کے لیے ایسے اقدامات کرے جس سے عام صارفین اور عام آدمی کی زندگی بہتر ہو سکے۔ پاکستان کی تاریخ یہ بتا رہی ہے اور میں انتہائی معافی مانگتے ہوئے یہ کہوں گا اپنے دوستوں کو جو اس جانب بیٹھے ہوئے ہیں کہ اگر میرے الفاظ ان کے احساسات کو مجروح کریں تو میں پہلے سے ہی معافی چاہتا ہوں کہ جہاں ہمیں جناب بھٹو صاحب نے سیاسی بیداری اور ہمارے ملک کا یہ آئین دیا وہاں ایک بہت بڑی لعنت بھی اس ملک کو دی کہ انہوں نے نجی اداروں کو قومی اداروں میں تبدیل کردیا۔ اسی کے اثرات آج تک اتنے عرصے کے بعد اس ملک کے عوام جھیل رہے ہیں۔

جناب عالی ! آپ دیکھیں ساری دنیا میں جب تک آپ عام آدمی کو ایک entrepreneur کو اس ملک کی معیشت میں اہم کردار ادا کرنے کے لیے وہ مواقع نہیں دیں گے

تو حالت وہی ہو گی کہ جتنے بھی آپ کے قومی ادارے ہیں وہ آج سسکیاں لے رہے ہیں۔ میں ایوان کے اس جانب سے ہر دفعہ یہ کہہ رہا ہوں کہ پی آئی اے اور تمام ایسے نجی ادارے، تمام قومی ادارے جو آج اس ملک کی معیشت میں --------

(مداخلت)

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی، جو آج ملک کی معیشت کو تباہ کرنے میں بد ترین کردار ادا کر رہے ہیں ان سے نجات دلائی جائے۔ میں نے کئی مرتبہ یہ کہا کہ the Government has no business to be in business جب تک ہم اپنے ملک کی معیشت پر ان اصولوں کو لاگو نہیں کریں گے اس وقت تک ہم مہنگائی کی اس لعنت سے قطعاً چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے بعد پہلی مرتبہ اس ملک میں جو حکومت بنی اور اس کے بعد جو privatization کا سلسلہ شروع ہوا اس کا سہرا جناب نواز شریف صاحب کے سر ہے لیکن اگر میں یہ بات بغیر اپنے دوستوں کے احساسات کو مجروح نہ کرتے ہوئے کہوں کہ انہوں نے foreign accounts کو جو cease کیا وہ اتنی بڑی لعنت تھی کہ اب تک ہم اس کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر وہ account نہ cease کیے جاتے تو سرمائے کی جو فضا انہوں نے پیدا کی تھی privatization کا جو سلسلہ انہوں نے ہمیں دیا تھا وہ آج جاری ساری رہتا اور معیشت خدا کے فضل سے مستحکم ہوتی۔ آج privatization میں privatization ہو رہی ہے۔ میں موجودہ حکومت کا تہہ دل سے اس بات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ آج ہمارے foreign investor کا confidence create نہیں ہوتا۔ آج بھی وہ اسی مصیبت میں مبتلا ہے۔ آنے والی حکومت، کل کی حکومت، کل کے دن اس کی investment کا اس ملک کے اندر کیا حشر ہو گا۔ موجودہ حکومت میں سمجھتا ہوں کہ اپنے مختلف اداروں کے ذریعے مختلف حالات کے ذریعے یہ confidence building جو investment کی ہے یہ پیدا کر رہی ہے لیکن ایک investor کی حیثیت سے بیرون ملک سے میں اس بات کا عینی شاہد ہوں کہ سب سے پہلے جب investor اس ملک کے اندر آتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ ہمیں قانون اور آئین کی حیثیت سے کونسی ایسی protection ہے۔ جس سے میں حق حلال کی یہ جو investment اس ملک میں

کروں گا۔اس کا مستقبل کیا ہوگا۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں ان measures کو واضح طور پر ان ایوانوں کے اندر مستحکم کرنا چاہیے ۔تاکہ بیرون ملک سے ہمارے پاکستانی اور دوسرے آ کر اس ملک کے اندر investment کریں۔اگر وہ نہیں کریں گے۔کارخانوں کی چمنیوں سے دوبارہ دھواں نہیں نکلے گا۔ اس وقت تک جو inflation یا مہنگائی ہے اس کے اوپر کنٹرول نہیں کیا جا سکتا۔ میں کل ہی World Bank کی ایک رپورٹ پڑھ رہا تھا جس میں یہ کہا گیا کہ موجودہ حکومت کا یہ دعویٰ کہ سات اور آٹھ فیصد پیداواری شرح سے اس ملک میں اضافہ ہوگا۔یہ انتہائی خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے کیونکہ افراط زر اس ساری اچھائی کو اس سارے پیداواری اضافے کو یکسر طور پر کھا جائے گی۔اگر ہم نے افراط زر کے اوپر کنٹرول نہیں کیا۔اس لیے آئیے دیکھیں کہ موجودہ حکومت جس کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس مہنگائی کے اوپر وہ کنٹرول کرے، کونسے ایسے measures کر رہی ہے۔جس سے foreign investor کا confidence build ہو، اندرون ملک جو سرمایہ لگانے والے ہیں۔وہ بھی اس ملک کے اندر سرمایہ لگائیں اور حکومت کے دوسرے جو قومی شعبے ہیں ان کو نجی شعبوں کے اندر تبدیل کرکے ایک ایسا environment یا atmosphere create کیا جائے جس سے اس افراط زر یا اس مہنگائی کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔جناب عالی! جب تک ہم energy کے مسئلے کو حل نہیں کریں گے، میں سمجھتا ہوں اس مہنگائی کے اوپر کبھی بھی کنٹرول نہیں کیا جا سکے گا۔ آج امریکہ کی حالت یہ ہے کہ وہ بیرون ملک تیل کی پیداوار اور تیل کی import پر depend کر رہا ہے جس کی وجہ سے آج اس وقت وہ ریاست جس کے اندر سب سے زیادہ تیل پیدا ہوتا ہے ۔ٹیکساس اس میں اس وقت تیل 1.98 cent ڈالر کے اوپر جو سب سے low quality کا گیس ہے وہ اس وقت بک رہا ہے یا پٹرول جو ہے وہ اس وقت بک رہا ہے۔آج وہاں بھی مزدور اور blue collar کی حالت یہی ہے جس طریقے سے آج قائد اعظم کا عام آدمی اس ملک میں مہنگائی کی چکی میں پس رہا ہے بالکل یہی حالت آج امریکہ میں اس تیل کی مہنگائی کی وجہ سے ساری انڈسٹری جو ہے وہ affected ہے۔ میں سمجھتا ہوں موجودہ حکومت جس طریقے سے وعدے کر رہی ہے یا ہمارے پرائم منسٹر صاحب بار بار یہ کہہ رہے ہیں کہ coal کی انڈسٹری کو develop کرکے ہماری energy کو آگے بڑھایا جائے گا۔ نئے ڈیمز بنائیں جائیں گے جب تک یہ چیزیں عملی طور پر implement نہیں ہوتیں

میں سمجھوں گا کہ مہنگائی سے نجات انتہائی مشکل ہے۔ اب آئیے اس کے ساتھ ساتھ جناب چیئرمین صاحب میں یہ وثوق سے کہوں گا کہ اس کے بہت بڑے عوامل ہیں۔ آپ نے مہنگائی اور افراط زر کو کنٹرول کرنا ہے تو کسی ایک چیز پر آپ انحصار نہیں کر سکتے۔ merit of things کو سامنے لا کر ہی آپ اپنے ملک کی اس کشتی کو ایک اچھی سمت میں رواں دواں کر سکتے ہیں۔ صوبائی خود مختاری انتہائی ضروری ہے اور ایک لنگڑی لولی صوبائی خودمختاری نہیں جو آج ہمیں صوبوں میں بیٹھ کر دی جا رہی ہے ہم وہ مظلوم صوبے ہیں۔ جو آج بھی ہر بات کے لیے centre کی طرف دیکھ رہے ہیں اور بھیک مانگ رہے ہیں۔ National Finance Commission کا راگ اس ایوان کی دلالت کرتا ہے اور اس بات کی دلالت کرتا ہے اور اس ایوان میں ہر دونوں جانب سے یہ کہا گیا کہ National Finance Commission خدارا! اس کے مسئلے کو حل کرنا' انتہائی ضروری ہے تاکہ آپ کے وفاق کے اندر جو units ہیں' وہ اپنی قسمت کا فیصلہ' اپنی قسمت کا تعین خود کر سکیں۔ جناب عالی! آپ نے تو ساری دنیا کی معیشت دیکھی ہے کہ ملک آج کس طرح ترقی کر رہے ہیں۔ China کو دیکھیں' India کو دیکھیں' Malaysia کو دیکھیں دنیا کہاں سے کہاں نکل گئی۔ جب تک آپ ان صوبوں کے اندر بھی چھوٹے units نہیں بنائیں گے' اس سے میری مراد یہ ہے کہ جب کہ بہتر نظام جناب جنرل مشرف صاحب نے ہمیں دیا اور ground reality یہ ہے کہ جب تک union council کو قوت نہ دیں گے تاکہ وہ پشاور کے بجائے' اسلام آباد کے بجائے' اس union council کے اندر اپنے تمام ترقیاتی معاملات کا' اپنی health کا' اپنی education کا اور دوسرے معاملات کا فیصلہ وہ خود نہ کریں۔ جب تک ایک union council دوسری union council سے باقاعدہ طور پر positive competition نہ کرے' اس وقت تک وہ units متحد رہ سکتے ہیں اور نہ ہی وہ ترقی کی جانب گامزن ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان units کو طاقت دی جائے اور طاقت مالیات سے ہوتی ہے' سیاسی طور پر طاقت ہوتی ہے۔ اس لئے ان units کو ایک صوبے کے اندر آپ سیاسی استحکام اور economic development کے لئے ان کو ایک آزاد unit کی حیثیت دیں تاکہ سرحد پنجاب کے مقابلے میں آ سکے۔ وہ اپنی industry کو سرحد میں لانے کے لئے' پنجاب کے بھائیوں سے کہے کہ ہر industry اور ہر سمت میں ہمارے درمیان جب تک صوبوں میں ایک positive

مقابلہ نہیں ہو گا' اس وقت تک ہم اس مہنگائی کی لعنت سے نجات حاصل نہیں کر سکتے۔ میں اس کے ساتھ انتہائی اختصار سے کہوں گا کہ کشمیر کا مسئلہ جسے میرے بھائیوں نے کہا کہ ہماری شہ رگ ہے' انتہائی ضروری ہے لیکن میری تو یہ خواہش ہے کہ میری زندگی کا ایک یہ خواب ہے کہ ہمارے پاکستان اور India کے اندر ایک ایسا دائمی اور ایک ایسے زبردست قسم کی اتحاد کی' امن کی فضا پیدا ہو۔ جس طریقے سے مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے سب سے پہلے India کا دورہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ طالبان کے پیروکار نہیں' وہ انسانیت کے علمبردار ہیں' وہ اس پورے region کے اندر امن اور آشتی چاہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ India اور پاکستان میں جو امن کی فضا اور یہ بات چیت جو confidence build ہو رہا ہے جو بات چیت ہو رہی ہے۔ خدارا! میں اپنے اس ایوان میں شامل تمام بھائیوں سے یہ گزارش کروں گا کہ خدارا! اس بات چیت کو عملی صورت دینے میں اور اس کو مضبوط کرنے میں ہمیں ایک انتہائی اعلیٰ کردار ادا کرنا ہے اور جو اس ملک کے اندر سب سے بڑی خطرناک صورت ہے جناب عالی! جو ہماری افراط زر اور ہماری مہنگائی پر براہ راست اثر انداز ہو سکتی ہے' وہ ہے بلوچستان کی صورت۔ میں وثوق سے یہ کہتا ہوں کہ مشاہد صاحب کی سربراہی کے اندر جو کمیٹی بنی ہے اور میرے پارلیمنٹ کے دوسرے دوست اس کی ترجمانی کر رہے ہیں' اس کو اور نزدیک لایا جائے' ان کے تمام شبہات کو دور کیا جائے۔

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیئے۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی، ہمارے وہاں کے جتنے بھی سردار بڑے بزرگ ہیں۔ میں انشاء اللہ اختصار سے بات کروں گا۔ جتنے وہاں بزرگ ہیں' بڑے ہیں' confidence build کیا جائے اور ان کے تمام خدشات کو دور کیا جائے تاکہ ground کے اوپر یہ دیکھ سکیں کہ واقعی ملک کی حکومت sincere ہے۔ ان کی قسمت کا فیصلہ کرنے میں یہ انتہائی ضروری ہے اور ہم بیرون ملک میں رہنے والے پاکستانیوں کی ہر وقت نظر ہوتی ہے کہ ہمارے اس ملک کے غریب عوام' پسے ہوئے عوام' چھوٹے صوبے ان کے عوام کی حکومت کیا داد رسی کر رہی ہے۔ میں آنسو لئے ہوئے' آج آپ سے التجا کرتا ہوں' جناب جنرل مشرف صاحب سے التجا کرتا ہوں کہ بلوچستان کا مسئلہ میرے اس ملک کی عظمت کا مسئلہ ہے اور اس کو حل کرنے کے لئے میں

سمجھتا ہوں کہ وہ sincere ہیں' وہ مخلص ہیں - جو کمیٹی بنی ہے وہ مخلص ہے - لیکن میں اپنے اس عظیم ملک کو serve کرنے کے لئے دس ہزار میل دور سے آتا ہوں - ترقی اور سیاسی استحکام کی وہ فضاء جس کے لئے میں نے اپنی ذات اس ملک کے لئے قربان کی ہے اور انشاءاللہ کروں گا اس ترقی کی راہ میں جو بھی روڑے ہیں ان کو دور کرنے کے لئے ہر وہ کام کریں جس سے میرا ملک مستحکم ہوسکے - میرے ملک کا وفاق مستحکم ہوسکے اور بلوچستان کے صوبے اور اس کے عوام کی داد رسی ہوسکے -

جناب والا! اسی طریقے سے میں اپنے سیاسی قائدین خواہ وہ مسلم لیگ سے ہوں 'مسلم لیگ(ن) سے ہوں' پاکستان پیپلز پارٹی سے ہوں جو بھی بیرون ملک رہ رہے ہیں' میں اس ایوان کی وساطت سے گزارش کروں گا کہ اگر ہم نے اپنے مسائل حل کرنے ہیں تو ہمیں ان کو اس ملک میں دوبارہ لانا ہوگا - میں یہ سمجھتا ہوں کہ آصف زرداری صاحب کو جب لاہور ائرپورٹ پر روکا گیا - تو وہ ایک غیر سنجیدہ عمل تھا - اس قسم کی چیزیں اس ملک کی ترقی کے لئے نہیں اس ملک کی بہتری کے لئے نہیں بلکہ اس ملک کو پیچھے لے جانے میں کارآمد ثابت ہوں گی - اس قسم کے episode کو آئندہ نہ دہرایا جائے - اسی طرح سے جو ہمارے سیاسی قائدین ہیں' خواہ وہ حزب اقتدار میں ہیں یا حزب اختلاف میں ہیں' ان کو بیرون ملک جانے کی اجازت دی جائے - جائیں وہ دنیا کو دیکھیں اپنے explorer جو ہیں وہ لے کر جائیں کہ پاکستان آج خدا کے فضل سے ایک عظیم قوت کی حیثیت سے' ایک نئے دور کے اندر داخل ہو رہا ہے جو perfection موجودہ حکومت یا ہمارے قائدین حزب اختلاف دے رہے ہیں خدا کے فضل سے یہ ملک قائم رہے گا اور تا قیامت تک قائم رہے گا - وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

جناب چیئرمین، شکریہ - سینیٹر رزینہ عالم صاحبہ۔

سینیٹر رزینہ عالم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! آپ نے مجھے اس اہم موضوع پر خیالات کا اظہار کرنے کا موقع دیا۔ جناب والا! یہ درست ہے کہ مہنگائی ہے اور اس کا اعتراف ہمارے صدر مملکت نے بدین میں اپنی تقریر کے دوران کیا کہ ملک میں قیمتیں کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے اور ہدایات جاری کیں کہ price control کی جائیں -

جناب والا! مہنگائی سے ہمارے ملک کے 70 سے 80% عوام بہت بری طرح متاثر ہیں ۔ قیمتیں جو بڑھی ہیں اس سے ہم خواتین چونکہ ہم گھریلو بجٹ دیکھتی ہیں ہم direct affect ہو رہی ہیں خواتین کا سلیقہ ایک طرف ہو گیا ہے کیونکہ گھریلو بجٹ قابو میں نہیں آتا ۔ جناب والا! اسی طرح جو غریب عوام ہیں جو پہلے دال یا سبزی کھا لیتے تھے ۔اب وہ صرف پانی میں نمک ڈال کر روٹی کھا سکتے ہیں کیونکہ مہنگائی کے سبب ان کی قوت خرید یعنی purchasing power جو ہے وہ اتنی کم ہو گئی ہے کہ انتہائی ضروری اشیاء جیسے آٹا ہے وہی وہ afford کرسکتے ہیں اور یا دوائیں جو کہ بہت ضروری ہیں ۔ اس کے علاوہ ان کے حالات بہت مشکل ہو گئے ہیں ۔ جو سفید پوشی کا بھرم رکھنے والے عوام ہیں وہ بھی بہت مشکلات کا شکار ہیں لیکن یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حکومت کو اس کا احساس نہیں ہے ۔حکومت کو اس کا احساس ہے اور جناب وزیراعظم نے خود یہ ہدایات جاری کیں کہ کمیٹیاں بنیں اور انہوں نے ایک بارہ رکنی کمیٹی بھی تشکیل دی جو کہ مہنگائی پر نظر رکھے اور مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرے ۔

جناب والا! جو ضروری اشیاء ہیں جیسا کہ ہمارے ایک معزز رکن نے بتایا کہ ان کی قیمتوں میں جو اضافہ ہے وہ 12.5% ہے جو کہ سٹیٹ بنک کی رپورٹ میں ہے اور کچھ چیزوں کا اس سے بھی زیادہ ہے اس میں کوئی شک و شبہ کی بات نہیں ہے لیکن قیمتوں میں کمی لانے کے لئے ہم کو بطور ایک قوم کام کرنا ہو گا ۔ ہمیں سب سے پہلے وہ عوامل دیکھنے ہوں گے جن کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور inflation کی شرح 9.9 or 10 % ہوگئی ہے ۔جو اشیائے خوردنی ہیں ان کی قیمتیں بھی بڑھی ہیں ۔

جناب والا! صرف مہنگائی کا رونا رونے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا ۔ سب سے پہلے تو میں سمجھتی ہوں کہ ہمیں ان عوامل کو دیکھنا چاہیے جو مہنگائی کا سبب بنتے ہیں ۔ قیمتوں کے تعین میں جناب والا ! demand and supply کے عوامل بہت کارفرما ہوتے ہیں ۔ اور ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ رسد و طلب بڑھانے یا گھٹانے میں جو لوگ شامل ہیں ان کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے ۔ اور سپلائی بڑھانے کے لئے جناب والا! طریقہ کار سوچنے کی ضرورت ہے اور اس پر عملدرآمد کرنے کی ضرورت ہے ۔ اسی طرح جو ڈیمانڈ بڑھ رہی ہے ۔ ہمارا ملک ایک ترقی پذیر ملک ہے ۔ ہر سال ایک خطیر رقم ترقیاتی منصوبوں پر لگائی جاتی ہے ۔ تو وہ رقم جب circulation میں آتی ہے تو اس کا

جو multiple effect ہے وہ inflationary pressure کو بڑھاتا ہے ۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس کو کم کرنے کے لئے کونسے طریقہ کار ہو سکتے ہیں ۔

اس کے علاوہ جناب والا! گرانفروشی اور مہنگائی کا ایک network ہے ۔ جس میں dealers and growers ہیں ' دکاندار ہیں اور تاجر ہیں یہ سب اس میں شامل ہیں ۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کس طریقے سے زیادہ منافع خوری کے رجحان کو کم کیا جائے ۔ اشیاء کی قیمتوں کو کم کیا جائے ۔ ایک وجہ جناب والا ! یہ ہے کہ مارکیٹ میں مصنوعی قلت پیدا کر دی جاتی ہے ۔ چیزیں غائب کر دی جاتی ہیں تاکہ اس کی قیمت منہ مانگی وصول کی جا سکے ۔ تو اس کو بھی ہم نے نظر میں رکھنا ہے اور اس کا سدباب کرنے کی ضرورت ہے ۔

ایک اہم جزو زرعی پیداوار ہے ۔ اس میں اضافہ کرنا چاہیے کیونکہ ابھی تک ہم اپنی زرعی پیداوار میں خود کفیل نہیں ہو سکے ہیں جبکہ ہمارا زرعی ملک ہے ۔ اگرچہ حکومت حتی الامکان کوشش کر رہی ہے کہ زراعت کو فروغ دے ۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ابھی اس سال بھی ہم نے پندرہ لاکھ ٹن گندم import کی ہے ۔ تو ان حالات میں جناب والا! زرعی پیداوار میں اضافے کے لئے مزید زمین کو زیرکاشت لانے کی ضرورت ہے ۔ فی الحال ہماری 53% زمین agricultural land زیرکاشت نہیں ہے اور بنجر پڑی ہے ۔ اس کو زیرکاشت لانے کے لئے جناب والا ! ہمیں اپنے آبی وسائل بڑھانے ہوں گے اور آبی وسائل بڑھانے کے لئے جو اقدامات حکومت تجویز کرتی ہے کہ نئے ڈیم بنیں ' اس پر عملدرآمد ہو ۔ اس کے لئے ہم لوگوں کو ' پارلیمنٹیرینز کو اپنا ایک کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے ۔

جناب والا ! معاشرے میں ہمیں چیزوں کی demand کم کرنے کے لئے austerity drive کو فروغ دینے کی ضرورت ہے ۔ کفایت شعاری اور سادگی کی مہم کو فروغ دینے اور اختیار کرنے کی ضرورت ہے اور وہ طبقہ جو ہمارے ملک کا 15% ہے یہ اس کے لئے ہے کہ وہ ابتدا کریں اور سادگی کی ایک مہم شروع ہو ' اخراجات میں کمی کی مہم شروع ہو تاکہ demands کم اور supply زیادہ ہو' اس طرح قیمتیں نیچے لائیں ۔

جناب والا! ان تمام وجوہات کو دیکھتے ہوئے میں سمجھتی ہوں کہ جو اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے ان میں سب سے پہلے موثر price committees کا قیام ہے ۔ جن ملکوں نے اپنی

قیمتوں کو کنٹرول میں رکھا ہے جیسا کہ ہمارے پڑوسی ملک بھارت میں ہے کہ اگر ہم ان کا price index دیکھیں تو وہ ہماری قیمتوں سے کافی حد تک کم ہیں۔ ان کے ہاں بھی یہ ہے کہ محلے کی سطح پر بھی price control committees ہوتی ہیں جو کہ قیمتوں کو کم رکھنے میں اپنا موثر کردار ادا کرتی ہیں۔ میری تجویز ہے کہ price control committees صوبوں، ضلعوں، تحصیلوں اور اس کے علاوہ محلوں میں بھی قائم ہوں۔ ان میں عوامی نمائندے شامل ہوں۔ صارفین تو ہم سب ہیں لیکن وہ لوگ جنہیں مہنگائی سے direct نقصان پہنچ رہا ہے وہ ان میں شامل ہوں اور وہ کام کریں اور ان کو عدلیہ اور پولیس کا تعاون بھی حاصل ہو تاکہ اگر کہیں ضرورت پڑے تو وہ اس کا سدباب کرنے کے لیے قانونی چارہ جوئی کر سکیں۔

زرعی پیداوار کے فروغ کے لیے جیسے میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ ہمارے ٹیوب ویلز کی بجلی کو کچھ سبسڈی دی جائے تاکہ کسانوں کو ایک طرح کا relief ملے اور جیسا کہ میں نے ابھی پہلے عرض کیا کہ مزید زمین under cultivation لائی جائے۔ اور اس کے لیے آبی وسائل بڑھائے جائیں۔

جناب والا! ہمارے ہاں جب کوئی چیز پیدا ہوتی ہے تو پیداوار میں middle man آڑھتی اور اس طرح کے کافی لوگ بیچ میں شامل ہوتے ہیں اور grower سے جو سامان مارکیٹ میں پہنچتا ہے اس میں middle man کا ایک خاص role ہوتا ہے اور وہ کافی چیزوں کو کنٹرول کرتا ہے جس کی وجہ سے اکثر قیمتیں زیادہ ہوتی ہیں اور انہیں ہم کنٹرول نہیں کر پاتے ۔ جناب والا! ان کمیٹیوں کو یہ ہدایت بھی کی جائے کہ ہماری price control committees middle man کو جتنا کم کر سکتی ہیں، کریں تاکہ قیمتیں اس طرح کئی ہاتھوں سے گزر کر مزید نہ بڑھنے پائیں۔

جناب والا! جہاں تک بیروزگاری کا تعلق ہے اگر ہم اپنے ملک کی قیمتوں کو کسی بھی ترقی یافتہ ملک کی قیمتوں سے compare کریں تو ہمیں اپنے ہاں بہت کم قیمتیں نظر آئیں گی لیکن چونکہ ہمارے ہاں تنخواہیں کم ہیں، ہمارے ہاں غربت کی لکیر سے نیچے رہنے والے تیس فیصد یا اس سے بھی زیادہ لوگ ہیں تو ضرورت اس چیز کی ہے کہ ہم مہنگائی کو ایک چیلنج سمجھ لیں اور چیلنج سمجھ کر بطور parliamentarian، ایک شہری، ہم جس جس جگہ پر ہیں، ہم ایک قوم کی

حیثیت سے مہنگائی کے خلاف جہاد کریں اور اس کے خلاف کام کریں بجائے اس کے کہ ہم مہنگائی کا صرف ذکر ہی کرتے رہیں۔

اور ایک چیز جناب والا acceptance ہے۔ ہمارے معاشرے میں اگر کسی چیز کی قیمت بڑھ جاتی ہے تو ہم یہ نہیں سوچتے کہ ایک باقاعدہ مہم چلائیں۔ پچھلے دنوں پیاز کی قیمت اور ٹماٹر کی قیمت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی اور میں نے اس چیز کو کہا بھی اور محسوس بھی کرتی ہوں کہ ایک مہم چلنی چاہیے کہ اس چیز کا استعمال ہم کم سے کم کردیں تاکہ اس کی demand کم ہو اور اس کی قیمت نیچے آئے۔ جب تک ہم بحیثیت قوم مہنگائی کے ساتھ نبرد آزما نہیں ہوں گے بات نہیں بنے گی اور اس کو چیلنج سمجھ کر قبول کریں اور اس کے خلاف دیکھیں کہ کون سے عوامل ہیں جن سے ہم اپنے ملک میں مہنگائی کو کنٹرول کر سکتے ہیں۔ اس کے بغیر جناب والا! مہنگائی کنٹرول نہیں ہو سکتی۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین۔جناب انور بیگ صاحب

Senator Muhammad Enver Baig: Thank you Mr. Chairman. Sir, yesterday we were discussing the political situation of our country and today we have come to the most important aspect where a common man in our country is suffering today in the price hike of living in his daily life. Sir, I have to state with deep regret that economic managers of this country were supposed to be here today sitting in one of these galleries to make a note of all the public representatives here on both sides of aisle, to take a note of the price hike which is currently prevailing in the country and by which every common man in this country is affected, including ourselves. Unfortunately the Minister concerned is not here and the Economic Managers are not here.

Mr. Chairman, I would like to bring to your knowledge and to this

House that Mr. Musharraf, General Musharraf, infact I did mention this to you as well, on the 28th of December, 2004 made a public announcement that the minimum wage rate of the unskilled workers has been raised from 2500 to 3000. Sir, we are today on the 27th of April and unfortunately, the Ministry of Labour and Manpower who is supposed to get these wages implemented has done nothing as far as the increase of these wages are concerned. This shows the interest the Government ministers are having in the welfare of a common man in Pakistan.

Sir, Mr. Ishaq Dar, gave some prices of the daily commodities. I would just like to quote some of them which hits a common man.

5 Kg. Sugar, we all know 28/- گھی ڈالڈا 395/- روپے کا ، 29 Kg. آٹا 240/- روپے کا
Sir, چنے کی دال 36/- روپے کی ایک کلو۔ مونگ کی دال 38/- کی ایک کلو۔ per kg. Tea.
مسور کی دال 48/- روپے کی ایک کلو۔ these prices are as of 7.00 a.m. this morning.
ماش کی دال 44/- روپے کی ایک کلو۔ سفید لوبیا 40/- روپے کا ایک کلو۔ دودھ 33/- روپے کا ایک
Mutton Rs.220/- a kilo, Beaf Rs.145/- a kilo. Now, کلو۔ چکن 88/- روپے کا ایک کلو،
let us come to the vegetable. Onions Rs.30/- per kg. Tomatoes Rs.32/-
جناب کریلا 80/- روپے کا ایک کلو۔ گوبھی 24/- کی per kg. Potatoes Rs.24/- per kg.
ایک کلو۔ ادرک 80/- روپے ایک کلو۔ لہسن 80/- روپے کا ایک کلو۔ بھنڈی 40/- a kg. جناب!
I just wonder how that man is اگر ایک بندے کی minimum wage Rs.2500/- ہے،
جناب! پچھلے چھ مہینوں surviving in this country with these prevailing prices.

I have to state with deep regret that about 700 Pakistanis have killed میں، themselves because of economic reasons. So much so, in Lahore, in last month, a man slit the throats of his three children and he finally slit his throat as well. Sir, this is the state of affairs in this country as far as the

price hike is concerned. On the other hand, what we read in the newspapers, the Speaker of the National Assembly is getting a new house for himself for 32 million and sir, this is not the end of it. The President of Pakistan and the Prime Minister of Pakistan are going to purchase two aircrafts each one for themselves at costing about 25 million dollars each.

جناب! اگر اس طریقے سے پیسہ خرچ کیا جائے گا تو غریبوں کا کیا ہونا ہے' Sir, I

can't understand this. Then the honourable Ministers are getting 40 bullet

کی کیا Mercedeze Benze جناب اس کی قیمت آپ کو پتا ہے' آج کل proof cars.

میں نہ آیا public life جناب! پھر وہ Sir, if they are fearing their lives قیمت ہے۔

Then they should sit home and eat their bread and butter whatever کریں۔

public life and they cannot if they come into اس طریقے سے they get. But

جس طریقے سے یہ جہاز خرید رہے ہیں' spend the money of the poor in this fashion,

and all the other vehicles which are یہ گاڑیاں خرید رہے ہیں اور یہ بڑی بڑی لیموزینز

ہو رہے ہیں جس Government expenditures ایک طرف تو یہ being purchased. Sir,

of course one would طریقے سے خرچ کر رہے ہیں lavishly, ایسے اگر اپنے پیسے خرچیں تو

say but since it is public fund how do they spend it. On the other hand

by ہمیں یہ لکھ کر دیا گیا ہے coming to the labour community of this country,

جہاں the Workers Welfare Board of the Ministry of Labour and Manpower,

پر یہ لوگ غریب labourers کے لیے living quarters بناتے ہیں۔ جناب! انہوں نے یہ

and this is the entire list they have given میں 99 جولائی ہیں کیے شروع projects

for all the four provinces and you will be amazed that the projects they

80% of these labour colonies are not آج تک have started in June of 1999,

labour colonies in various parts of the یہ آج تک میں سال پانچ completed.

country have not been complete. When we ask the question to the

every year کہ جی اس کی position کیا ہے اور دوسری بات Labour Ministry officials they are releasing the funds 20 million, 30 million for those projects.

Why is it taking so long? Have کہ اس کی stage کیا ہے؛ When we ask them you monitored it? Sir, do you know what the answer was? Mr. Chairman, to monitor. I said, "Do you know if ہمارے پاس کوئی system نہیں ہے they said there is any brick laid in that area?" He says, "No sir, we have no

کے information". I said, "On what basis are you releasing these funds?" ہیں جناب یہ حکومت کا procedure ہے' یہ ہر سال release ہوجاتے ہیں۔

Sir, this is the kind of governance this Government is giving to the poor people of this country. On one side they are purchasing aircrafts, they are purchasing luxury cars.

اور جو غریبوں کے گھر ہیں'

sir, this is what they are doing with the poor people of this country.

My honourable friend, well, ex-friend, Rao Sikandar sahib,

حال غریبوں کا یہ ہے کہ ان کے پاس کھانے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ اپنا ایک son-in-law, major in the regular army, he gets him retired from there and gets him inducted in PIA at the wage of Rs.80,000/-.

Mr. Chairman: Please avoid personal things.

Senator Muhammad Enver Baig: Sir, the point is, we have to tell the people of this country that this loot cannot go on like this. Then we have another honourable Senator with all due respects to him, Senator Nisar Memon, he got his daughter engaged at the salary of Rs. 150,000/-. Sir, listen to me. The point what I am trying to say is this,

but the people who are ruling this country, this is غریبوں کے لیے پتھر ہیں '

میں آپ کو آج یقین سے کہتا ہوں - how they are floating Government funds. Sir,

اس ملک میں ایک ایسا storm آنے والا ہے کہ ہم لوگ اپنے گھروں سے دفتر نہیں جا سکیں گے۔

یہ For God's sake fear that day because today we are living in a volcano,

Please for God's sake, the Government of the - کسی وقت بھی erupt ہو سکتا ہے

day should come to its senses. They should understand the problem of a

poor man. ہمارے economic managers, چیئرمین صاحب!----

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیے گا۔

سینیٹر محمد انور بیگ۔ چیئرمین صاحب! ہمارے economic managers budget

بناتے ہیں in the back drop of Margalla Hills, in the airconditioned rooms.

Sir, they are far from reality. کراچی جائیں گولیمار میں، نیو کراچی میں، اورنگی ٹاؤن میں۔

لاہور جائیں موچی دروازے پر جائیں، اندرون شہر جائیں، راولپنڈی میں جائیں، پشاور میں جائیں، sir,

they are far away from reality. For God's sake, please communicate to

these people that there is a volcano erupting soon in this country and if

this *mehngai* is not controlled, I think we are heading for a doom's day

scenario.

جناب! کل کی خبر ہے، ہمارے ملک میں حال یہ ہے کہ contaminated water سے

جیکب آباد میں 100 بندے including children have died. حیدرآباد جو ہمارا شہر ہے اور

آپ کا بھی شہر ہے، so many people died about 7, 8 months ago, جناب! مجھے یہ

بتائیں، has the ruling elite, the Government of Sindh or the Federal

Government suspended any one individual. Any one individual has been

taken to task? No جیکب آباد میں جو حادثہ کل پرسوں کا ہوا ہے I don't know how

many children and ladies are going to die. Sir, for God s sake please

communicate to the Government. Please give attention to these problems.

Don't go in for all these luxuries. یہ کہیں نہیں لے جائیں گے Sir دو دن کی زندگی
ہے۔

Mr. Chairman: Please conclude now.

Senator Muhammad Enver Baig: We will all get over by.

دوسری بات sir, last year.

جناب چیئرمین، بیگ صاحب ٹائم ختم ہو رہا ہے آپ کے پاس دو منٹ ہیں۔

Senator Muhammad Enver Baig: Sir, I will just wind up very soon. Last year, I have all the respect for the Armed Forces of this country. There are so many sacrifices which the Armed Forces have given for this country. Sir,

یہ کوئی justification نہیں تھی

the former Finance Minister, Mr Shaukat Aziz who is today the Prime Minister of this country. Sir, 30 billion of rupees of Armed Forces pension fund which has always been in the defence budget.

وہ اٹھا کے وہاں سے تیس بلین روپے civilian budget میں ڈال دیا Why? وہ تیس بلین
اگر کہیں غریب لوگوں پر لگتا، سکولوں پر لگتا، ہاسپٹلز پر لگتا تو at least کوئی improvement
اس ملک میں ہوتی۔ Sir, this is not fair and I hope the current managers in the
Economic Division and the Finance Division will ensure کہ یہ جو Armed
Forces کا Pension Fund ہے This should go in the defence budget and not
into the civilian budget. Another thing sir, EOBI نے تین بلین روپے کراچی
Stock Exchange میں invest کیے اور یہی EOBI کا جو فنڈ ہے یہ غریب لوگوں کا پنشن فنڈ
ہے and I am told through my sources that in this crash of the Stock

یہ کس کا پیسہ ہے؛ Exchange last month, the EOBI has lost one billion rupees.

جو ساری زندگی Sir, are we trying to play with the funds of the poor people

محنت کرکے جمع کیا اور

this is a result what we are giving to these poor people. Sir, I need an answer to all these questions which I have mentioned. Sir, another important thing which I would like to bring to the notice of this House is that this affects all my friends sitting in this room and everybody. Sir, the airport taxes,

آپ دیکھیں حکومت کس طریقے سے غریب آدمی کو لوٹ رہی ہے and who is affected by

جو آپ کو یہ all these taxes. Overseas Pakistanis اپنی محنت کرکے remittances

کی گرمی سہہ کر، آپ کو پتا ہے کہ وہاں کیا گرمی ہوتی ہے Middle East and this is the

kind of duties we impose on these poor people. Overseas Pakistanis

living in Europe and America, sir, you will be surprized that foreign travel

ایک tax adult کا اور child کا is 1500 rupees, اچھا اب جناب I would like to have

your attention, Mr. Chairman! there is something known as war

یہ اس وقت لگی تھی جب افغانستان کی war شروع ہوئی۔ insurance. Afghanistan war

is over. The election are held. Things are very peaceful in that country.

Sir, the Government of Pakistan is charging from the poor workers of this

وہ کیا کہتے ہیں country.

They are charging war insurance per coupon. If you are travelling Islamabad, Dubai, Paris, for example, you are paying a 300 rupees war insurance between Karachi and Dubai where there is no Afghan war now. You are paying another 300 rupees if you are flying from Rome to Paris you are again paying war insurance. Sir, for God's sake, there is absolutely

no justification in looting the poor people of this Pakistan and 95% people who are affected by this are Oversseas Pakistanis and labour community of this country

جو بے چارے سعودی عرب، یو اے ای، کویت میں جا کے محنت مزدوری کر کے آپ کے یہاں خزانے بھر رہے ہیں اور آپ ان کے ساتھ یہ حال کر رہے ہیں۔

Sir, I think Government has to become a bit more serious in all these affairs and all other things. I like to tell you which is interesting sir, you see, how people are looting this country. Gulf Airlines who operates it from Middle East into Pakistan, they do not pick up any fuel from Pakistan on their turn around to their destinations. They pick up fuel from their origin point of take off and sir, this fuel charge is being charged on every passenger for Middle East. They are charging Rs. 2500 and for Europe and America Rs. 4500. Sir, Gulf Carrier, I repeat, do not pick up fuel from Pakistani Airports. Inspite of that they are levying the fuel surcharge.

ہر passenger کو اڑھائی ہزار on the Gulf route and ساڑھے چار ہزار on the Europeen route دینا پڑتے ہیں۔

inspite of the fact that they do not pick up the fuel from here. Therefore, for God's sake, the Ministry of the Defence and Civil Aviation Authority has to take note and this money is repatriated in Foreign Exchange with out any rhyme and reason. I think that State Bank of Pakistan has to take note of this that the Airlines who do not pick fuel, they are not supposed to charge any fuel surcharge on the Pakistani passengers.

جناب چیئرمین: آپ ذرا time کا خیال رکھیں۔

Senator Muhammad Enver Baig: Sir, I am just winding up. Sir, I would like a written statement if possible to place it on the floor of the House for which I will be grateful that what have they done in the Education Sector and in the Health Sector in the last five years. If they could just give us province wise break down of all the new hospitals and new schools made during the last five years and secondly, I would like to also request to the honourable Minister for Labour and Manpower, if he could give a trade wise list, of the people who have got jobs in the last five years province wise and projects wise, so that we would know that how serious is this Government to fight against poverty in this country. Sir, finally I would like to say, as you very well know that the property prices in this country today are sky rocketing.

جناب والا! اس ملک میں اب حال یہ ہوگیا ہے کہ غریب آدمی اور middle class آدمی اپنے مکان
کا نہیں سوچ سکتا ۔ and I think 90% of Senators in this House are middle class or upper middle class and I tell you sir, I think probably one or two

خدا کے واسطے gentlemen can afford new house, plot or land in Islamabad. Sir, there is something drastically wrong with the policy of this country. There is no bar on this price hike in Lahore, Karachi and Islamabad. It has gone out of reach of a common man. Sir, for God's sake, economic managers have to come to their original senses, understand the problems of the people and please for God's sake, try to control this volcano, otherwise all of us will be in deep trouble. Thank you, Mr. Chairman.

سینیٹر تنویر خالد: جناب والا! Point of order.

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ جب آپ کو تقریر کا موقع ملے گا تو اس وقت یہ بات کر لینا۔ عزیز اللہ سانگزئی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ سانگزئی، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے وقت عنایت فرمایا ہے۔ کل سے لگ رہا تھا کہ کچھ ہاؤس میں تیزی تھی اور آج صبح سے ایک دم بازار چڑھ گیا اور بڑی حکمت سے آپ نے اس کو cover کیا۔ میں اس پر آپ کو داد دیتا ہوں۔ جس طرح آپ نے اس ہاؤس کو دو سالوں میں چلایا۔ کھٹی، میٹھی اور تلخ باتیں سنی اور محسوس نہ کیا، میں اس پر بھی آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دو سال کے اندر غالباً یہ دوسرا واقعہ ہو گا جس کے تحت سارا سینیٹ متفق ہو گیا اور اپنے حالات کو بھانپتے ہوئے فی الفور اس پر action لیا، اس کی بھی ہم آپ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

ہاشمی کی حشمت فی الفور ہو گئی ختم ۔

ظلم ختم وہیں ہوا جہاں سے لیا تھا جنم

(اذان کی آواز)

جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ اس لیے ادا کر رہا تھا کہ دو سال سے پاکستان کے عوام کے اندر بلکہ بیرون ممالک میں بھی آپ کی مثالیں، آپ کی شرافت، آپ کی بصیرت اور تحمل و بردباری کی دی جاتی ہیں۔ اگر میں اس کا اعتراف نہ کروں تو یہ زیادتی ہو گی۔ جیسے کہ موضوع قیمتیں ہیں، جناب! حقیقت، حقیقت ہوتی ہے جتنا بھی اس کو چھپایا جائے وہ حقیقت ہوتی ہے۔ جیسے میرے ساتھیوں نے بتایا، میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہوں گا، صرف دو تین باتیں عرض کروں گا۔ میں ایک چھوٹا زمیندار ہوں اور میرے ساتھ زمین ہے، میں اس میں زمینداری کرتا ہوں۔ آپ سے تین یا چار سال پہلے جناب والا! زمین کے اندر DAP، یوریا، فاسفورس اس قسم کی کھادیں ڈالی جاتی ہیں۔ آپ کی بھی زمینیں ہیں، آپ کو بھی پتا ہو گا۔ میں خود کاشتکاری بھی کرتا ہوں، 600 روپے قیمت تھی، آج وہ 1100 روپے پر ہے۔ یوریا تین سو روپے تھا آج وہ -/600 روپے کے قریب پہنچ گیا ہے۔ آپ نے گندم کی قیمت -/400 روپے کر دی۔ ظاہر ہے پاکستان کی 80% آبادی جس کا تعلق زراعت سے ہے ان پر حد سے زیادہ اثر

پڑے گا اور وہی لوگ بھگتا کریں گے۔ میں آپ کے توسط سے گزارش کروں گا کہ ان قیمتوں کو فی الفور پیچھے لایا جائے، کم کیا جائے تاکہ زمیندار کو support ملے، سستی اجناس پیدا ہوں اور سستا مواد ملے ورنہ کوئی اور چیز، کوئی طریقہ، کوئی ترکیب نہیں ہے کہ آپ سستی گندم لوگوں کو مہیا کریں جیسے میرے ایک ساتھی نے کہا کہ ابھی ڈیڑھ روپے کی روٹی تین روپے میں مل رہی ہے میں اس کو آگے بڑھاتا ہوں بلوچستان میں ایسے علاقے ہیں جن کا ہم نے دورہ کیا۔ چھ روپے کی روٹی ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! آپ بتائیں ہم جائیں تو کہاں جائیں، اوپر سے کہا جا رہا ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے اور ہم ٹھیک کو ٹھیک کہتے ہیں۔ ٹھیک ہونا چاہیے لیکن حقیقت میں ٹھیک نہیں ہے۔ میں پاکستانی ہوں اس ملک کا باشندہ ہوں مجھے جب ایک روٹی چھ روپے میں ملے گی اور وہ روٹی یہاں آپ کو ڈیڑھ روپے میں ملے گی۔ تین روپے میں ملے گی تو میں کتنے آدمیوں کا منہ بند کروں گا اور آپ بولتے ہیں شاید ابھی آپ نے چھوڑ دیا ہے۔ سب سے پہلے پاکستان! تو میں پہلے بھی نہیں بولتا تھا سب سے پہلے پاکستان اور اب بھی نہیں بولوں گا، میں اب بھی یہی بولوں گا کہ سب پہلے سستی روٹی دو، اس کے بعد پاکستان! عزت مآب! مجھے معلوم ہے یہاں آپ کو پراٹھے ملتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے آپ گھی میں تلی ہوئی روٹی کھاتے ہیں اس کے مقابلے میں ایسے صوبے اور ایسے علاقے ہیں جن لوگوں کو دو وقت کی سوکھی روٹی، تین وقت کی، چار وقت کی مہیا نہیں ہوتی ہے۔ میں کیسے کہوں سب سے پہلے پاکستان! اسی پر عرض ہے

میری سوچ اور ہے تیری سوچ اور ہے
میرا قبلہ اور ہے تیرا قبلہ اور ہے
تیری سوچ ہے انگریز کی میراثمن
میری سوچ ہے تھام مدنی کا دامن

عزت مآب! میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ حقیقت میں اگر ہم اپنے پاکستان سے مخلص ہیں تو ہم اپنے پروگرام اپنی روایات اور ہمارے قومی رواج کو زندہ کریں گے۔ ہم کسی کے پیچھے جا کر کبھی ترقی نہیں کر سکتے ہیں۔ وہی ہو گا جو کوا چال سیکھنے گیا تھا وہ اپنی چال بھی بھول گیا۔ آج آپ کوے کو دیکھیں وہ چل نہیں سکتا ہے jumps لگاتا ہے حالانکہ تاریخ کہتی ہے کہ کوے کی

یہ چال نہیں تھی۔اس لیے میری گزارش ہے کہ اگر آپ اپنی سوچ اور اپنی طاقت اس ملک کے لیے استعمال کریں گے سب سے پہلے ہم ہوں گے جو آپ کی حمایت کریں گے ۔ آپ نے کہاں پہنچا دیا۔ آپ کہتے ہیں سب ٹھیک ' میں بھی مانتا ہوں ٹھیک ہے ' پاکستان کا سب سے بڑا شہر کراچی ' وہاں جا کر دیکھیں ۔ پندرہ سولہ آدمی تو کہیں گئے ہی نہیں ' وہ تو شکار ہیں ہی ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ سب ٹھیک ہے ' میں بھی کہتا ہوں سب ٹھیک ہے ' بالکل ماننا نہیں تھا میں مگر مان گیا ہوں لیکن میرے لیے مسئلہ یہ پیدا ہو گیا ہے ' یہ چیزیں اخبارات میں چھپ گئی ہیں کہ ڈاکوؤں نے بھی اخبار میں دے دیا ہے کہ اب ہم رات کو ڈاکے نہیں ڈالیں گے ہماری صحت کے لیے مضر ہیں۔برائے مہربانی فی ڈاکو پانچ لاکھ ہمیں بھیجو ' مہنگائی بہت ہو گئی ہے ' Rado گھڑی اب نہیں لیں گے اس کے ساتھ اب rolex آنی چاہیے۔بڑی ترقی ہو گئی اور سادہ پگڑی بھی نہیں لیں گے بوسکی کی پگڑی ہونی چاہیے ۔یہ چیزیں چھپ گئی ہیں ۔ عزت مآب! اخبار میں آ گئی ہیں۔ آپ ملک کے والی ہیں۔ آپ کے پاس اس وقت پاور ہے۔ آپ کے پاس طاقت ہے۔ان لوگوں کو کیوں نہیں بلاتے اور پھر میں دیکھوں کہ کیسے مہنگائی ہوتی ہے۔جب آپ خود اس چیز کی طرف توجہ نہیں دیں گے۔تو ہم لوگ چیختے ہیں ' چلاتے ہیں فریادیں کرتے ہیں۔ آپ ان پر بھی پابندی لگاتے ہیں کہ آپ کا تو سارا دن یہی رویہ ہے۔اتنے ترقیاتی کام ہو گئے ہیں یہ ہو گیا ہے اور وہ ہو گیا ہے ۔درست ' میں مانتا ہوں کہ ترقیاتی کام ۵۰ سال میں نہیں ہوئے ' مگر آپ نے شروع کیے ہیں اس کے سو گنا اور شروع کریں تب ہمارا' ان مزدوروں کا' ان غریبوں کا' ان پاکستانیوں کا ازالہ ہو گا ورنہ سب سے پہلے پاکستان ہم لوگ کبھی بھی نہیں کہہ سکتے ہیں۔ جناب! اب آئیں' میرے ساتھیوں نے بتایا کہ پٹرول' ڈیزل--- کیونکہ ہم لوگ زراعت پیشہ ہیں اور آپ کہیں گے کہ کوئی مہنگا نہیں ہے کیونکہ دنیا میں یہ ہے' میں مان گیا۔میں بالکل مان گیا' آپ مہربانی کریں' مجھے اجازت دے دیں' میرا پڑوسی ملک ہے' میرے ساتھ چار میل' دو میل' آٹھ میل اس کی سرحد لگتی ہے۔ پاکستان میں ڈیزل تقریباً 28 روپے اور ایران کی سرحد' ضلع پنجگور' تحصیل پنجگور 13 روپے لیٹر۔ اس کے بعد پنجگور میں 15 روپے لیٹر' اس کے بعد تفتان میں 16 روپے لیٹر۔اور آپ مجھے وہ تیل بھی خریدنے کے لئے نہیں چھوڑتے ہیں جبکہ میں پاکستان کا تیل لیتا ہوں' میری Government کی قیمت 28 روپے اور وہ مجھے 36 روپے میں پڑتا ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ مہنگائی نہیں ہے' میں مان گیا کہ مہنگائی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیئے گا۔

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ سانگرنی، جناب! مجھے بالکل یقین تھا کہ آپ ضرور یہ کہیں گے اور اگر آپ چاہیں تو میں بیٹھ جاتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ ابھی دو منٹ بھی نہیں ہوئے ہیں۔ عزت مآب! میں آپ کو آگے بتانا چاہتا ہوں' آخر آپ کیا چاہتے ہیں' مجھے یہ بتائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں کہ لوگوں کے گھروں کے اندر آپ نے FC کی چوکیاں بنانا شروع کر دی ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد کی زمینوں پر آپ نے جا کر جنگلا لگا دیا ہے۔ آخر کیوں؟ کیا مہنگائی ادھر اثر کر رہی ہے؟ جب میرا گاؤں ہو گا' جب میرا شہر ہو گا' آپ اس میں آ کر چوکی لگائیں' عزت مآب! یہ قطعی برداشت نہیں ہو گا' ہم عزت دینا بھی جانتے ہیں' عزت لینا بھی جانتے ہیں۔ اگر آپ میری ایک قدم بڑھ کر عزت کریں گے' میں آپ کی دس قدم بڑھ کر عزت کروں گا۔ آپ اگر میری تھوڑی سی' بالکل تھوڑی سی بےعزتی کریں گے تو کچھ نہیں ہو گا۔ میں آہ تو کر سکتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ ڈنڈا آپ کے پاس ہے لیکن یہ یاد رکھیئے کہ ڈنڈا کسی مسئلے کا حل نہیں ہے۔

جناب! اس کے بعد گوادر پر آئیں' وہاں پر بھی بالکل مہنگائی نہیں ہے۔ آپ یقین کیجیئے' میں آپکو یقین دلاتا ہوں' آپ جا کر record دیکھ لیجیئے' وہاں کے مقامی لوگوں کو' کسی کو کوئی پلاٹ allot نہیں ہوا ہے اور باہر کے لوگوں کو پلاٹ allot ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ ملک کے باہر کے لوگوں کو لا کر انہوں نے allot کیا ہے' آخر یہ کیوں؟ جبکہ زمین میری ہے اور آپ نے اوپر جنگلا لگا دیا۔ آپ بتائیں' میں کیا کروں؟

اس کے بعد پاکستان کے اندر چار قسم کی تعلیم' دو قسم کے rates, کچھ لوگوں کے لئے وہی چیز 8 روپے میں ہے اور میرے لئے وہی چیز 25 روپے میں ہے۔ آپ مجھے بتائیں' میں یہاں پر یہ بات بھی نہ کروں تو آخر کیا کروں؟ جناب چیئرمین صاحب! میں اس House کے توسط سے کہہ رہا ہوں کہ coast guards نے اتنا ادھم مچایا ہوا ہے' لوگوں کی کاغذات والی گاڑیاں۔۔۔' اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ثبوت دوں گا' راولپنڈی کی registration, excise duty 5000 تک paid, چار مہینے سے ان لوگوں نے گاڑی پکڑی ہوئی ہے' اگر تم نے بات کی تو

ہم اس گاڑی کو ختم کر دیں گے اور تم کو گرفتار کر لیں گے، تم بڑے سمگلر ہو۔ آپ مجھے بتائیں، میں جاؤں تو کہاں جاؤں؟ میرے عوام جائیں تو کہاں جائیں؟ اگر ہم کچھ کہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ رونا رو رہے ہیں۔ اس پر رنگ لگا دیا ہے اور اس پر colour کر دیا ہے، land cruiser گاڑی ہے، کاغذات complete, tax complete لیکن وہ لوگ استعمال کر رہے ہیں۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں، میں آپ کو بتاتا ہوں، یہ مارکیٹیں، میں آپ کو بتاتا ہوں، کھلم کھلا کہ اورماڑہ، پسنی، گوادر یہاں سے لاکھوں نہیں، کروڑوں کی ہیروئن سمگل ہوتی ہے۔ یہ کون لے جاتا ہے؟ آخر یہ کیسے جاتی ہے جبکہ آپ کسی کو دو لیٹر ڈیزل یا دو لیٹر پٹرول پر نہیں چھوڑتے ہیں۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے، میں کہتا ہوں کہ مہنگائی ہے۔

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے، وقت ہو گیا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ سانگزئی، جی جناب میں ختم کر رہا ہوں ۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ تلخ بات تلخ ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے جناب ہمارا دل جل رہا ہے، ہمارے ساتھ ناجائز ہو رہا ہے، ظلم ہو رہا ہے، بربریت ہو رہی ہے ہم کب تک اس کو برداشت کریں ۔ آپ مجھے یہاں سے بھی تیل نہیں دیتے ہیں، ہماری زراعت تباہ کر رہے ہیں اور وہاں ایران سے بھی مجھے نہیں لینے دیتے اور ہم پر الزام لگاتے ہو کہ تم بڑے سمگلر ہو ۔ کل ایک معزز وزیر نے کہا کہ جناب یہ سمگلر ہیں ۔

جناب چیئرمین! میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں جس آدمی کو چھتیس روپے لیٹر گھر میں پڑے اس پڑوسی ملک کے ساتھ اس کو چودہ روپے لیٹر ملے اور وہ زراعت کرتا ہے کیا اس کا حق ہے یا نہیں ہے ۔پھر بھی آپ کہتے ہیں کہ مہنگائی نہیں ہے میں کیا کروں آپ مجھے بتائیں کہ میں جاؤں تو کہاں جاؤں ۔

جناب چیئرمین، بیٹھ جائیے ۔

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ سانگزئی، میری آخری عرض یہ ہے ذرا سن لیں ۔

قبضے میں ملک رکھو، تم جائیداد کہہ کر
پلے میں اپنے باندھو، دکھ بھی امداد کہہ کر

سوجھے نہ معترض کو کوئی جواب
منہ اس کا بند کردو قومی مفاد کہہ کر

پتا نہیں یہ قومی مفاد کیسا ہے ہم نہیں سمجھ پا رہے ہیں امید یہ ہے کہ آپ کی توسط سے ہمیں سمجھایا جائے گا میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا اور سنا بڑی بڑی مہربانی شکریہ۔

جناب چیئرمین، ڈاکٹر نکہت آغا۔

سینیٹر ڈاکٹر نکہت آغا ، Mr. Chairman!Thank you very much for the opportunity ہمارے معزز برادران نے مہنگائی کے متعلق جو بھی کہا ہے میں اس سے agree کرتی ہوں مہنگائی بہت زیادہ ہوگئی ہے اور خاص کر ہم جیسے لوگوں کے لئے جو کہ salaried لوگ ہیں ان کے لئے تو واقعی دو وقت کا کھانا مشکل ہوگیا ہے لیکن خالی criticism سے کیا بنتا ہے اس کا تجزیہ بھی تو ہونا چاہیے ۔ مہنگائی اس لئے نہیں ہوئی کہ پاکستانی حکومت چاہتی ہے کہ مہنگائی ہو جائے ۔ مہنگائی اس لئے ہوئی ہے کہ ہم ایک global village میں رہ رہے ہیں اور global village میں ہی مہنگائی ہوئی ہے اس کی وجہ سے اس کا impact ہمارے اوپر بھی آرہا ہے یا تو ہم اپنے آپ کو الگ کرلیں rest of the world سے بالکل الگ کرلیں تو شاید ہم مہنگائی کو اس طرح سے کنٹرول کرسکیں یا جیسے بھی کنٹرول کرسکیں لیکن جب آپ دنیا میں رہتے ہیں تو دنیا کو جو effects ہو رہے ہیں وہ بھی ہمیں ہوتا ہے یہ میں مانتی ہوں کہ باقی لوگوں کی آمدنی بہت زیادہ ہے اس کے حساب سے مہنگائی ہوئی ہے لیکن ہماری حکومت بھی از حد کوششیں کر رہی ہے کہ مہنگائی کو کس طرح روکا جائے ۔ ہم صرف حکومت، حکومت، حکومت کر رہے ہیں ہمارا کیا فرض ہے پہلے تو ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ہم کیا کر رہے ہیں مہنگائی کو روکنے کے لئے I don't think ہم صرف تنقید کر رہے ہیں اور اپنی ذمہ داری over کر دیتے ہیں لیکن ہم concrete steps نہیں لینا چاہتے نہ ہی concrete steps government کو بتانے کو تیار ہیں کیونکہ یہ ہماری حکومت ہے ہماری نہیں سنے گی تو کس کی سنے گی لیکن ہم میں سے کتنے لوگ directly government کے اس بات کو لے کر ۔۔۔ میں اس کی مثال آپ کو دیتی ہوں جس چیز کا مجھے بہت effect ہوا تھا میں وزیراعظم کے پاس گئی یہ میں ابھی آپ کے

کروں گی اور اس کا انسداد ہو گیا ہے ۔ ہم میں سے کتنے لوگ hand over یہ folder
وزیراعظم کے پاس گئے ہیں کہ یہ ہماری genuine problems ہیں کیونکہ اگر genuine
problems ہوں ان کا حل بھی easily ہوسکے وہی ہم کرسکتے ہیں ہم ہوائی باتیں نہیں کرسکتے
اور یہاں پر سب ہوائی باتیں ہو رہی ہیں ۔ صرف criticism ہے کون سے steps آپ نے
جانے ہیں کہ لینے چاہئیں I don't think کہ کوئی step بتایا گیا ہے ۔ مسز رزینہ عالم نے
criticism بھی کیا ہے لیکن ساتھ انہوں نے اپنی تجاویز بھی دی ہیں ۔ میں تو بڑی معمولی چیز
ہوں یہاں پر magnet بیٹھے ہوئے ہیں realy qualified economist بیٹھے ہوئے ہیں انہوں
نے کیا کیا مجھے ابھی بتائیں کیا انہوں نے suggestions دی ہیں practical نہ کہ ہوائی یا
جیسے بولا جا رہا ہے ۔ یعنی میری ناچیز کی معمولی سی جس سے مجھے بہت effect تھا انہوں نے
تجویز منظور کر لی ہے CBR نے منظور کر لی ہے آپ کی وساطت سے میں نے دیا تھا وہ ساری
منظور ہوگئی ہیں ۔ دو تین چیزوں کا میں نے ایک مسودہ دیا تھا اور پورا کا پورا بجٹ میں آگیا ہے ۔
ہم میں سے کتنے لوگوں نے Taxation کا پلان بنایا ہے یا دیا ہے ۔ ہم صرف criticism کرنا
جانتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے ۔ I think جتنے اس حکومت کے اس وقت ترقیاتی کام ہوئے ہیں
پورے last 57 years میں نہیں ہوئے ہیں ۔ اس میں بھی ہم لوگ رکاوٹیں ڈالنے کی کوششیں
کر رہے ہیں۔ بجائے یہ کہیں کہ یہ ملک کے غریبوں کو فائدہ دیں گے۔ الٹا اس میں رکاوٹیں ڈال
رہے ہیں چونکہ حکومت کو تنگ کرنا ہے ۔ ہم نہیں چاہتے کہ پاکستان prosper کرے تاکہ ہم شور
مچا سکیں۔ صرف شور مچانے کے لئے یہ چیز کی جا رہی ہے۔ for example حکومت نے
کسانوں کے لئے اعلان کیا جو ہماری بنیاد ہیں ۔ I mean 75% تو ہمیں وہیں سے آمدن آرہی ہے
۔ اپنی طرف سے جتنی حکومت کر سکتی ہے کوشش کر رہی ہے ان کو ممکنہ subsidies دے
رہی ہے ۔ زمینوں کی ریسرچ آمدن بڑھانے کے لئے کی جا رہی ہے ۔ ان کو قرضوں کی سہولت
دی جا رہی ہے بلکہ بہت سے قرضے معاف بھی کئے جا رہے ہیں ۔ حکومت تو اپنی طرف سے
بہت کوشش کر رہی ہے ۔ آپ آگے آئیں ' بجٹ کے وقت نہیں ' بجٹ کا اب وقت ہے ۔
نومبر' دسمبر میں تجاویز بجٹ کے لئے دیں ۔ عملی تجاویز دیں ۔ گورنمنٹ کیسے نہیں سنے گی '
گورنمنٹ ہماری ہی تو سنتی ہے ۔ آپ میں سے کتنوں نے نومبر دسمبر میں بجٹ کے لئے تجاویز

دی تھیں ؛ اس وقت بجٹ بننا شروع ہوتا ہے ۔ میں نے concrete suggestions دی تھیں وہ سب منظور ہوگئی ہیں ۔

جناب والا ! soft loans فراہم کر رہی ہے ، تحقیق کی جا رہی ہے ۔ ان کو بتایا جارہا ہے کہ کیا چیزیں اگائیں اور کیا نہ اگائیں ۔ ہماری صرف یہ مشکل ہے اس دنیا میں رہتے ہیں۔ WTO نے بھی ہمارے اوپر کافی restrictions لگا دی ہیں ۔ سبسڈیز اور پرائس کے اوپر کی ہیں تو ہمیں یہ بھی face کرنا ہیں ۔ چونکہ ہم اس دنیا میں رہ رہے ہیں۔ اس کے متعلق تجاویز دیں کہ کیا کیا جائے ۔

ابھی میں WTO کی meeting attend کرکے آئی ہوں ۔ میں نے بہت تجاویز دیں اور میں بڑی خوشی سے آپ کو بتاتی ہوں کہ میں نے جتنی بھی تجاویز دیں ۔ کسی فورم میں گئی تجاویز میری ضرور لی گئی ہیں اور ان پر پانچ پانچ پینلز نے agree کیا ہے اور کہا ہے کہ ہاں ہمیں یہ کرنا چاہیے۔ جب ٹیکسٹائل پر بات ہوئی تو ایک ڈائریکٹر نے کہا کہ I fully agree پاکستان جو کچھ امریکہ کے لئے کر رہا ہے ، امریکہ پاکستان کے لئے کچھ نہیں کر رہا ، بہت کچھ کرنا چاہیے ۔ یہ اس لئے کہ ہم نے اپنی آواز وہاں جاکر اٹھائی ہے ۔ لیکن مجھے بڑا فخر ہے میں وہاں چھ سات سیشن میں گئی ، ہر سیشن میں بحث ہوئی اور سوالات جوابات بھی ہوئے ۔ اس طرح سے ہم آگے بڑھ سکتے ہیں خالی نکتہ چینی سے نہیں بڑھ سکتے ۔

اس کے بعد آپ انڈسٹری کو دیکھیں ۔ حکومت بہت سہولیات فراہم کر رہی ہے ۔ بہت کم قیمت پر زمینیں ، انکی مارکیٹنگ develop کر رہی ہے ۔ Soft loans دیئے جا رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے لیکن اس سے زیادہ ، میں اکانومسٹ تو نہیں ہوں لیکن یہاں اس ایوان میں بڑے بڑے ماہر معاشیات بیٹھے ہیں وہ اس بارے میں تجاویز دیں ۔ میں کامرس کمیٹی کی بھی ممبر ہوں ۔ میری صنعتکاروں سے بہت زیادہ باتیں ہوتی رہتی ہیں ۔ جتنی وہ تجاویز اور مسائل لے کر آتے ہیں میں یقین دلاتی ہوں کہ ان پر ہم کام کرتے ہیں اور جو ہو سکتا ہے وہ اسی وقت کر دیتے ہیں ۔ ابھی کل ہی بحث ہوئی ہے جتنے وہ مسائل لے کر آئے تھے ہم نے ان پر پہلے ہی ایکشن کر دیئے ہیں ۔ میں تو بہت ناچیز ہوں ۔ یہاں پر اتنے پائے کے اکانومسٹ ہیں وہ تجاویز دیں ۔ حکومت کرنے کو تیار ہے صرف آپ لاتے نہیں ہیں ۔

اب بہت زیادہ قیمتیں کم نہیں ہوسکتیں rationalize ہو سکتی ہیں ۔ پٹرول کی قیمت اتنی زیادہ بڑھ چکی ہے کہ وہ ہر چیز کو متاثر کر رہی ہے۔ ہم جیسے تنخواہ دار طبقہ کا جن کا صرف تنخواہ پر ہی گزارہ ہے ' دال روٹی بھی کھانی محال ہو رہی ہے ۔ میں تو یہ جان سکتی ہوں باقی کسی کا بزنس ہوگا ' کسی کی جائیدادیں ہوں گی ۔ میرا کچھ نہیں ہے۔ صرف نوکری ہے ۔ مجھے صحیح معلوم ہے ۔ اسی لئے جب مجھے کوئی چیز صحیح معلوم ہوتی ہے تو میں سیدھی حکومت کے پاس چلی جاتی ہوں اور وہ سننے کے لئے تیار ہوتی ہے ۔ میں یہ document آپ کو دینا چاہتی ہوں ۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ ہم سب کو الگ الگ چیزیں متاثر کرتی ہیں ۔ مجھے جس چیز نے جو اس سال بہت زیادہ effect کیا تھا وہ ٹیکسیشن سسٹم کا schedule تھا ' تو میں اس کے لئے وزیراعظم صاحب کے پاس گئی ۔ ان کی بہت زیادہ شکرگزار ہوں شوکت عزیز صاحب ' عمر ایوب صاحب اور سی بی آر کی بہت شکرگزار ہوں ۔ جب میں وزیر اعظم صاحب کے پاس گئی تو ٹیکس کے بارے میں بتایا کہ ٹیکس ایک تو ہمارا at source کٹتا ہے اور جو investment ہے وہاں بھی at source کٹتا ہے۔ پھر اس کے بعد total پر' سارا کچھ دوبارہ ملا کر اس پر پھر کٹتا ہے اور یہ ہمیں بڑی بری طرح سے cut کر رہا تھا۔ مجھ جیسے غریب نے بھی ڈھائی لاکھ روپے کا ٹیکس دیا جس میں سے کچھ پھر مجھے واپس بھی ملا۔ اس چیز نے چونکہ مجھے بہت affect کیا ' میں گئی تو وزیر اعظم صاحب نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ نیا tax schedule بنائیں اور چھوٹ کا schedule بھی نیا بنائیں ۔ وہ میں نے نومبر میں بنانا شروع کیا' حالانکہ میں نے کہا کہ میں اس میں expert نہیں ہوں لیکن جو بھی میری عقل تھی اس کے مطابق میں نے بنایا اور دسمبر میں submit کر دیا۔ آپ یقین جانیں مجھے سی بی آر سے ' وزیر اعظم صاحب کے دفتر سے اور چیئرمین صاحب کے دفتر سے constant encouragement letters آ رہے ہیں اور last letter جو آیا ہے وہ یہی ہے کہ میں نے جو جو proposals tax rationalization کے لیے دی تھیں' اب ٹیکس بالکل تو معاف نہیں کر سکتے' tax rationalization کے لیے specially low income group ہے اس کے لیے وہ تمام چیزیں accept ہو گئی ہیں it has been made part of the budget. اس سے بڑھ کر ہماری حکومت اور کیا کر سکتی ہے ۔ اور یہ میں submit کرتی ہوں۔ اس میں total correspondence ہے ۔ میں یہ submit کر رہی ہوں۔

دوسری چیز جس کی مجھے بہت تکلیف تھی کہ ہم جیسے لوگوں کو جب investment کے لیے ضرورت ہوتی ہے تو پیسے نہیں ہوتے اور کچھ miscreants نے یہ کیا تھا کہ حکومت سے کروڑوں روپے 2, 3 % loan پر لے کر government securities میں invest کر کے ان سے 12% لے رہے تھے جو کہ بڑی ناجائز بات ہے لیکن ہم جیسے لوگ جنھوں نے تھوڑے سے پیسے سے government securities لی ہوئی تھیں اور وہ بیچنا نہیں چاہتے تھے لیکن loan چاہتے تھے تو وہ انہیں بڑی تکلیف تھی، وہ میں لے کر گئی اور میں نے کہا کہ loan کی اجازت دیں اور ان کو پکڑیں جن کا قصور ہے۔ ہم جیسے لوگ جن کا پرائیویٹ پیسہ ہوتا ہے اور کمرشل بینک سے قرضہ لیتے ہیں، ان کو اجازت دی جائے اور وہ بھی منظور ہوگیا۔ یہ ہمارے لیے ضروری تھا کیونکہ آپ ویسے کسی بنک سے قرضہ لیں اس کی سود کی شرح بہت زیادہ ہوتی ہے اور various charges ہیں جو وہ charge کرتے ہیں اور دوسرا اس کی سود کی شرح زیادہ ہوتی ہے اور بڑی دیر لگتی ہے لیکن اگر government securities pledge کریں تو آپ کو within a week loan مل جاتا ہے اور بہت سستا loan ملتا ہے جو کہ ہم جیسے لوگوں کے لیے بہت فائدہ مند ہے ہم اپنی ضروریات پوری کر لیتے ہیں

جناب چیئرمین۔ وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر ڈاکٹر نگہت آغا۔ چیزیں تو بہت عرض کرنی تھیں لیکن چونکہ میرا وقت کم ہے ان کو عرض نہیں کر سکتی ۔ اب میں آپ کو چیلنج اس لیے کر رہی ہوں کہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ آپ لوگ industrialists ہیں آپ نوکریاں کس طرح provide کر رہے ہیں۔ کچھ industrialists کا یہ حال ہے ۔ آپ کاروں کو دیکھ لیں، قیمت کم کرنے کی بجائے وہ اور زیادہ کر رہے ہیں I mean ہم لوگ کیا کر رہے ہیں۔ ہمارے جو بڑے لوگ ہیں وہ خود نفع کی شرح بہت اونچی رکھ رہے ہیں بجائے اس کے کہ نیچی رکھیں اور غریبوں کی مدد کریں۔ پہلے اپنے گریبان میں جھانکیں پھر کسی کو criticize کریں لیکن یہ ہے کہ concrete suggestions دیں practical suggestions دیں ۔ خالی چیخ و پکار سے کوئی فائدہ نہیں۔

مجھے امید ہے کہ اگر ہم سب مل کر کیونکہ ہم سب ایک ہیں، ہم سب اپنے لوگوں کی

بھلائی چاہتے ہیں ' suggestions دیں ways and means نکالیں اور رزینہ عالم صاحبہ نے جو تجاویز دی ہیں وہ بھی شامل کریں کیونکہ وہ really practical suggestions تھیں۔ تو بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب ہماری ناامیدی کافی ختم ہو جائے گی۔ اور میں اپنی تقریر ایک شعر سے ختم کرتی ہیں۔

عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

یہ کسی کو نہیں کہنا پڑے گا یہ ناامیدی کی چیز کسی کو نہیں کہنی پڑے گی بلکہ سب خوشی خوشی رہیں گے اگر ہم سب مل کر تعاون کریں اور criticism کی بجائے constructive criticism کریں۔ اور suggestions دیں۔ آپ تو بڑے لائق لوگ ہیں۔ بہت ideas آپ کی طرف سے آنے چاہییں - میرے پاس دو چار ہی ideas تھے اتنے ideas نہیں تھے وہ immediately accept ہوئے تھے کیونکہ وہ practical تھے۔ Thank you very much.

جناب چیئرمین ۔ڈاکٹر نگہت آغا نے بڑی اہم بات کی ہے کہ تجاویز دیں ' وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے عملی طور پر جو ممکن ہو۔ میں معزز ممبران سے request کروں گا کہ تجاویز ضرور دیں۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو چونکہ میں کل کے اجتماع میں شریک نہیں ہو سکا تھا' جو کچھ Foreign Affairs Committee کے ساتھ بلجیم میں ہوا اور پھر بعد میں مولانا صاحب کے ساتھ exit کے موقع پر یو کے میں بھی ہوا' اس پر جو احتجاج آپ نے کیا میں اس میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ میں خود شریک تھا اور مجھے یہ بات کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ مغربی اقوام ایک طرف جو ان کی نام و نہاد war against terrorism ہے اور اس میں جس submissive انداز میں ہم تعاون کر رہے ہیں اس پر تھپکی دیتے ہیں لیکن دوسری طرف پاکستان کے وقار' پاکستان کی پارلیمنٹ کے وقار اور ہمارے delegations جو ان کی دعوت پر جاتے ہیں ان کے ساتھ جو رویہ اختیار کرتے ہیں وہ بڑا ہی افسوس ناک ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ حکومت اپنی خارجہ پالیسی کے معاملات میں

جہاں پر مفادات کو سامنے رکھتی ہے وہاں پر قوم کا وقار اور بین الاقوامی آداب کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے اور اس سلسلے میں کوتاہی نہ برتی جائے۔

دوسری بات جناب والا! میں یہاں پر کہنا چاہتا ہوں کہ مہنگائی کا مسئلہ بلاشبہ کوئی نیا نہیں ہے لیکن اپوزیشن نے اس کے ادراک کے لئے سرفہرست اس کو اس لئے رکھا ہے کہ پچھلے پانچ سال سے مسلسل جو پالیسیاں اختیار کی گئی ہیں ان کے فطری نتائج سامنے آرہے ہیں اور ہمیں بڑے دکھ کے ساتھ یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ تضادات اور تجربات کی روشنی میں پالیسی کو تشکیل نو دینا جو ایک اچھی حکمرانی کا بنیادی اصول ہے یہ بالکل مفقود ہے۔ Contributory کے نام پر اور مجھے اجازت دیں کہ میں یہ بات کہوں کہ مغربی اقوام اور اداروں نے جو معاشی پالیسیز ترقی پذیر ممالک کے لئے اختیار کی ہے، جس غلامانہ ذہن کے ساتھ ہم اس پر عمل پیرا ہیں یہ اس کا نتیجہ ہے۔ آپ کے سامنے آج اس ایوان کے مختلف اراکین نے جن کا تعلق حزب اختلاف اور حکومت سے ہے، جو اعدادوشمار پیش کئے ہیں میں ان کا اعادہ نہیں کروں گا۔ یہ ایک متفقہ پوزیشن ہے کہ پچھلے پانچ سال میں اتنا اضافہ بنیادی ضرورت کی اشیاء کی قیمتوں میں ہوا ہے جو اس سے پہلے نہیں ہوا۔ average 80% اضافہ قیمتوں میں ہوا ہے۔ سٹیٹ بنک کی تازہ ترین رپورٹ جو کل ہی پیش کی گئی ہے، جسے کئی ارکان نے refer کیا ہے، میں خصوصیت سے آپ کی توجہ اس کے پہلے باب کے علاوہ اس باب پر مبذول کراؤں گا جو پورے کا پورا قیمتوں کے بارے میں ہے۔ اس کے متعلق یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سب سے زیادہ قیمتوں میں اضافہ اشیائے خوردنی میں ہوا ہے، food items میں ہوا ہے۔ Food items وہ items ہیں جن کا تعلق ملک کے ہر فرد سے ہے۔ جو حکومت اشیائے ضرورت مناسب قیمت پر فراہم نہ کرسکے حقیقت یہ ہے کہ وہ governance کے حق سے اپنے آپ کو محروم کرلیتی ہے۔ جو اعداد و شمار بیان کئے گئے ہیں ان میں آپ دیکھئے کہ food items میں اضافے کی بنا پر جو جنرل اضافہ ہوا ہے وہ باقی items سے چار گنا زیادہ ہے۔ اگر آپ key factor نکالیں تو آپ دیکھیں گے کہ energy جس میں تیل، بجلی، گیس ہے اور food items ان میں دو ہیں جو اصل اضافے کا بنیادی سبب ہیں۔ اگر آپ تجزیہ کریں کہ ایسا کیوں ہے تو آپ دیکھیں گے کہ اس کی بنیادی وجہ حکومت کی پالیسی ہے۔ یہاں یہ بات کہی گئی کہ یہ محض بین الاقوامی معاملات کا اثر ہے۔ میں بڑے ادب سے یہ عرض

کروں گا اور معاشیات کے ادنی طالب علم کی حیثیت سے یہ بات کہوں گا کہ قیمتوں میں اس ملک میں اضافہ بنیادی طور پر حکومت کی پالیسیوں کی وجہ سے ہے۔ اس میں سب سے پہلی وجہ آپ کی macro strategy ہے۔ وہ macro strategy بڑی خاص ہے۔ آپ کی ساری توجہ اس چیز کے اوپر ہے کہ مبادلہ خارجہ میں اضافہ ہو جائے۔ Exports بڑھ جائیں' reserves میں اضافہ ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی ملک کی macro policy اگر micro مسائل کو نظر انداز کر کے بنائی جاتی ہے تو اس سے زیادہ غیر متوازن' غیر حقیقت پسندانہ' بلکہ میں تو کہوں گا کہ مجرمانہ غفلت نہیں ہو سکتی۔ یہ بات آپ کو یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر مبادلہ خارجہ میں اضافہ ہوا ہے تو اس میں سرکار کی پالیسی سے کہیں زیادہ بین الاقوامی عوامل کا عمل دخل تھا اور جو پاکستانی ساری دنیا سے اپنے پسینے کی کمائی پاکستان بھیجتے ہیں ان کا کردار ہے۔ اس میں بنیادی contribution حکومت کی پالیسیوں کا نہیں ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ ہم نے کشکول توڑ دیا ہے اس سے زیادہ غلط کوئی دعویٰ نہیں۔ اسی حکومت میں آپ دیکھیے public and publicaly granted debt جو 2003 میں 29.2 بلین تھا وہ اب بڑھ کر 31.4 ہوگیا ہے۔ Total external debt 33.3 سے بڑھکر 44.8 ہوگیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ڈیڑھ ارب ڈالر کا اضافہ ہوا ہے کمی نہیں ہوئی۔ مجھے یہ شکایت پہلے بھی تھی اور آج بھی اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ ہم غلط دعوے کرتے ہیں خواہ ان کا تعلق بیرونی قرضوں سے ہو' قیمتوں سے ہو۔ صحت مند معاشی پالیسی کبھی بھی غلط اعداد و شمار' غلط نظریہ کی بنیاد پر نہیں ہوسکتی۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ agricultural, small and medium industry عام ضرورت کی چیزوں کی پیداوار کے لئے subsidies اور محرکات۔ Subsidy اور محرک ایک چیز نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں subsidy دینا ضروری ہو' بیرونی پریشر جتنا بھی ہو ہمیں ضرور دینی چاہیے۔ امریکہ آج بھی subsidy دے رہا ہے۔ یورپ کے ممالک تقریباً تین سو ساٹھ بلین ڈالر سالانہ اس وقت بھی farm کی product کے بارے میں subsidy دے رہے ہیں۔ ساری کی ساری پابندیاں ہمارے لئے ہیں۔ ہمیں اس کو resist کرنا چاہیے۔ میں اس کے علاوہ یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ subsidy کے علاوہ ترغیبات ' incentive دینا ان چیزوں کی پیداوار کے لئے جو عام انسان کی ضرورت کی چیزیں ہیں' یہ ہمارے ہاں موجود نہیں

ہے۔ ہمارے incentive سارے کے سارے کن کے لئے ہیں 0.1% جو بااثر افراد ہیں ان کے لئے سارے incentive ہیں' سارے مواقع ہیں۔ آپ دیکھیے کہ Stock Exchange کا کیا حشر ہوا۔ بغلیں بجائی جا رہی تھیں کہ ہم نے دس ہزار کا figure cross کر لیا ہے۔ آپ کہاں ہیں؛ آپ چھ ہزار سے نیچے آگئے ہیں۔ 40% capital value ایک مہینے کے اندر بہہ گئی۔ جب بھی Bogus economy ہو گی اس میں یہی ہوگا۔ تو میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ سب سے پہلی چیز آپ کی غلط معاشی حکمت عملی ہے' آپ کی distorted and disbalanced policy ہے جس میں چند invaluables کو مغرب کے پالیسی ساز اہمیت دیتے ہیں آپ ان کی فکر کر رہے ہیں اور جو حقیقی valuables ہیں انہیں آپ نے نظرانداز کیا ہے۔ اب جناب والا ! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جب تک input prices کم نہ ہوں ملک میں cost of production نہیں بڑھے گی اور اس سلسلے میں energy بڑا اہم factor ہے۔ transport کی prices جو ہیں دگنی ہو گئی ہیں' گیس دگنی ہوگئی ہے' بجلی اسی فیصدی بڑھی ہے' پٹرولیم' کہا جاتا ہے کہ پٹرولیم بین الاقوامی prices کی وجہ سے ہے۔ میں بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ یہ بات صرف جزوی طور پر صحیح ہے کلی طور پر نہیں۔ آج ہی جو رپورٹ آپ کے سامنے آئی ہے اس میں آپ دیکھئے۔ ہم نے یہ بات کمیٹی میں اٹھائی اور نہ وزیر جواب دے سکے' نہ دوسرے ذمہ دار افراد۔ جو حصہ اس کے اندر سرکاری taxes کا ہے' double double surcharge کا ہے Equalization کے نام پر جو پیسہ کمپنیوں کو دیا جا رہا ہے حد یہ ہے کہ State Bank کے گورنر جناب عشرت حسین نے ابھی چند دن پہلے کھل کر یہ بات کہی ہے کہ پٹرولیم کی قیمتوں میں کمی ناگزیر ہے اور اس کے لیے حکومت کو اپنی taxation policy کو review کرنا پڑے گا۔ ہم یہ چیخ رہے ہیں اور کمیٹی نے یہ بات recommend کی لیکن کوئی اس کی فکر نہیں کرتا۔ کہا یہ جاتا ہے کہ چار چھ مہینے ہم نے جو قیمتیں نہیں بڑھائیں اس کا ہمیں نقصان ہوا۔ یہ بھی ایک غلط بیانی ہے۔ جو کچھ ہوا وہ یہ ہے کہ چند سیاسی وجوہ کی بنا پر جس میں کہ آپ کو سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کرنی تھی اور تین تین وزرائے اعظم بدلنے تھے تو آپ نے اس زمانے میں پٹرولیم کی قیمتیں بڑھانے سے اجتناب کیا لیکن کیا کیا؟ جو آپ کا سرچارج تھا صرف اس سرچارج کو آپ نے استعمال کیا۔ آپ نے جیب سے کچھ نہیں دیا' خزانے پر کچھ بوجھ نہیں پڑا۔ جو چیز آپ کو بہت پہلے کر دینی چاہیے تھی اسے

آپ نے استعمال کر لیا ہے اور اس کے بعد پھر جنوری سے آپ نے قیمتیں بڑھا کر کے دگنے اور تگنے انداز میں وہ ساری کسر پوری کر دی ہے۔

تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کی بنیادی وجہ حکومت کی policies ہیں اس کی وجہ بیرونی factors نہیں۔ ساتھ ہی میں یہ بات بھی آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ غربت کے بارے میں حکومت کے اعدادوشمار ناقابل اعتبار ہیں۔ اس وقت international اداروں نے جنہوں نے پاکستان کے بارے میں study کی کم و بیش سب اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہر سال غربت میں اضافہ ہو رہا ہے، غریبوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور یہ اضافہ اب 35 اور 40 فیصدی کے درمیان ہے۔ جس ملک میں 35سے 40 فیصدی افراد غربت میں زندگی گزار رہے ہوں اس میں حکمران چین کی بانسری بجاتے رہیں، اس میں پارلیمنٹ کے اراکین کی، وزیروں کی تنخواہوں میں اضافے ہوتے رہیں۔عام آدمی کی purchasing power کم از کم ان پانچ سال کے اندر میری نگاہ میں بیس سے چالیس فیصدی کم ہوئی ہے بڑھی نہیں۔اس کے برعکس جو 0.1 فیصدی امیر طبقہ ہے اور خاص طور پر وہ جنہوں نے stock exchange میں اور real estate میں سرمایہ کاری کی یہ overnight millionaire and billionaire بنے ہیں اور یہ افراد کا ایک گروہ ہے وہ مافیا جو ان تمام معاملات کو کنٹرول کر رہا ہے اور حکومت نہ صرف ان کو کنٹرول نہیں کر پا رہی ہے بلکہ مجھے دکھ سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ان کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے۔

تو جناب والا! یہ مسئلہ اب مزید delay برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے ڈر ہے کہ اندر ہی اندر لاوا پک رہا ہے۔خدا کے لیے آنکھیں کھولئے۔ کہا جا رہا ہے کہ ہم کیا کریں۔ سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ کفایت شعاری austerity اختیار کی جائے جو تعیش کی زندگی مفاد پرست طبقے نے اختیار کی ہے اور اس کے پورے ملک میں جو demonstration effects ہو رہے ہیں، انہیں روکنا چاہیئے۔ اس سلسلے میں جب تک قیادت کوئی مثال قائم نہیں کرے گی، کوئی تبدیلی نہیں آ سکتی ہے۔

جناب والا! دوسری چیز یہ ہے کہ development strategy میں بنیادی تبدیلی کیجیئے ۔ آپ کے foreign exchange اور rate of growth کے دونوں indicators بڑے deceptive ہیں۔ یہ ہمیں غلط راستے پر لے جا رہے ہیں۔ آپ socio-economic اور زندگی کے

تمام indicators کو سامنے رکھ کر پوری planning کریں۔ میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ بلاشبہ private enterprise, free market ملک کے عمومی نظام کے طور پر سب سے بہتر نظام ہے لیکن حکومت کا معاشی function سے abdicate کر دینا' یہ محض سرمایہ داری کا کام ہے' کسی صحت مند welfare state میں یہ نہیں ہو سکتا ۔ اسلام جس نوعیت کی معیشت کی تعلیم دیتا ہے' وہ ایک خادم خلق ریاست کی ہے' وہ ایک خادم خلق کی معیشت ہے۔ اس میں حلال اور حرام کی تمیز ہوتی ہے' انصاف کا حصول اور خاص طور پر کمزور طبقات کو اوپر لانا ہوتا ہے اور یہ کام market economy نہیں کر سکتی ہے۔اس لئے جہاں market framework ضروری ہے' وہاں اس market framework کو صحیح حدود میں رکھنا ضروری ہے اور یہ کام صرف رائے عامہ ہی کر سکتی ہے۔ اس کے لئے ریاست کو ایک مثبت کردار ادا کرنا ہوگا۔ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک میں public sector بڑا corrupt رہا ہے ' اس لئے کہ اسے ہم نے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا اور nationalization کو bureaucatization بنا دیا اور یہ غلط ہے ۔ تاہم state کا یہ role کہ وہ اسے regulate کر سکے' جہاں ناانصافی ہو رہی ہے ' اسے دور کر سکے اور جہاں bottle necks ہیں' انہیں دور کر سکے' بہت ضروری ہے۔ اس وقت حقیقی ضرورت کے میدانوں میں سرمایہ نہیں لگایا جا رہا ہے۔ اسے لگانے کے لئے ترغیبات دی جائیں اور اگر یہ سرمایہ نہیں آتا ہے تو public sector کو اس کام کے لئے استعمال کیا جائے۔

جناب والا! میں یہ بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آج scandinavian countries میں تقریباً 50% economy public sector میں ہے۔ امریکہ جسے آپ سرمایہ داری کا نمونہ کہتے ہیں' وہاں بھی public کا role economy میں 30% کی range میں ہے اور Europe کے باقی ممالک میں 40% plus and minus ہے۔ محض اپنی خرابیوں کے باعث ہر چیز کو privatize نہ کیجئے' اسے professionalize نہ کیجئے۔ اس کے لئے بھی صحیح اصول اپنائیے۔ اس کے لئے accountability کا نظام اپنائیے۔ جاپان کی ترقی کو آپ دیکھئے۔ جب جاپان نے دیکھا کہ private sector ملک کی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتا تو public sector میں وہ ادارے قائم کئے گئے جنہوں نے مطلوبہ اداروں کو قائم کیا اور جب ان کی پیداوار ضرورت کی حد تک پہنچ گئی تو اسے gradually privatize کر دیا گیا۔ اس لئے public sector کا role بہت اہم ہے۔

میری نگاہ میں public and private sectors دونوں مل کر ہی کامیاب رہ سکتے ہیں اور حکومت کے لئے ضروری ہے کہ privatization and globalization کا جو ایک سلسلہ ہے، اس سے اپنے آپ کو بالا رکھے اور ہمارے ملک کی ضرورتوں کے مطابق اس پالیسی کو اپنایا جائے تاکہ دونوں میں توازن قائم رہے۔

جناب والا! آخر میں، میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جب تک ہمارے ملک میں حقیقی جمہوریت نہیں آتی، عوام کی participation ہر سطح پر حکومت میں نہیں ہوتی ہے اور اس میں خصوصیت سے تمام صوبے شامل نہیں ہوتے اور میں یہ بات بڑی دردمندی سے کہنا چاہتا ہوں کہ strong centre کا فلسفہ ہمیں لے ڈوبا ہے۔ جب تک ہر فرد مضبوط نہ ہو، ہر صوبہ مضبوط نہ ہو اور ترقی نہ کرے، اس وقت تک مرکز مضبوط نہیں ہو سکتا۔ اس لئے خدا کے لئے اس تصور سے نکلیے۔ شروع میں یہ صورت حال تھی کہ 80% وسائل صوبوں کے ہاتھ میں تھے اور 20% مرکز کے پاس تھے لیکن اب عالم یہ ہے کہ تقریباً 72% وسائل مرکز کے ہاتھ میں ہیں اور صرف 28% صوبوں کے پاس ہیں۔ ہم نے اس تمام صورت حال کو revise کرنا ہے۔ Redistribution of economic resources کرنے ہیں۔ اس وقت تک Provincial Autonomy غیر موثر ہے جب تک economic autonomy نہ ہو اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک ہم اس پورے نظام کو revamp نہ کریں اور reorganize نہ کریں۔ یہ سب challenges ہیں۔ دل خوش کن دعوئی اور محض بیرونی دورے کچھ نہیں کر سکتے۔ جناب والا! مجھے معاف کیجیئے گا جب میں یہ بات کہوں کہ پاکستان کی 57/58 سالہ تاریخ میں مجھے آج تک کسی بھی بیرونی دورہ کرنے والے شخص نے یہ نہیں کہا کہ اس کا دورہ کامیاب نہیں رہا، ہر دفعہ یہاں کامیاب ہوتا ہے لیکن ناکام پاکستان ہوتا ہے۔ ناکام پاکستانی عوام ہوتی ہے۔ ہمیں اس سے نکلنا چاہیے اور واحد راستہ یہ ہے کہ ہم پاکستان کی صحیح ضرورت ہوں۔ اس کی صحیح priorities میں کام کریں۔ سینیٹ، پارلیمنٹ، Opposition, Government اس میں ہر ایک مثبت کردار ادا کرنے کو تیار ہے لیکن حکومت کا رویہ میری نگاہ میں معاملات کے اندر negative ہے، arrogant ہے، selective ہے اور جب تک آپ اس سے نہیں نکلیں گے۔ حالات قابو میں نہیں آئیں گے۔ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی بات اس پر ختم کروں کہ سب اچھا ہے کی رٹ ختم ہونی کیجیے۔ اعداد و شمار

کے بارے میں کوئی گھپلا facts of the statistics یہ ایک بہت بڑا جرم ہے اور موجودہ حکومت اس کی مرتکب ہوئی ہے۔ پالیسی کو revise کیجیے۔ جو کچھ ہوا ہے اور جو ہو رہا ہے اس کی بنیادی وجہ ہماری پالیسی کی خرابی ہے، عوام کی خرابی نہیں ہے۔ انہیں آپ صحیح پالیسی دیجیے، involve کیجیے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم حالات کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ان الفاظ پر میں ختم کرتا ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، جی راحت حسین۔

سینیٹر مولانا راحت حسین، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O (قرآن کریم)

جناب چیئرمین! سب سے پہلے مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ جو واقع پیش آیا ہم اس کی مذمت بھی کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ایک بار آپ مغرب کو آنکھیں دکھائیں تاکہ آئندہ کے لیے وہ محتاط رہے۔

جناب چیئرمین! مہنگائی اور ظلم کی یہ باتیں اور تقریریں ہم سن رہے ہیں۔ اصل بات اس مسئلے کا حل ہے اور ایک دوسرے پر الزامات لگانا، آج یہ حکومت پچھلی حکومتوں کی باتیں کرتی ہے کہ اس نے اتنے مظالم کیے اور ان مظالموں کو اپنے لیے دلیل بنانا یہ بھی ایک ظلم ہے۔ خواہ پرانے مظالم ہوں یا آج کے مظالم ہوں۔ ظلم، ظلم ہوتا ہے اور قران حکیم ہر ظلم کا انکار کرتا ہے۔ ایک اسلامی سٹیٹ میں غیر مسلم اور کافر رہ سکتے ہیں لیکن ظالم نہیں رہ سکتے۔ قران کریم نے ظالم سے برات کا اعلان کیا ہے کہ کسی بھی ظالم کا ساتھ نہ دیں کیونکہ ظلم کا ساتھ دینا اپنے آپ کو جہنم میں لے جانا ہے اور پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے الظلم ظلمات یوم القیامۃ۞ ظلم قیامت کے دن، تاریکیاں۔

جناب چیئرمین! اپوزیشن بھی اور حزب اقتدار بھی اور ملک کے اندر جتنی بھی political parties ہیں، parties ہیں، دینی سیاسی قوتیں ہیں وہ اس سارے اس ملک کے باسی اور باشندے ہیں اور اس ملک کا تقدس ہم سب پر واجب ہے کہ ہم اس ملک کا تقدس برقرار رکھیں اور اس کی حفاظت کریں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کا ارشاد ہے، (عربی میں حدیث)۔

اپنے ملک کی نظریاتی سرحدات اور زمینی سرحدات کی حفاظت کرنا اس دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوۃ و السلام کا یہ بھی ارشاد ہے حب الوطنی من الایمان۔ وطن کے ساتھ محبت کرنا ہی ایمان ہے۔

جناب چیئرمین! میری تجویز یہ ہے کہ حکمران طبقہ بھی اور اپوزیشن والے بھی سارے مل کر اپنے حلف کی پاسداری کریں اور ملک کے آئین جس کا ہم نے حلف اٹھایا ہے اس میں ہم نے یہ اقرارکیا ہے کہ ہم اس ملک کی نظریاتی اور اسلامی اصولوں کی پاسداری کریں گے۔ ابھی ہم نے اس ملک کے تشخص کو برقرار رکھنا ہے یا ایک فرد کے تشخص کو برقرار رکھنا ہے اور ہم سارے ایک دوسرے پر۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ ہماری گورنمنٹ نے یہ کیا۔ہم نے کسی صدر کی وفاداری کا حلف نہیں لیا۔ہم نے اس ملک کے آئین کی وفاداری کا حلف لیا ہے۔ تو میری تجویز یہ ہے اور یہاں بہت قابل احترام شخصیتیں تشریف فرما ہیں۔معزز ایوان ہے۔اس مسئلے کے لیے کہ اس ملک سے جبر، ظلم، مہنگائی ختم ہو جائے۔اس کے لیے مل بیٹھ کر ایک مستقل منصوبہ بندی کرنے کے لیے، آپ بھی اس میں ذاتی دلچسپی لے لیں اور ملک کی مقتدر قوتیں حکمران طبقہ بھی اس میں دلچسپی لے کہ اس کے حل کے لیے ایک مکمل منصوبہ بندی ہو۔ اس میں جتنی بھی سیاسی قوتیں ہیں وہ سارے ملک کے لیے اور اس قوم کے خیرخواہ ہیں۔خواہ حکومت ہو یا اپوزیشن میں ہوں۔ کیونکہ آج ان کی حکومت ہے کل دوسری پارٹی کی حکومت ہوگی لیکن یہ مسائل اگر ہم ایک دوسرے پر چھوڑیں گے تو یہ مسائل گھمبیر ہوتے جائیں گے۔ اس کے مستقل حل کے لیے اپنی پارٹی وابستگی سے بالاتر ہو کر اسلامی نظریات کو ملک کے آئین کو، اور اپنے حلف کو سامنے رکھ کر اس ملک کے لیے اور اس قوم کے لیے کچھ سوچنا چاہیے۔

جناب چیئرمین! میری تجویز یہ ہے کہ حکومت اس مسئلے کے حل کے لیے کوئی کمیٹی بنائے ۔ ماہرین اقتصادیات کی کمیٹی بنائے اور جن قوموں کے شکوے اور گلے ہیں جن محروم طبقات کے شکوے اور گلے ہیں۔ان محروم طبقات کو ان کا حق دیا جائے۔خواہ صوبہ سرحد میں ہو، یا بلوچستان میں ہوں۔یا سندھ میں ہوں یا پنجاب میں سرائیکی علاقوں میں ہوں۔ان سب کو شامل کرکے اس کا ایک مستقل حل نکالا جائے ۔ یہ میری تجویز ہے ۔ انشاء اللہ تبارک تعالیٰ اللہ رب العالمین ہمارا حامی و ناصر ہو ۔ شکریہ ۔

عوام کے مسائل کو دور کرنا بھی حکومت اپنے مفاد میں سمجھ لے تو پھر یہ اقدامات بھی ہو سکتے ہیں کہ لوگوں کو اس مہنگائی سے کچھ نہ کچھ نجات مل سکتی ہے۔ کیونکہ آپ دیکھیں اس وقت کوئی check نہیں ہے۔ جس کا جو جی چاہتا ہے وہ پرائس بڑھا لیتا ہے اور جتنی جی چاہتا ہے بڑھا لیتا ہے ۔ کسی زمانے میں 'زرینہ عالم صاحبہ نے پرائس کنٹرول کمیٹی کی بات کی تھی۔ کسی زمانے میں تو ہر شہر میں دکاندار جو تھے وہ اپنی دکانوں کے سامنے کسی نمایاں جگہ پر price list لگاتے تھے اور پھر کوئی مجسٹریٹ یا گورنمنٹ اہلکار ، پولیس کے لوگ اس کو گاہے بگاہے check کیا کرتے تھے کہ کوئی difference تو نہیں ہے۔مارکیٹ میں جو ایک چیز چل رہی ہے اور اس کی ایک جیسی پرائس ہونی ہے اور جس میں فرق ہوگا۔اس کو وہ پکڑتے تھے۔آج صورت حال یہ ہے کہ ایک شاپ کے اوپر پرائس اور ہے اور اگلی شاپ کے اوپر پرائس اور ہے اورکوئی ان کو پوچھنے والا نہیں ہے۔یہی صورت حال اسحاق ڈار صاحب نے بڑی تفصیل سے بیان کی ہے ۔اس میں انہوں نے comparison دیا ہے اور یہ چھوٹی چھوٹی باتیں جو انسان کی بنیادی ضروریات ہیں۔ مثال کے طور پر چلیں کھانے پینے کی اشیاء کے حوالے سے کبھی ڈیمانڈ زیادہ ہوگئی سپلائی کم ہوگئی لیکن بہت ساری چیزیں جو ایمرجنسی میں نہیں ہیں مگر بلاوجہ اس کی پرائس بڑھا دی جاتی ہے۔ چھت انسان کی بنیادی ضرورت ہے، گھر بنانا۔ اب یہ bricks کی بات کر رہے تھے، 1300 per 1000 روپے کی price تھی، اب بڑھتے، بڑھتے وہ 3100 ہوگئی ہے۔ اس میں بھی جس کا جو جی چاہتا ہے، آپ اگلے روز لینے جائیں، وہ 200 اور بڑھا لے، 300 اور بڑھا لے۔ کم از کم حکومت کو یہ خیال کرنا چاہیے جو چیزیں اس طرح سے چل رہی ہیں۔ مسلم لیگ کے جو ہمدرد ہیں، وہ بھی انہی مسائل کا شکار ہیں، یہ مسئلہ تو ایسا ہے جو پوری قوم کا ہے۔ اس پر ان کو خاص طور پر توجہ دینی چاہیے کیونکہ حکومت کی writ جو ہے، وہ بالکل zero پر چلی جائے گی۔ ایک وقت آئے گا جب لوگ اس قسم کے مسائل سے دوچار ہوں گے اور ان میں rebellioh آئے گی۔

ایک اور بات بڑی اہم ہے جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کونسی چیز ہے، جو حکومت سمجھتی ہے کہ ان کی نظر میں اس کی ترقی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ کام ہم کر رہے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ترقی ہے۔ عوام اس کو بے شک ترقی سمجھے یا تنزلی سمجھے، وہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارا point of view ہے، ہم جس کو کہتے ہیں، ٹھیک ہے، وہ ٹھیک ہے۔ Last week جنرل مشرف

1000 روپے کی price تھی' اب بڑھتے' بڑھتے وہ 3100 ہو گئی ہے۔ اس میں بھی جس کا جو جی چاہتا ہے' آپ اگلے روز لینے جائیں' وہ 200 اور بڑھالے' 300 اور بڑھالے۔ کم از کم حکومت کو یہ خیال کرنا چاہیے جو چیزیں اس طرح سے چل رہی ہیں۔ مسلم لیگ کے جو ہمدرد ہیں' وہ بھی انہی مسائل کا شکار ہیں' یہ مسئلہ تو ایسا ہے جو پوری قوم کا ہے۔ اس پر ان کو خاص طور پر توجہ دینی چاہیے کیونکہ حکومت کی writ جو ہے' وہ بالکل zero پر چلی جائے گی۔ ایک وقت آئے گا جب لوگ اس قسم کے مسائل سے دوچار ہوں گے اور ان میں rebellion آئے گی۔

ایک اور بات بڑی اہم ہے جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کونسی چیز ہے' جو حکومت سمجھتی ہے کہ ان کی نظر میں اس کی ترقی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ کام ہم کر رہے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ترقی ہے۔ عوام اس کو بے شک ترقی سمجھے یا تنزلی سمجھے' وہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارا point of view ہے' ہم جس کو کہتے ہیں' ٹھیک ہے' وہ ٹھیک ہے۔ Last week جنرل مشرف صاحب کا CNN پر ایک interview آیا' انہوں نے کہا کہ میں Constitution کو کبھی violate نہیں کروں گا۔ پوری قوم جانتی ہے' پوری دنیا جانتی ہے جو Constitution کے ساتھ اس ملک میں ہوا ہے لیکن یہ ان کا اپنا موقف ہے کہ وہ Constitution کو violate نہیں کریں گے۔ Constitution کی violation ' ان کی نظر میں کیا ہے۔ اسی طریقے سے جمہوریت کے حوالے ان کی ایک اپنی سوچ ہے' حکمران جماعت کی اپنی سوچ ہے' وہ کس کو جمہوریت سمجھتے ہیں۔ جمہوریت کیا ہے' وہ الگ بات ہے' وہ کیا سمجھتے ہیں لیکن ان کا یہ موقف ہے اور اصرار ہے کہ ان کی اس بات کو صحیح تسلیم کیا جائے جو کہ وہ کہتے ہیں۔

Law and order کے حوالے سے بات ہو رہی تھی' ہماری ایک بہن نے یہ کہا کہ جب 16 اپریل کا واقعہ ہوا' آصف زرداری صاحب کے حوالے سے تو انہوں نے کہا کہ law and order کی situation تھی اور Section 144 نافذ تھی۔ اب بات یہ ہے کہ یہ ان کا موقف ہے کہ اس کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ وہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں جو گھروں سے نکلے بھی نہیں تھے' ان کو انہوں نے پکڑ لیا' انہوں نے کونسے Section 144 کی خلاف ورزی کی تھی۔ میں آپ سے عرض کروں' میرا تعلق media سے ہے' اخبار سے ہے' آپ believe کریں' اس روز بے شمار printing press کے مالکان کو حکومت نے پکڑا' اس شبہ میں کہ وہ کہیں آصف زرداری

کے stickers نہ چھاپ رہے ہوں، کہیں posters نہ چھاپ رہے ہوں۔ وہ ہمارے پاس، ہمارے اخبار کے دفتر میں آئے، انہوں نے کہا کہ ہمارا قصور کیا، ہمیں کم از کم یہ تو بتا دیں۔Printing ہمارا روزگار ہے، ہم کوئی غلط چیز print کریں، تب ہمیں بتائیں جب ہم simple یہ کہہ رہے ہیں کہ ایک leader کا استقبال کرنا چاہیے، اس میں ایسی کوئی دل شکنی والی بات نہیں ہے۔ اس کو انہوں نے law and order کا جواز بنا لیا تو انہوں نے کہا کہ پکڑ دھکڑ کر کے ہم نے پہلے سے انتظامات کرنے ہیں کہ لوگوں کو اس طرح سے پابند کر دیں کہ وہ استعمال نہ کر سکیں۔ میں اصل میں یہ کہنا چاہتا ہوں جو میرا بنیادی موقف ہے کہ حکومت جو چیز چاہتی ہے، وہ کر لیتی ہے اور تمام وسائل اس کے لئے استعمال کر لیتی ہے اور اپنے مقاصد حل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ مہنگائی کا جو مسئلہ ہے، اس کے لئے میری ان سے requestہے کہ وہ اپنے وسائل کو بروئے کار لائیں، اپنی تمام energies اس پر لگائیں تاکہ لوگ اس عذاب سے نجات حاصل کر سکیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ان کا کوئی interest عوام کے معاملات کے ساتھ ہے تو وہ اس کو اپنی ترجیح بنائیں اور اس طرح سے وہ عوام کے لئے اس حوالے سے کچھ نہ کچھ کر سکیں گے۔ ہم ان کے لئے دعا کر سکتے ہیں، اس لئے کہ یہ چیز ایک ایسی ہے جس کا تعلق کوئی Oppositionسے یا حکومت سے نہیں ہے۔ یہ عوام کا مسئلہ ہے، جنہوں نے ہم سب کو یہاں پر بھیجا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم سب مل کر، ان کے مسائل اور اس price hikeکے حوالے سے جو ان کی زندگی اجیرن بن گئی ہے، اس کو ٹھیک کرنے کے لئے role ضرور play کریں۔ Thank you very much.

Mr. Chairman: Mr. Rahmattullah Kakar is not here. Mumtaz Bibi Sahiba.

سینیٹر ممتاز بی بی، جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے ان محرکین کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے یہ انتہائی اہم موضوع مہنگائی و بے روزگاری یہاں بحث کے لئے رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک میں اس وقت انتہائی خوفناک اژدہا نما سیلاب آیا ہوا ہے اور اس جانب حکومت وقت نے اپنی آنکھیں بند اور کان بہرے کر رکھے ہیں۔

جناب چیئرمین! آج کل کسی بھی محفل میں یا کسی بھی شخص سے بات کریں موضوع گفتگو خواہ کچھ بھی ہو بات گھوم پھر کر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مہنگائی اور بے روزگاری پر پہنچ جاتی ہے جس سے ہر آدمی نالاں اور شاکی ہے کیونکہ وہ اس سے براہ راست متاثر ہے اس سے بڑھ کر ایک اور عنصر بھی جنم لے رہا ہے کہ جس کی بنا پر موجودہ حکمرانوں سے نفرت دشمنی کی حد تک پیدا ہو رہی ہے۔ یہ ایک بڑا خطرناک عنصر ہے اس لئے اس کو پھیلنے سے پہلے ہی مثبت طریقے سے غریب عوام کی دل جوئی کریں۔ اس ضمن میں ارباب اقتدار اور خصوصی منصوبہ بندی و ترقیات کے لوگوں سے اپیل ہے کہ

نقشوں سے تم نہ جانچو
ان شہروں میں پھر کے دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے
کیا چیز مر رہی ہے

جناب چیئرمین! حکومت وقت ہر وقت اس بات کا ڈھنڈورہ پیٹتے نہیں تھکتی کہ ہمارا خزانہ بھرا ہوا ہے، کشکول توڑ دیا ہے لیکن یہ روش سمجھ سے بالاتر ہے کہ ملک کے عوام کو کوئی سہولت مہیا نہیں کی جا رہی، آئے روز تیل، بجلی اور ٹیلی فون کے بلوں میں غیر اعلانیہ اضافے معمول بن گئے ہیں جبکہ سیلز ٹیکس ہر چیز پر لیا جا رہا ہے۔ غرضیکہ سبزیاں وغیرہ اور کوئی بھی ضرورت کی چیز عوام کے لئے آسانی سے میسر نہیں۔ میں یہاں رومانیہ کی مثال دوں گی، وہاں قصابوں نے گوشت مہنگا کردیا۔ وہاں موثر قسم کی صارفین کمیٹیاں ہیں۔ صارفین کمیٹی نے رومانیہ کے تمام عوام سے اپیل کی کہ گوشت خریدنا بند کردیں۔ من حیث القوم سب نے گوشت خریدنا بند کردیا۔ آخر کار قصابوں کی کمیٹی وہاں کے وزیراعظم سے ملی۔ وزیراعظم چونکہ عوام سے تھا عوامی مسائل و مشکلات کا ادراک رکھتا تھا۔ صارفین کمیٹی کو بلایا صلح کروائی اور قصابوں نے پہلے سے بھی کم نرخ پر گوشت فروخت کرنے کی پیشکش کر دی۔

جناب چیئرمین! ہمارے ہاں ان کے برعکس صورتحال ہے۔ کیونکہ مفاد پرستی اور لوٹا کریسی نے عوام کی مشکلات میں اضافہ در اضافہ کیا ہوا ہے۔ خودکشیاں ہو رہی ہیں، ملک کے قیمتی اثاثے اونے پونے داموں بیچے جا رہے ہیں۔ ملازمین کو آرڈیننس 2000ء کے تحت ہراساں کیا

ہوا ہے ' بے روزگاری نے نوجوانوں کو اس قدر مایوس اور مجبور کردیا ہے کہ وہ کرپشن کی طرف مائل ہیں ' چوریوں اور ڈاکوں میں اضافہ ہو رہا ہے ۔

جناب چیئرمین ! یہی مایوسی آخر کار ملک سے مایوس کردیتی ہے جس کا نتیجہ غیر ملکی ایجنٹ کے طور پر نکلتا ہے ۔ قبل اس کے کہ وہاں تک نوبت پہنچے میری حکومت سے اپیل ہے کہ ملکی اور عوامی امنگوں اور تقاضوں کے مطابق تمام پالیسیوں کی تدوین و ترویج کی جائے علاوہ ازیں اس ضمن میں میری درج ذیل تجاویز ہیں ۔

۱۔ مادہ پرستی کو چھوڑ کر قناعت پسندی اختیار کی جائے ۔

۲۔ قومی وسائل کا ضیاع بہت بڑی بددیانتی ہے ' انتہائی شاہی شان و شوکت اور گاڑیوں کا استعمال ناجائز ہے اس پر قدغن لگائی جائے ۔

۳۔ سرکاری خرچ پر فون ' بجلی ' گیس ' پٹرول کی سہولت یکسر ختم کی جائیں ۔

۴۔ سیکورٹی خدشات کے پیش نظر سرکاری خرچ پر ذاتی محافظوں اور ان پر اٹھنے والے اخراجات ختم کئے جائیں ۔

۵۔ موثر صارفین کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جن میں قطعاً ضلعی انتظامیہ ' کمپنی اور متعلقہ اداروں کے لوگ شامل نہ کیے جائیں ۔

۶۔ حکومتی غلط پالیسیوں کی وجہ سے زر کی قدر میں مسلسل کمی ہو رہی ہے جس کی وجہ سے اشیائے ضرورت کی قیمتوں میں آئے روز اضافہ ہو رہا ہے لہذا اس امر پر مثبت نظرثانی کی اشد ضرورت ہے ۔

۷۔ بے روزگاری کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ ملک بھر میں بند و بیمار صنعتوں کو چالو کیا جائے نیز سرکاری اداروں میں ریٹائرمنٹ کی عمر پچپن سال کی جائے ۔ علاوہ ازیں سختی سے کنٹریکٹ ملازمت میں توسیع پر پابندی عائد کرتے ہوئے بے روزگار پڑھے لکھے لوگوں کو ملازمت دی جائے ۔

۸۔ اس بات کا خصوصی اہتمام کیا جائے کہ کسی بھی ادارے میں Reiretd سرکاری ملازم یا کسی بھی اندرونی یا بیرونی اداروں سے وابستہ افراد کو قطعاً نہ لگایا جائے اور جو اس وقت لگے ہوئے ہیں ان کو فوراً فارغ کیا جائے ۔

۹۔روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نام پر ملک بھر میں بے جا اور فضول قومی خزانہ لٹایا جا رہا ہے ان سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں حکومت وقت سے دردمندانہ گزارش کرتی ہوں کہ نعمت خدا داد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قدر کریں۔ اس ملک نے ہمیں بڑی عزت دی ہے یہ اللہ رب العزت کی ایک بڑی نعمت ہے اس کی دل سے عزت کریں۔ اس ملک کی خودداری اور قومی ملی عزت کو چیلنج کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کی جائے، ورنہ اگر یہی غیر حقیقت پسندانہ اور مصلحت پر مبنی پالیسیاں جاری رہیں تو پھر میرا مشورہ ہے۔

شاید امیر شہر کو اس کی خبر نہ ہو
کیا کیا مصیبتیں ہیں غریب آدمی کی
تم سے اگر طلب کریں شہر کے لوگ روشنی
صاحب اقتدار ہو، آگ لگا دیا کرو۔

بہت بہت شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین، پری گل آغا۔

سینیٹر آغا پری گل، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میں زیادہ بولنا نہیں چاہتی ہوں چونکہ کافی وقت گزر چکا ہے۔ تمام بھائیوں نے کہا کہ مہنگائی اتنی زیادہ ہے اور اس پر قابو پایا جائے۔ چیئرمین صاحب! میں بالکل ان سے اتفاق کرتی ہوں اور یہ بتانا چاہتی ہوں کہ دو تین دن پہلے میں کوئٹہ گئی تھی تو مجھے ایک ممبر نے بتایا کہ کوئٹہ میں ایک روٹی سات روپے کی مل رہی ہے۔ بالکل صحیح ہے سات روپے کی نہیں بلکہ وہاں تندور والوں نے ہڑتال کی ہوئی تھی۔ تو میں نے پوچھا کہ یہ سارے تندور کیوں بند ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک روٹی آٹھ روپے کی ہے۔ تو یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

جناب چیئرمین! ہم اس ایوان میں آتے ہیں۔ ہمیں عوام کے لئے کچھ نہیں بلکہ زیادہ خیال کرنا چاہیے۔ جو بات صحیح ہے وہ صحیح ہے۔ اگر اس طرح مہنگائی بڑھتی گئی جس طرح نکہت آغا نے کہا کہ تنخواہ دار طبقے والے بیچارے کیا کریں گے۔ جناب چیئرمین صاحب، یہ بہت بڑا

ظلم ہے۔ جب پاکستان میں ایک روٹی آٹھ روپے کی ملے گی تو تنخواہ داروں کو اور جن کے گھر میں چھ سات بچے ہوں تو وہ ان کو روٹی کھلائے یا کیا کرے۔ میں بالکل اتفاق کرتے ہوئے پرزور سفارش کرتی ہوں خدا کے لئے جس طرح آپ نے اس سے پہلے ایک دلیرانہ ایکشن لیا۔ اس طرح اس مہنگائی کو روکنے کے لئے ایکشن لیں۔ میں یہ بھی بتانا چاہتی ہوں کچھ ہٹ کر جناب چیئرمین! ہمارے بلوچستان کا یہاں پر کچھ کوٹہ ہے۔ میرے بھائی کہیں گے کہ پھر بلوچستان شروع ہوگئے۔ یہ ہمارا حق ہے اور حق مانگنے کے لئے تو بندہ شروع ہی ہو جاتا ہے۔ بلوچستان کا یہاں پر سکالرشپ ہے اور کوٹہ ہے۔ جبکہ ہمارے کوٹہ پر دوسرے لوگ استفادہ کرتے ہیں یہ مجھے بولنا نہیں چاہیے، سب پاکستانی ہیں لیکن جس کا حق ہے اس کو ملنا چاہیے۔ ہمارے سکالرشپ پر دوسرے صوبوں کے لوگوں کو بھیجا گیا ہے میں اس پر احتجاج کرتی ہوں۔۔۔

جناب چیئرمین، تفصیلات دیجئے گا تو میں انشاء اللہ دیکھوں گا۔

سینیٹر آغا پری گل، جی میں بتا رہی ہوں۔ جناب چیئرمین! دوسرا مسئلہ ہے کہ ہمارے جو ۲۲ گریڈ کے آفیسر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سارا دن بلوچستان کے لئے چیختے ہیں۔ کیوں نہ چیخیں، جو ہمارا حق بنتا ہے وہ ہمیں دیں کیونکہ پاکستان ہماری ماں ہے۔ ظاہر ہے پاکستان ہے تو ہم ہیں۔ پاکستان ہے تو صوبہ ہے۔ صوبہ ہے تو پاکستان ہے۔ پھر بھی ہم اپنی باتیں اپنے بڑوں کو نہ بتائیں اور ہمیں اپنا حق نہ ملے تو کتنے افسوس کی بات ہے۔ جناب چیئرمین! ہمارے ۲۲ گریڈ کے جتنے بھی افسر ہیں یہاں اگر اس وقت پول میں اگر بدقسمتی سے ۲۲ گریڈ کا افسر پہنچ جاتا ہے تو اس کو ائرپورٹ سے۔۔۔، یہ میں دو سال سے چیخ رہی ہوں مگر خدا کی قسم اس سینیٹ نے ایکشن نہیں لیا۔ میرے یہ چار پانچ points ہیں اور میں آپ سے request کروں گی کہ جس طریقے سے آپ نے ابھی health کا مسئلہ حل کیا ہے تو please یہ بہت سنگین مسئلہ ہے، اگر یہ حل ہوجائے تو اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور پروردگار آپ کو خوش رکھے۔ آپ ایکشن لیں گے، اگر سینیٹ میں یہ باتیں ہوں اور آپ ذرا تھوڑا سا اس پر غور کریں اور کچھ احکامات جاری کریں تو ہم سب بلوچستان والے آپ کے احسان مند ہوں گے اور آپ کے لیے دعا گو ہوں گے۔

جناب والا! آخر میں، میں آپ کے لیے پھر دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی امان میں رکھے اور اللہ تعالیٰ میرے پاکستان کو سلامت رکھے۔

جناب چیئرمین، آمین۔

سینیٹر پری گل آغا، اور اللہ تعالیٰ صوبوں کو سلامت رکھے ۔ پاکستان ہے تو ہم پاکستانی ہیں۔ پاکستان اگر خدا نخواستہ نہیں ہے تو کوئی بھی یہاں پر نہیں ہے۔ جس طرح مہاجروں کا حال ہوتا ہے اسی طرح ہمارا بھی ہوگا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم پاکستان کے خلاف یہاں بات نہ کریں۔ پاکستان ہماری جان ہے۔ شان ہے اور پاکستان کے لیے ہماری جان قربان۔

جناب چیئرمین! پاکستان ہے تو سینیٹ میں ہم بیٹھے ہیں، خدانخواستہ، خدا نہ کرے آج پاکستان نہ ہوتو یہاں کون بیٹھے گا۔ جناب چیئرمین! آئندہ میں اپنے ساتھی سے یہ درخواست کروں گی، وہ بہت اچھے انسان ہیں، انہوں نے بڑے اچھے points اٹھائے ہیں مگر پاکستان کے بارے میں ایسے points نہ اٹھائیں، اس سے پاکستانیوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے، دکھ ہوتا ہے ۔ آپ مہاجروں کی حالت دیکھیں، ان کا کیا حشر ہے۔ یہ پاکستان ہے جو ہم اس چھتری کے نیچے ہیں۔ ہماری عزت ہے ۔ پاکستان نے ہمیں عزت دی ہے کہ آج ہم سینیٹر ہیں۔ پروردگار ہمارے پاکستان کو سلامت رکھے اور تمام پاکستانیوں کو سلامت رکھے۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

سینیٹر میاں رضا ربانی، جناب والا! lunch کے بعد سیشن کر لیں۔

Mr. Chairman: You want to break for lunch now.

Senator Mian Raza Rabbani: Yes sir.

Mr. Chairman: We are adjourning now to reconvene at 5 p.m. sharp.

(The House was then adjourned to meet again at 5 p.m.)

(اجلاس دوپہر کے وقفے کے بعد 5.13 پر دوبارہ، جناب چیئرمین جناب محمد میاں سومرو کی صدارت میں شروع ہوا)

جناب چیئرمین، ڈاکٹر صاحب آپ شروع کریں گے۔ اچھا لاء اینڈ آرڈر پر کریں گے۔

اسحاق صاحب بھی نہیں ہیں۔ تنویر خالد صاحبہ سے شروع کروا لیتے ہیں۔ کل بھی آپ نے ہی شروع کیا تھا۔ warm up کیا تھا۔ آج بھی کر لیں۔ عباسی صاحب آپ اس پر بول نہیں لیتے۔

سینیٹر تنویر خالد ۔ پانچ منٹ انتظار کر لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین۔ نہیں شروع کریں، آجائیں گے آپ کے پاس ماشاء اللہ دونوں لیڈر، لیڈر آف دی ہاؤس، لیڈر آف دی اپوزیشن موجود ہیں، بھنڈر صاحب اور احمد علی صاحب موجود ہیں۔

سینیٹر تنویر خالد ۔ شکریہ جناب چیئرمین! مجھے فوراً ہی اپنی بات کرنے کا موقع ملا۔ بات یہ ہے کہ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ جس قدر مہنگائی ہے۔ اس کا اندازہ میرے خیال سے تو ہر ایک کو ہے شاید اس کو بالکل نہ ہو جو کچن کی طرف دیکھتا نہ ہو۔ میں نے ایک دن مسور کی دال منگوائی۔ اب مجھے پتا چلا، لانے والے نے کہا کہ 46 روپے کلو، تو میرے منہ سے نکلا کہ "ہیں" 46 روپے کلو۔ مجھے حیرت تھی کہ دال بھی 46 روپے کلو ہوتی ہے تو مجھے خیال آیا کہ how were the people of Pakistan کہ بھئی اگر دال پر گزارا ہوتا تھا کہ گھر میں پکا لی اور دو وقت تین وقت بھی چل گئی اگر یہ ساری چیزیں بھی مہنگی ہوجائیں تو this is too much بہت ان کے اوپر بار ہے۔ یہ مجھے خیال آیا۔ میرے ذہن میں تو جو میں اپنی طرف سے کہہ سکتی ہوں کہ میں اس بات کی بڑی سفارش کروں گی کہ جو basic food items ہیں grains اور دالیں، ان کو subsidy دی جائے اور انہیں نسبتاً سستا کیا جائے تاکہ گرانی کا مسئلہ اور بوجھ عوام کے اوپر اتنا محسوس نہ ہو۔ گو کہ مجھے یہ بھی اندازہ ہے کہ this is not only Pakistani phenomenon this is the world phenomenon سوائے بعض کے ۔ مجھے ابھی کل تو نہیں معلوم لیکن اتنا میں جانتی ہوں کہ developed countries میں چیزیں بڑی سستی ہیں۔ جیسے مفت ملتی ہیں۔ اب صورتحال یہ ہے کہ ہمارے پاس چیزیں مہنگی ہیں۔ غربت بہت زیادہ ہے اس میں خوراک کا مہنگا ہو جانا بہت ہی مشکل مسائل ہیں۔ جو میں suggestion دے سکتی ہوں۔ ایک تو ہم یہ کہیں گے کہ پیداوار بڑھائی جائے، اس کو بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ cultivation کے لئے areas زیادہ land کو قابل کاشت بنایا جائے۔ میں نے ایک دفعہ فلم دیکھی تھی کہ چائنا نے کس طرح اپنی بنجر زمینوں کو زرخیز زمینوں میں تبدیل کر لیا تھا۔ چائنا تو

بڑا درس عبرت ہے۔ بڑی حیرت کا مقام ہے' ان کی ترقی کو دیکھ کر انسان حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے مجھے چائنا جانے کا اتفاق ہوا۔ واقعی بیجنگ کے چوک' بیجنگ کی سڑکیں' بیجنگ کی عمارتیں دیکھ کر میں اتنی حیرت زدہ ہوئی' اتنی حیران ہوئی کہ استنے تو یو ایس اے کی سٹیٹ' کینیڈا کی بلڈنگ' ان سب کا مقابلہ بلکہ شاید اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ یہ غریب عوام کی محنت کا ہی صلہ ہوتا ہے لیکن محنت equally distribute ہو جایا کرتی ہے۔

پیداوار بڑھانے کی پوری کوشش کی جائے۔ land زیادہ area میں cultivation کی جائے کیونکہ آبادی زیادہ ہے۔ جو جگہیں قابل کاشت نہیں ہیں ان کو مختلف طریقوں سے قابل کاشت بنایا جائے۔ پھر اگر قابل کاشت بن جاتی ہے تو then we need watar موجودہ فصلوں کے لئے بھی شاید پانی کی کمی ہوتی ہے and we depend highly on rains کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارش ہو جائے۔ اگر وقت پر ہو جائے تو ٹھیک ہے اگر زیادہ ہو جائے تو بھی طوفان بہا لے جائے گا۔ کم بھی ہو جائے تو فصلیں ٹھیک نہیں ہوتیں۔ اپنی مرضی سے پانی لگانے کے لئے ہماری خواہش ہونی چاہیے' عوام کی' حکومت کی سب کی کہ dams بنائے جائیں۔ ڈیم بنانے میں بڑی تیزی دکھائی جائے' بڑی جلدی کی جائے۔ اس بارے میں' میں اپنے ساتھیوں سے بڑے ہاتھ جوڑ کر اپیل کرنا چاہتی ہوں خاص طور پر سندھ کے ساتھیوں سے کہ وہ ڈیم کو بننے دیں۔ پانی تو سب کو ملے گا کسی ایک طرف تو نہر یا دریا مڑ کے نہیں چلا جائے گا' سب صوبوں کو جائے گا' سب کو ملے گا۔ یہ dams بننے دینا چاہیے' ملک کا فائدہ ہونے دینا چاہیے اور پیداوار کو بڑھنے کا موقع دیا جائے۔ Dams کو سیاسی issue نہیں بنانا چاہیے۔ یہ تمام لوگوں کے فائدے کے لیے ہے کہ آپ کے ملک کی پیداوار بڑھے گی کیونکہ ہمارا ملک agricultural ہی تو ہے اور دوسرا یہ کہ نہایت زبردست آبادی میں اضافہ ہے ہمارے ملک کا۔

اب جب یہ سارے خوراک کے ساتھ زندہ ہیں تو جیسے میں نے کہا کہ آبادی ہماری نہایت زیادہ ہے۔ جس غریب کو بھی پوچھو' کیونکہ مجھے انکوائری کرنے کا اور ریسرچ کرنے کا جذبہ زیادہ ہے تو میں ہر ایک سے بات کر لیتی ہوں اور ان کو دیکھ لیتی ہوں بلکہ آپ یقین کریں کہ ایک دفعہ کراچی سے پشاور تک I travelled to see in the car ہر جگہ رک کے کہ کس طرح غربت اور بھوک ہے۔ مجھے بعض جگہوں پر لگتا تھا جیسے لوگ مٹی کھا رہے ہوں۔ میں اس لیے یہ

بات کہہ رہی ہوں کہ آبادی بہت زیادہ ہے۔ میرا دوسرا point یہ ہے کہ بھائی اس ملک کی آبادی کو کنٹرول کروایا جائے خدا کے لیے۔ آخر سارے ترقی یافتہ ملکوں میں یہی تو بات ہے۔

چین میں انہوں نے کس قدر آبادی کم کر دی اور دوسرے ملکوں میں بھی، تو ہمارے ملک کا مسئلہ یہ کیوں بنا ہوا ہے۔ یہاں پر آبادی کی تعداد کم ہونی چاہیے، child birth rate وغیرہ یہ ساری چیزیں ذرا کم ہونی چاہئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جب اتنی زیادہ آبادی ہے تو electricity ہر چیز کی ہی need زیادہ ہے Not only کہ پیداواری اناج کی کمی پڑتی ہے بلکہ بجلی کی بھی تو shortage ہوتی ہے۔ وہ کم استعمال کریں، کم لوگوں کے گھر میں ہے، زیادہ لوگوں کے گھر میں ہے but whatever is there, وہ بھی کم پڑتی ہے تو جو Electricity کے محکمے ہیں خاص طور پر KESC کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ electricity losses نہ ہوں، اس کو کم کرنے کی کوشش کی جائے اور نہ صرف حکومت ہی کوشش کرے losses کو کم کرنے کی بلکہ اپنے ساتھی دوستوں سے بھی کہوں گی کہ ہم بھی اپنی بجلی بچانے کی کوشش کریں اور جہاں جہاں پر یہ بری عادت ہے بجلی کی چوری کرنے کی جیسا کہ تار سے تار جوڑ لی یا جو کچھ بھی ناجائز طریقے سے کنکشن لے لیا تو یہ سب چیزیں نہیں کرنی چاہئیں۔ اس سے بھی تو ہر چیز کی shortage ہوتی ہے اور پھر چیزیں جب short ہوتی ہیں تو دوسرے لوگوں کے لیے مسئلہ کر دی جاتی ہیں۔ چوری ہوئی، سمگل ہو گئی تو اس طرح کے losses کو بھی کم کرنا چاہیے۔

اناج کے لیے جو بات ہوئی تھی اس کو بھی بچانا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ Store houses ضرور ہوں گے، grain store کرنے کے لیے بھی ہوں گے لیکن ان کی تعداد بڑھائی جائے، زیادہ کی جائے کیونکہ ہماری بڑی فصلیں بہتر ہوتی ہیں اور اب کے بڑا زور و شور سے ذکر ہے کہ کاٹن کی پیداوار بہت زیادہ اچھی ہو رہی ہے، بہت اچھی قسم کی اور بہت زیادہ تعداد اور مقدار میں ہو رہی ہے لیکن جتنا اس کا چرچا ہوا اور ہم خوش ہوئے کہ کاٹن کی بڑی مقدار آ رہی ہے۔ کتنا اچھا ہے اپنا ملک کہ کاٹن export کرتا ہے تو اس سے جو آمدنی ہو گی اور جب ہر طرح کی آمدنی ہوتی ہے تو it filters down to the poor people as well, یہ نہیں ہے کہ فیکٹری جو چلاتے ہیں۔۔۔۔۔۔، بھئی میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ factory owner جو فیکٹری لگاتا ہے وہ کماتا ہے۔ وہ بھی ٹھیک ہے کہ زیادہ کماتا ہے تو وہ زیادہ نہ کمائے کم کمائے share کرے لیکن جب

فیکٹری لگاتا ہے، روزگار کھولتا ہے تو روزگار بھی بیسیوں کو ملتا ہے، ہر درجے کے لوگ اس کے اندر روزگار پاتے ہیں۔ مزدور بھی، Supervisor بھی اس سے اوپر بھی، اس سے اوپر بھی۔ تو ان سب factories کو کھلنا چاہیے اور اس کا موقع دینا چاہیے۔ پھر ایک بات میں یہ کرنا چاہتی ہوں کہ سب چیز ہوگئی ہر طرح کی اور جو محنت کر رہا ہے ظاہر ہے کہ اس کو profit بھی لینا ہے اور profit جائز ہے، اس کی جائز محنت کی کمائی ہے۔ لیکن جو profit لیتے ہیں، ان کو بھی یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ margin of profit تھوڑا کم رکھیں۔ اس میں سب کا حصہ ہے کہ بجلی چوری نہ کی جائے، bills کی payments پوری ہوں، غلط connections حاصل نہ کئے جائیں یعنی ہر چیز کا خیال رکھا جانے اور اس طرح سے پھر ہر چیز سارے ملک اور سب کے لئے safe ہوتی ہے۔ یہ میرے چند points تھے جو میں نے بیان کئے ہیں۔

جناب والا! جیسے میں نے کہا ہے کہ مہنگائی world phenomena ہے ۔ ہر چیز ہر جگہ مہنگی ہو رہی ہے لیکن ہماری آمدن کم ہے اور اتنی مہنگی چیزیں our people cannot afford. اس لئے میرے خیال میں ان basic food grains پر حکومت کو subsidy دینی چاہئیے۔ میں نے بار ہا ذکر سنا ہے کہ ہمارے پڑوس، ہندوستان میں چیزیں بہت سستی ہیں۔ ایک دن TV پر ایک economist سمجھا رہے تھے کہ مہنگائی کا تعلق کسی ملک کی آمدن سے بھی ہوتا ہے۔ جتنا ملک معاشی طور پر well establish ہوتا جاتا ہے یا اس کی آمدن زیادہ ہوتی جاتی ہے تو وہاں پر چیزیں مہنگی ہوتی جاتی ہیں کیونکہ وہاں کے عوام کی power of purchasing زیادہ ہو جاتی ہے اور وہ زیادہ چیزیں خریدتے ہیں، اس لئے دکاندار چیزوں کے دام بڑھاتے جاتے ہیں کیونکہ ان کی چیزیں زیادہ بکتی ہیں۔ He was an economist of Pakistan and he was particularly talking about. وہ مہنگائی کی وجوہات بیان کر رہا تھا تو چند مہنگائی کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب ملک معاشی طور پر ترقی کرتا ہے تو وہاں چیزیں مہنگی ہوتی ہیں۔ ہمارا ساتھی پڑوسی ملک معاشی طور پر کافی مفلوک الحال ہے۔ ان کے اپنے problems ہیں، ان کی آبادی بہت زیادہ ہے ۔ اس کے علاوہ اور بھی مسائل ہیں جو کہ I do not know very much. میں نے ایک جنرل بات کی ہے کہ وہاں پر کیا ہوتا ہوگا لیکن میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ وہاں کے عوام کی معاشی حالت یہاں کی نسبت کم اور کمزور ہے۔ میں حال کی بات نہیں

کر رہی ہوں ' میں چند برس پہلے وہاں گئی تھی اور مجھے دیکھ کر کہتے تھے کہ کیا آپ پاکستانی ہیں؟
وہ اتنے حیران اور خوش ہوتے تھے اور ذکر کرتے تھے کہ پاکستانی تو بڑے امیر ہوتے ہیں
Pakistanis are very well off. یہ وہاں کے لوگ کہتے ہیں' people of Mumbai کہتے ہیں
کہ یہاں تو بڑی غربت ہے۔ جناب والا! وہاں آبادی بہت زیادہ ہے۔ ان کے اپنے مسائل ہیں۔
لیکن یہاں کی economy کی وجہ سے people are very well off. I do not think that
یہاں کچھ لوگ بھوکے سوتے ہوں گے۔ میں وہاں گاؤں گاؤں لوگوں کو دیکھنے گئی لیکن مجھے
لوگ بھوکے نظر نہیں آئے۔ لوگ نہایت غریب تھے ' ان کی زندگی کا کوئی level نہیں تھا لیکن
ایسے نہیں تھے کہ رات کو بھوکے سو جاتے ہوں۔

جناب چیئرمین، ذرا وقت کا خیال رکھئیے۔

سینیٹر تنویر خالد : جناب والا! .Thank you very much مجھے تو وقت کا بڑا
خیال رہتا ہے۔ میں یہاں پر ایک ضروری بات کا ذکر کرنا چاہتی ہوں جس کے لئے میں صبح بھی
آپ سے اجازت لینا چاہتی تھی۔ پہلے ایک بات تو میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ آج یہاں سینیٹر ڈاکٹر
خواجہ محمد اکبر نے maternity health اور neonatal care کے لئے وفاقی وزیر جناب نصیر
خان کو 70 لاکھ روپے سے زیادہ رقم دینے کا اعلان کیا ہے۔ اس لئے We appreciate that
gesture. That is a big amount for this country. اگر یہاں اچھی آمدن والے افراد
میں اس طرح کا gesture پیدا ہو جائے تو بڑا اچھا ہے۔ میں نے نہ صرف ان کی تعریف کی ہے
بلکہ میں نے ان سے یہ بھی کہا ہے کہ because you have been living abroad for
many years تو یہ وہاں کے mind set کا اثر ہے کہ انہوں نے یہ اعلان کیا ہے۔

جناب چیئرمین، ماشاء اللہ یہاں بھی بہت لوگ ہیں اور یہ اثر بھی ہے۔

سینیٹر تنویر خالد : یہاں زیادہ نہیں ہے اور وہاں تو اس طرح کی charity زیادہ
ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مجھے بڑی خوشی ہے کہ اس وقت میرے بڑے اہم دوست اور ساتھی
موجود ہیں۔ جناب چیئرمین! میرے Opposition کے دوست متوجہ ہوں۔

Mr. Chairman: Please, hear the honourable Member.

سینیٹر تنویر خالد: میں آپ لوگوں کی توجہ ایک مسئلہ کی طرف دلانا چاہتی ہوں اور میں یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ آغا خان کی جو قصہ کہانی ہے' وہ یہ ہے کہ' کہ آغا خان کو صرف Board کے examinations کے لئے papers تیار کرنے کا اختیار ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر تنویر خالد: مہربانی کرکے پہلے میری بات سنیں۔ انہیں صرف امتحانات کے لئے صرف papers تیار کرنے کا اختیار دیا گیا ہے کہ آپ صرف papers تیار کرکے دیجیئے۔ یہ مسئلہ اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ جیسے آپ کو معلوم ہے کہ یہاں papers کی leakage ہو جاتی ہے اور یہ سب اپنے بھائی وغیرہ کو دکھا دیا تو آغا خان has good name آخر اس کے hospital میں بھی جاتے ہیں ناں۔ صرف they are papers setter ان کی کیا مجال کہ وہ ہمارا syllabus بنائیں اور ہماری حکومت ان کو syllabus بنانے کے لیے کیوں دے گی۔ وہ ہمارے سلیبس کے اوپر paper بنائیں گےجو ہمارے ہاں پڑھایا جاتا ہے۔ ہمارے سکولوں میں پڑھایا جاتا ہے ۔ اس سلیبس کا ان کو حکم دیا جائے گا کہ یہ سلیبس ہے۔ ان کو نمونے کے papers بھی دیئے جائیں گے کہ یہ ہمارا سلیبس ہے اور اس کے اوپر آپ بنائیے اور کیوں کہ different style کے papers بنتے ہیں۔ Modern دنیا میں صرف modern style کے ہی سوال و جواب ہوتے ہیں۔ وہ صرف papers بنانے کے لیے hire کیے گئے ہیں۔ ان کی help لی گئی ہے ورنہ ان کا عمل دخل نہیں ہو سکتا ہے کہ ہمارا syllabus بنائیں'' کوئی جرأت کر سکتا ہے۔ پاکستانی تو بڑے پکے religious ہیں' ایک ایک بندہ یہاں کا' یہ نہیں کہ کچھ لوگ۔ شاید ان کی سوچ میں فرق ہوتا ہو but everybody is very patriotic ہم میں بڑی nationalism ہے' بڑے ہم محب وطن ہیں اور بڑے ہم اپنے مذہب سے ساری دنیا کی قوموں سے زیادہ dedicated ہیں۔ یہ اتنے عرصے سے اتنی غلط فہمی چل رہی ہے اور کوئی اتنی سی بات نہیں بتاتا کہ بابا وہ syllabus نہیں بنا رہے ہیں' ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ یہ papers رکھے ہیں' ان کے اوپر آپ دو' تین سوال بنا دیں۔ اس طرح سے وہ سوال بنائیں گے ۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین،ڈاکٹر محمد ساجد۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد ساجد، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

Mr. Chairman! thank you very much for giving me the chance to speak.

جناب چیئرمین! جس مقصد کے لیے یہ session requisition کیا گیا ہے جس کا آج تیسرا دن ہے اور ملکی مسائل کے مختلف dimension پر گفتگو ہوئی ہے اور اس بحث میں جو گوشے تشنہ رہ گئے ہیں میری کوشش ہو گی کہ ان پر گزارشات پیش کروں۔ جناب چیئرمین! پہلی بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہاں پر چھوٹے صوبوں میں احساس محرومی ہے۔ یہ احساس محرومی بلوچستان میں بھی ہے، یہ احساس محرومی صوبہ سندھ میں بھی ہے اور یہ احساس محرومی صوبہ سرحد میں بھی ہے۔ یہ بھی بتا دوں کہ یہ احساس محرومی قومی وحدتوں کے لیے بالکل زہر قاتل ہے۔ مرکز نے جیسے کہ میرے بہت سے دوستوں نے اس کی وضاحت کی، مرکز نے بلوچستان کے وسائل کو اپنے لیے استعمال کیا ہے اور صوبے کو محروم کیا ہے اور جناب والا! آپ کو حیرت ہو گی کہ مرکز نے صوبہ سرحد کے جتنے بھی وسائل ہیں وہاں کے رہنے والوں کو ان سے محروم کیا ہے۔ میں اس سلسلے میں چند مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ صوبہ سرحد میں power generation کے پانچ بڑے بڑے units تھے، hydel stations ہیں، تربیلا ہے، وارسک ہے، مالاکنڈ ہے، درگئی اور کرم گڑھی ہے اور ان power stations میں تقریباً 3700 Mega Watt کی generation potential موجود ہے۔ اس بجلی کی royalty جو صوبہ سرحد کو ملتی ہے وہ 1991 میں arbitrarily مقرر کی گئی ہے 6 billion per year اور گزشتہ چودہ سال کے دوران واپڈا نے بجلی کے rates بھی بڑھائے ہیں اور بجلی کی generation بھی بہت بڑھ گئی ہے لیکن بجلی کی جو royalty ہے وہ 6 billion کے اوپر cap ہے۔ جناب والا! دو سال پہلے جب جمالی صاحب وزیر اعظم تھے انہوں نے اس royalty کو 6 سے 8 billion بڑھانے کا اعلان کیا تھا، وعدہ کیا تھا لیکن یہ بڑی افسوس کی بات ہے کہ آج تک اس نئی شرح سے ایک پائی royalty بھی صوبہ سرحد کو وصول نہیں ہوئی ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ سرا سر نا انصافی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جناب والا! 1991 سے لے کر اب تک واپڈا کے ذمے جو increased generation کی royalty ہے اس کا total جو sum ہے وہ تقریباً 345 billion rupees بنتا

ہے and sir, you will really be surprised to know that not a single penny of
this amount of this area has so far been paid to NWFP Government اس
کے علاوہ جناب والا! 2002 میں مرکزی حکومت نے power generation کی policy بنائی
ہے اس کے تحت 50 میگاواٹ سے زیادہ بجلی گھر کی اجازت صوبہ سرحد کی حکومت کو نہیں ہے۔
this is all the prerogative of the Federal Government اور اس پالیسی کے تحت اگر
کوئی private party کوئی hydel station establish کرتی ہے تو 1995 کی پالیسی کے
تحت ۲۵ سال کے بعد project was to be transferred back to the Provincial
Government, that is thie Govemmt of N.W.F..P 2000 میں جو پالیسی وضع کی گئی
ہے اس کے مطابق ۲۵ سال کے بعد that project will be transferred to the Federal
Government and not to the NWFP Government جو میں سمجھتا ہوں کہ سراسر زیادتی
ہے۔جناب والا ! میں آپ سے یہ بھی عرض کر دوں کہ جیسے کہ آپ کو معلوم ہے پچھلے سال
ملک میں آٹے کا ایک بہت بڑا بحران تھا ہمارے تین چھوٹے صوبوں سندھ ' بلوچستان اور صوبہ
سرحد میں اور یہ بڑے افسوس کی بات تھی اور یہ غیر آئینی اقدام تھا اور اس کے نتیجے میں صوبہ
سرحد کی ۲۹۵ فلور ملیں ایک سال تک بالکل بند رہیں اور ہمارے صوبے میں بالخصوص آٹے کا ایک
بہت بڑا crisis رہا لیکن جناب والا! اس کے جواب میں بلوچستان نے پنجاب کے لیے گیس کی
سپلائی بند نہیں کی۔اس گندم کی بندش کے جواب میں حکومت سرحد نے پنجاب کے لیے بجلی
کی سپلائی بند نہیں کی اور جناب والا! مرکزی فنڈ کی تقسیم کا میں ذکر کروں تو یہ بھی ایک بہت
بڑا المیہ ہے۔اس کے لیے جو فارمولا وضع کیا گیا ہے۔اس کی تقسیم requirements & needs
کی basis پر نہیں ہے' یہ آبادی کے تناسب کے لحاظ سے تقسیم کیا جاتا ہے اور مزید یہ کہ صوبہ
سرحد میں تیس چالیس لاکھ افغان مہاجرین اب تک مقیم ہیں۔یہ صوبہ سرحد کی آبادی میں شمار
نہیں ہوتے۔جو میں سمجھتا ہوں بہت بڑی زیادتی ہے اور جب پانی کی تقسیم کی بات آتی ہے تو
پانی کی تقسیم صوبوں کی ضروریات کے لحاظ سے کی جاتی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ سراسر زیادتی
ہے اور نا انصافی ہے اور اس کی تلافی ضروری ہے۔یہ بات بھی جناب چیئرمین صاحب! عرض کر
دوں کہ اس وقت یہاں قومی وحدت کی ضرورت ہے۔بھائی چارے کی ضرورت ہے اور وحدت نہ

ہو، تو یہ سارے کے سارے development works بالکل بیکار ثابت ہوں گے۔قومی وحدت نہ ہو تو ہم کسی ناگہانی آفت کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔قومی وحدت نہ ہو تو حملے کی صورت میں ہم اپنے ملک کے دفاع کا انتظام بھی نہیں کر سکتے۔جناب والا! میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ جنگیں فوج اور ہتھیاروں سے نہیں لڑی جاتیں۔جب تک کہ عوام کی تائید شامل نہ ہو، جب تک کہ عوام کی پشت بانی اس کے پیچھے نہ ہو تو توپ، جہاز اور ٹینک سے اور atom bomb سے ہم جنگیں تو لڑ سکتے ہیں لیکن ہم جنگیں جیت نہیں سکتے۔ جناب والا! مشرقی پاکستان کی مثال بالکل ہمارے سامنے ہے اور گزشتہ چار سال میں قومی یکجہتی کو بے پناہ نقصان پہنچایا گیا ہے۔ میری گزارش ہے کہ خدارا! ملک میں محبت کی، جیسا کہ میری بہن محترمہ رکن سینیٹ صاحبہ نے کل فرمایا تھا کہ یہاں پر محبت کی فضا چاہیے، الفت کی فضا چاہیے اور بھائی چارے کی فضا چاہیے۔

جناب والا! دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اس وقت جو نظام یہاں پر برپا ہے جو نظام یہاں پر رائج ہے، یہ غریب آدمی کی فلاح و بہبود کے لئے نہیں ہے۔ اس وقت جو نظام یہاں پر رائج ہے، یہ جمہوری نظام نہیں ہے، یہ نظام ایک ٹولے کے ارد گرد گھومتا ہے اور بالخصوص اس کا محور ایک آدمی اور ایک individual ہے۔ یہ پورا نظام اس آدمی کے گرد گھومتا ہے اور اس آدمی کے لئے آئین میں ترامیم کی گئی ہیں اور یہ ایک آدمی کو مستحکم کرنے کے لئے، اس کی power بڑھانے کے لئے مختلف طریقے ہیں۔ یہ pillar نہیں ہو گا، یہ محور نہیں ہو گا تو پورا نظام دھڑام سے گر جائے گا۔ جیسا کہ ایوب خان کا نظام ایوب خان کے جانے کے بعد گرا، جیسا کہ یحییٰ خان کا نظام یحییٰ خان کے جانے کے بعد گرا، جیسا کہ ضیاء الحق کا نظام ضیاء الحق کے جانے کے بعد گرا۔

جناب والا! تیسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ PTV کی حد تک اور سرکاری اعلانات کی حد تک ملک کے جو خزانے ہیں، وہ ڈالروں سے بالکل بھرے پڑے ہیں، گدائی کا کشکول توڑا گیا ہے۔ حکومت کے اعلانات کی حد تک یہاں پر دودھ کی اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں لیکن جناب والا! یہ حقیقت حال اور ground situation اور ground reality اور ہے۔

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیئے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد ساجد، جناب عالی! ملک میں روزگار کے مواقع نہیں ہیں اور اس لئے sir, اپنی اولین فرصت میں یہ لوگ اپنے ملک سے بھاگے جا رہے ہیں۔ ملک میں جو مہنگائی کی صورت حال ہے' اس پر کافی بحث ہوئی ہے۔ ایک غریب آدمی اپنے بچوں کو دو وقت کھانا بھی مہیا نہیں کر سکتا۔ جناب! ملک میں corruption کی جو صورت حال ہے' اس کی تازہ ترین صورت حال آپ نے گزشتہ ماہ کے اخبارات میں پڑھی ہو گی۔ صوبہ سندھ کے وزیر اعلیٰ نے اپنے ایک وزیر امتیاز شیخ پر corruption کے الزامات عائد کئے ہیں اور جواباً امتیاز شیخ نے بھی وزیر اعلیٰ پر corruption کے الزامات عائد کئے ہیں۔ جناب! یہ corruption ہزاروں کی نہیں ہے' یہ لاکھوں کی نہیں ہے' یہ corruption کا level کروڑوں اور اربوں روپے کا ہے۔

جناب والا! جہاں تک law and order situation کا تعلق ہے' پروفیسر خورشید صاحب نے 26 اپریل کو جو Session تھا' اس میں آفتاب شیر پاؤ وزیر داخلہ سے سوال پوچھا تھا کہ 1998 سے لے کر 2004 تک ملک میں police کے پاس جو مختلف جرائم کے cases registered ہوئے ہیں' اس کی تفصیل بتائیے۔ شیر پاؤ صاحب نے جو تفصیل بیان کی ہے' this is really alarming, this is on the page 47 which was delivered to us yesterday. جناب عالی! murder کی تعداد 66195, rape 15898, kidnapping 50121, highway robbery 1485, car lifting 18258, theft 386977, child abuse 1035 جناب عالی! اس اعداد شمار سے معلوم ہوتا ہے----

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیئے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد ساجد، جناب عالی! اس ملک میں بالکل جنگل کا قانون ہے۔ میری معزز بہن نے بات کی ہے آغا خان تعلیمی بورڈ کی۔ یہاں پر میراتھن ریس کی بات بھی ہوئی ہے اور میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ جس طرح پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ نکالا گیا۔ curriculum میں تبدیلیوں کا اعلان کیا گیا' دینی مدارس کے نصاب کو تبدیل کرنے کے اعلانات کیے گئے اور جس طرح داڑھی اور حجاب اور پردے کا مذاق اڑایا گیا یہ معمولی واقعات نہیں

ہیں these are not isolated incidences and events this is the tip of an

iceberg اور یہ ملک کو secularization کی طرف لے جانے کے لئے اہم اقدامات ہیں ۔

جناب والا! مجھے صرف ایک منٹ کی مہلت دیجئیے ۔ کل سینیٹ کی sitting کے اختتام پر ہمارے معزز رکن شیر افگن خان نیازی صاحب نے سوال کیا تھا ۔ بڑا دلچسپ سوال کیا تھا انہوں نے کہ کیا قرآن و سنت میں ہڑتال کی اجازت ہے ؛ میں اس معزز رکن سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا قرآن وسنت میں پرامن شہریوں پر بلاجواز ڈنڈے برسانے کی اجازت ہے ؛ میں پوچھوں گا کیا قرآن و سنت میں ایک اسلامی مملکت میں فوجی ڈکٹیٹر شپ کی اجازت ہے ؛ میں جناب شیر افگن خان نیازی صاحب سے پوچھوں گا کہ کیا قرآن و سنت میں ایک مسلمان حکمران نے قوم کے ساتھ جو وعدہ کیا ہے اس سے مکرنے کی اجازت ہے؟

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین، ڈاکٹر صاحب وقت بہت ہو گیا ہے ۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد ساجد ، آخر میں مجھے صرف آدھا منٹ دیجئیے ۔میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں ۔ کل ایک دوسرے معزز رکن نے اشارہ کیا تھا ۔ انہوں نے ہماری توجہ ایک بہت ہی اہم نکتے کی طرف مبذول کرائی ۔ انہوں نے کہا کہ سڑکوں پر جلسے جلوس کرنا کوئی معنی نہیں رکھتے اور اگر ہمت ہے تو حاکم وقت سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کریں ۔ اس سلسلے میں جناب والا! عرض ہے کہ اس وقت ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے I am absolutely certain اس وقت ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا ذمہ دار ایک فرد واحد ہے ۔ یہ فرد واحد کون ہے ؛ کیا یہ فرد واحد جنرل پرویز مشرف نہیں ہے ۔ کیا یہ فرد واحد صدر پرویز مشرف نہیں ہے ۔ جی ہاں یہ فرد واحد صرف اور صرف پرویز مشرف ہے ۔

جناب چیئرمین! پرویز مشرف اپنے وعدے سے مکر گئے ہیں اس لئے 31 دسمبر 2004 کے بعد پرویز مشرف نہ افواج پاکستان کے سربراہ ہیں اور نہ صدر پاکستان ہیں Thank you very much Mr. Chairman.

Mr. Chairman: Last speaker on this Haji Liaquat Ali Bangalzai:

نہیں بولنا چاہ رہے - بولیں گے - جی -

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی، نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم - اما بعد اعوذباللہ من الشیطنٰ الرجیم- بسم اللہ الرحمنٰ الرحیم- ان اللہ علیٰ قل شیٌ قدیر - جناب چیئرمین! آج ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی کے حوالے سے جس بحث کا آغاز ہوا ہے - اللہ مغفرت کرے ہمارے ایک کالم نگار ' ادیب اور شاعر ریٹائرڈ کرنل ضمیر جعفری صاحب ہوا کرتے تھے - ان کا ایک قطعہ ہے جب ان سے یورپ ' امریکہ یا پاکستان کے تقابلی جائزے کے حوالے سے پوچھا جاتا تو وہ کہتے کہ -

پوچھتے مجھ سے ہیں پاکستان ' امریکہ اور یورپ کا فرق

جو کچھ ہمارے گھر میں ہے ان کے عجائب گھر میں ہے۔

ہماری حسب حال مہنگائی کے حوالے سے میرا ایک تازہ قطعہ ہے - توجہ چاہتا ہوں ---

خاص ہیں جو مانگتے پھرتے ہیں انسانی حقوق "صحت وتعلیم ' بجلی اورگیس

"عام لوگوں کی ضرورت آب و نان "اور ہیں یہ محض حیوانی حقوق

جناب چیئرمین! ہمارے ہاں انسانی حقوق کی باتیں تو ہوتی ہیں - لیکن میں یہاں انسانی حقوق کی باتوں کے بجائے آب و دانہ کے حوالے سے اگر بات کی ابتدا کروں اور میں یہ کہوں کہ ہمارے ایک سو پچاس ملین لوگوں کو اگر پانی اور روٹی ملے گی تو غنیمت ہے - آج ہمارے ملک کی معیشت ایک ماہرمعیشت کے حوالے سے اور اس کی عینک کو پہن کر دیکھا جائے تو ہم دنیا کے سب سے غریب ترین ملکوں میں شامل کئے جاتے ہیں۔ اور اس پرستم بالائے ستم یہ کہ جو تازہ ترین سروے ہوا ہے اس میں ہمیں بدعنوان ترین ممالک میں چوتھے نمبر پر لایا گیا ہے - اور صبح کے سیشن میں اُس طرف بیٹھے ایک فاضل رکن سینیٹ نے ایک بڑا خوبصورت جملہ کہا اور جو مجھے کافی اپیل کرگیا - کہ دنیا کی پانچ سو یونیورسٹیوں میں پاکستان کسی شمار و قطار میں شامل نہیں -

جناب والا! اب ہم آتے ہیں طبقاتی نظام تعلیم کی طرف ' بات کا مہنگائی کی طرف رخ میں ضرور موڑ دوں گا - لیکن ہمارے ہاں طبقاتی نظام تعلیم نے جو رہی سہی کسر تھی اسے بھی ملیامیٹ کردیا - پرائیویٹ سکول کے نام پر' پرائیویٹ ہاسپٹل اور کلینکس کے نام پر قوم کے جن

غرباء، غریب اور نادار اور بے بس لوگوں کو لوٹا جا رہا ہے اور ساتھ ساتھ ان پرائیویٹ سکولز کو جو مراعات ہماری حکومت کی طرف سے دی جاتی ہیں۔ اس ضمن میں' میں آنے والے بجٹ میں۔۔۔ ۔۔' ایک محترمہ سینیٹر جو اس وقت چلی گئیں نے کہا تھا کہ تجاویز دے دیں۔ تو میری تجویز یہ ہے کہ جو پرائیویٹ سکولز ہیں ان کو اگلے بجٹ میں اس بات کا پابند بنایا جائے کہ انہیں جو مراعات حکومت کی طرف سے ملتی ہیں وہ اپنے evening shifts میں کلاسوں کا اجراء کرکے روزانہ دو گھنٹے غریب والدین کے بچوں کو مفت پڑھائیں کہ جن کو اتنی استطاعت اور طاقت نہیں کہ وہ ٹیوشن پڑھائیں۔ اور ساتھ ساتھ جناب چیئرمین! میری اس تجویز کو بھی نوٹ کرلیں کہ جو پرائیویٹ کلینکس چلانے والے ڈاکٹر صاحبان ہیں۔ ان کو بھی اس بات کا پابند بنایا جائے کہ آئندہ روزانہ وہ صرف پانچ، پانچ مریض مفت دیکھا کریں۔ ان کی فیسیں بھی پانچ سو روپے سے کم نہیں ہیں۔ اور اس کے لئے انہیں باقاعدہ پابند کیا جائے کہ ایک رجسٹر ساتھ رکھیں تاکہ روزانہ صرف چیک کرکے دوائیاں لکھ دیا کریں وہ خود لے لیا کریں گے۔

جناب چیئرمین! آج ہمارے اس ایوان میں کچھ سینیٹر صاحبان نے بڑے بے رحمانہ انداز میں مہنگائی کا تجزیہ کیا ہے میں اس موقع پر پوری دیانتداری کے ساتھ ان سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن جیسا کہ میرے محترم فاضل رکن ڈاکٹر عزیز اللہ سانکزئی صاحب نے فرمایا کہ اشیائے خورد و نوش جو دیگر تین صوبوں میں ہمیں میسر ہیں، بدقسمتی سے بلوچستان میں ہمیں وہ میسر نہیں ہیں۔ میر ی بہن فاضل رکن سینیٹ محترمہ پری گل آغا نے فرمایا کہ بلوچستان میں اس وقت بھی آٹھ روپے میں ایک روٹی مل رہی ہے جبکہ یہاں ہمارے کچھ ماہرین اقتصادیات نے کہا کہ تین روپے میں ایک روٹی ہے۔ ان کا claim بھی بالکل بجا ہے لیکن ہم بھی اپنے اس دعویٰ کے لیے آپ کو دلائل بھی دے سکتے ہیں اور ثبوت بھی دے سکتے ہیں کہ ہمارے ہاں ایک روٹی آٹھ روپے میں فروخت ہو رہی ہے۔ جناب چیئرمین! ایک ملک میں' میں نہیں سمجھتا کہ دو نظام کیسے چل رہے ہیں۔ ایک طرف صوبہ پنجاب میں روٹی تین روپے کی ملتی ہے حالانکہ یہ بھی کافی مہنگی ہے' اسے ایک روپیہ فی روٹی ہونا چاہیے تھا لیکن ہمارے ہاں یہ آٹھ گنا زیادہ پر بک رہی ہے' آٹھ روپے فی روٹی ہے۔

جناب والا! میں نہیں سمجھتا کہ صرف ایک دو عوامل مہنگائی کا باعث ہیں۔ مہنگائی کا اگر

ہم ایماندارانہ طور پر تجزیہ کریں جیسا کہ ہمارے دوست جناب سواتی صاحب نے کیا' یہ ایک عالمی مسئلہ ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اگر ہم دیکھیں تو جو social welfare states ہیں وہاں مہنگائی کے ساتھ ساتھ عوام کو سہولتیں پہنچانے کی غرض سے ان کے لیے صحت، تعلیم، سڑکیں، پانی، صاف ماحول مہیا کرنا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے ۔ یہاں چہ جائیکہ حکومت کی طرف سے ہمیں یہ چیزیں مہیا کی جائیں الٹا ہم پر ٹیکسوں کا انبار لگا کر ہمارے منہ سے لقمہ خشک بھی چھینا جا رہا ہے ۔

جناب چیئرمین ! میں وزیر قانون کی توجہ چاہتا ہوں کہ ہمارا قانون کہاں گیا؟ اس ملک میں آپ ہمارے منہ سے وہ خشک نوالہ بھی چھین رہے ہیں اور دوسری طرف آپ کی پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں ۔ آپ آئیے! میں آپ کو بلوچستان لے جاتا ہوں جہاں آپ دیکھیں گے کہ ہمارے لوگوں کو نان جویں بھی میسر نہیں ہے ۔ جناب والا! یہ کیا نظام ہے ، ہم کس کے پاس فریاد لے کر جائیں، کس کی گلی میں ہم جائیں؛ ہماری نظریں تو آپ کی طرف ہیں۔ ہم اپنے ہر دکھ کا مداوا آپ سے چاہتے ہیں ۔ آپ ہمارے ایوان بالا کے custodian ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم یہاں اپنے عوام کے جذبات کی ترجمانی کرنے آتے ہیں اور ہمیں آپ سے پوری امید ہے اور یقین بھی ہے کہ آپ ہماری ترجمانی حکام بالا تک ضرور پہنچاتے ہوں گے۔ مگر جناب چیئرمین! میں یہاں اس بات کو quote کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں کہ میں کچھ facts and figures لایا تھا بدقسمتی سے وہ کاغذات مجھے نہیں مل رہے کیونکہ میری تقریر پہلے نمبر پر تھی اب میں آخر پر پہنچ گیا ہوں ۔ میرے وہ کاغذات ہی پتا نہیں کہاں گئے۔ میں وہ facts and figures میر ولی بادینی کو خاص طور پر دکھانے کے لیے لایا تھا کیونکہ ان کا تعلق ہمارے علاقے سے ہے اور ہمارے Less Developed Areas Committee کے Chairman بھی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ انشا اللہ وہ اس معاملے کو اپنی standing committee میں بار بار اٹھاتے رہیں گے کہ ہمارے جو کم ترقی یافتہ علاقے ہیں ان کی طرف میں توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ میں ان کے اور آپ کے توسط سے' کیونکہ بجٹ آنے والا ہے' میں ایک خصوصی package ترقیاتی کام کے حوالے سے' اپنے صوبے کے لیے چاہتا ہوں کیونکہ وقت بہت مختصر رکھا گیا تھا' مجھے بتایا گیا تھا کہ سات منٹ سے زیادہ بات نہیں کرنی۔ لہٰذا میں انہی الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ

ادا کرتا ہوں۔

Mr. Chairman: That concludes the speakers.

وسیم صاحب آپ کچھ بولنا چاہیں گے؟ جی ڈاکٹر صاحب آپ بولیں گے۔ رانجھا صاحب آپ بولیں گے۔ اچھا چلیں رانجھا صاحب آپ بولیں۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میرا خیال ہے، جہاں تک مہنگائی کا تعلق ہے، اس کے متعلق بار بار کہنا کہ مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے، کمر ٹوٹ رہی ہے اور کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے۔ اس کے facts and figures کو بار بار repeat کرنے سے میں سمجھتا ہوں اس ایوان میں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بڑی اچھی بات کی ہماری بہن نگہت آغا نے کہ آج ہم بات کریں کہ یہ ایک حقیقت ہے، how do you meet it? میں سمجھتا ہوں کہ ہماری ایک تو basic problem یہ ہے کہ we cluster issues. جی پنکھا بھی نہیں ہے، بجلی بھی نہیں ہے، پانی بھی نہیں ہے، زمین بھی نہیں ہے، بارش بھی ہو رہی ہے، تمام باتیں ہم اکٹھی کر دیتے ہیں اور ان کے حل کی بات نہیں کرتے۔ ہم سب کو پتا ہے کہ we are in a global village, ہم سب کو پتا ہے کہ prices internationally monitor ہوتی ہیں۔ آج ہم بات کرتے ہیں اپنے زمینی حقائق کی کہ ہمارے ماحول میں رہ کر what should be our priorities and what is do able with us. ہمیں بھی پتا ہے کہ جی جب تک آپ کی debt retirement نہیں ہوگی، آپ پر قدغن ہے۔ آپ subsidy نہیں دے سکتے۔ وہ لوگ جو subsidy دے رہے ہیں وہ اپنے ملک میں اپنی زراعت کو بذریعہ subsidy sustain کرتے ہیں۔ دنیا میں کسی ملک میں زراعت نہیں چل پاتی without subsidy. اب ہم جکڑے ہوئے ہیں۔ دیکھنے کی بات ہے کہ اس ماحول میں how best to do it? اور میں سمجھوں گا کہ let us today prioritise. جب ہم بات کرتے ہیں مہنگائی کی تو ایک sector لے لیں۔ مہنگی تو تعلیم بھی ہے۔ مہنگی صحت بھی ہے، مہنگی بجلی بھی ہے، مہنگا پیٹرول بھی ہے۔ ہر چیز مہنگی ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں let us today concentrate only on the kitchen, کہ کچن میں ہم کس طرح regress کر سکتے ہیں without annoying those people who

اور کم از کم اگر subsidy دے بھی دیتے ہیں تو کسی regulate our economic policy بہانے سے، زمیندار کو بیشک -/400 روپیہ من گندم کا دیں لیکن کچن کے لیے اس کو subsidise کرکے آٹا لوگوں کو سستا دیں، دال سستی کر دیں، سبزی سستی کر دیں، گھی سستا کر دیں۔ بات نہ کریں subsidy کریں، please focus on the kitchen and this you can do only by subsidising small portions in a covered manner. نہ اس کی تشہیر کریں لیکن جب تک آپ کچن کے ماحول کو غریب کے لیے سہل نہیں بنائیں گے، لوگ روتے رہیں گے اور you will be a very poor Government. آج جو حکومت پر الزام ہے۔ آپ لاکھ بات کریں good governance کی، آپ لاکھ بات کریں میرٹ کی، آپ لاکھ بات کریں House بڑا اچھا کام کر رہا ہے۔ آپ لاکھ بات کریں کہ ہم in principle اچھا کام کر رہے ہیں، it does not sink in چونکہ سب سے پہلے میرے دوست نے بڑی تیز بات کردی کہ پہلے روٹی اور پھر پاکستان۔ میں سمجھتا ہوں he did not mean it, it is symbolic. بھوک تو لوگوں کا مذہب بھی ان سے لے لیتی ہے۔ بھوک سے لوگوں کو خدا بھلا دیا جاتا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ آج اس ہاؤس کو کوئی ایسا resolution pass کرنا چاہیے کہ کچن کی حد تک ہم کہتے ہیں کہ we should support subsidy تاکہ کم از کم وہ item, ایک لے لیں، دو لے لیں، تین لے لیں، چار لے لیں، یہ بیشک جتنا مرضی ہو لے لیں اس کو focus کر لیں۔ Focus on the kitchen items alone. تاکہ لوگوں کا جو مسئلہ خوراک کا ہے وہ تو حل ہو لیکن جب ہم بات کریں گے تو یہ کہیں کہ اچھا یہ خوراک کی بات کر رہے ہیں، ساتھ تعلیم بھی شروع کر دیتے ہیں، ساتھ صحت بھی شروع کر دیتے ہیں، ساتھ ہی گاڑیوں کی قیمتوں کی بات شروع کر دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ we spoil the whole debate آج میں اس ہاؤس سے یہ request کروں گا کہ please focus on a smaller and durable issue, let us talk about the durable day and give the resolution کہ اس کو ہم ایسے حل کریں گے۔

دوسری بات جو میں عرض کرنے لگا ہوں کہ قیمتیں جو ہیں، ہم سارے لوگ جب کسی بحث کو بھول جاتے ہیں یا ہارتے ہیں تو ہم سعودی عرب چلے جاتے ہیں کہ سعودی عرب میں

دیکھو کیا ہو رہا ہے کہ وہاں پر تو بیس سال میں جو کوکا کولا کی بوتل ہے اس کی آج بھی قیمت ایک ریال ہے۔ آج سے بیس سال پہلے بھی ایک ریال تھی۔ this is called price regulation ہمارے ہاں، بڑی خوشی سے، بڑی تالیاں بجائیں کہ لوکل گورنمنٹ آ گئی ہے، پاور لوگوں کی دہلیز پر چلی گئی ہے۔ لیکن جو اختیار تھا قیمتوں کو چیک کرنے کا price کو regulate کرنے کا nobody is an owner today. نہ ناظم مانتا ہے، نہ نائب ناظم مانتا ہے، نہ مجسٹریٹ مانتا ہے۔ کسی کے پاس اختیار نہیں ہے۔ آج آپ کبھی یہ جو Sunday بازار لگتے ہیں ان میں چلے جائیں۔ دو بازار، ایک بازار ہے فورٹریس سٹیڈیم میں اور دوسرا بازار کنٹونمنٹ سے تھوڑا باہر لگا ہوا ہے۔ دونوں کی قیمتوں میں آدھے سے زیادہ فرق ہے۔ ایک جگہ پر ایک ادارہ ہے جو prices کو regulate کرتا ہے۔ جو کہتا ہے کہ ٹماٹر کا بھاؤ یہ ہے اس سے زیادہ نہیں بکے گا۔ وہاں پر فوج کے دو سپاہی کھڑے ہوتے ہیں they regulate, check the prices. Civil Government میں جو price checking system تھا جو ناپ تول کو چیک کرنے کا سسٹم تھا، جو ترازو کو ٹھیک رکھتا تھا وہ غائب ہو گیا ہے۔ آپ سو روپے کی چیز لیتے ہیں آپ کو پچاس روپے جتنی ملتی ہے۔ اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ ایک جو محکمہ تھا جو Weight and measures check کرتا تھا۔ قانون تو ہے، آج وہ محکمہ غائب ہو گیا ہے۔ ایک محکمہ which used to check the price list آج وہ نہیں ہے۔ nobody is in the Government to examine this اگر آپ اس کو ہی نافذ کر لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ food prices can be regulated by proper checking and capping the price

تیسری بات میں بڑے ادب سے کہوں گا کہ آپ پیسوں میں subsidy نہ دیں۔ in trade دے دیں کہ جو لوگ گندم کو cultivate کر رہے ہیں، جو لوگ چاول تو cash crop ہے۔ میں اس کی بات نہیں کرتا۔ پھٹی cash crop ہے میں اس کی بات نہیں کرتا لیکن ٹماٹر cash crop نہیں ہے۔ سبزی cash crop نہیں ہے۔ دال cash crop نہیں ہے۔ ان کے متعلق سوچیئے گا How can we check the prices of edibles میں سمجھتا ہوں کہ it would be a great service of this House towards the Nation. Thank you very much.

جناب چیئرمین، جی ڈاکٹر شیر افگن نیازی صاحب۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین، ایک بڑا author ہے Astemnwill اس نے ایک بڑی خوبصورت بات اپنی کتاب میں کہی ہے Have and have not میں وہ یہ کہتا ہے کہ جب ایشیاء کے کسی شخص کو بچھو کاٹتا ہے تو وہ کم از کم گھنٹوں تک اس بچھو کی خاصیتیں، رنگ، طریقہ کار، کیسے ڈسا، کس وقت ڈسا پر بات کرتا ہے علاج کی طرف اس کا دھیان نہیں جاتا۔ یہ بڑی خوبصورت بات ہے اور اس حصہ میں ہم بھی آتے ہیں۔ قریباً معزز اراکین سینیٹ تیرہ کی تعداد میں جنہوں نے اس پر اظہار خیال کیا ہے، جو بنیادی topic تھا کہ میں مہنگائی، مہنگائی کے حوالے سے میں نے تمام کے نوٹس لئے ہیں اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ 70% سے زائد اراکین نے مہنگائی کو touch ہی نہیں کیا بلکہ مختلف مسائل مثلاً آصف زرداری صاحب کی آمد، اس کا روکنا، پولیس کا تشدد یا اس قسم کی باتیں انہوں نے اس معزز ایوان میں کہیں۔ ممکن ہے ان کے حوالے سے وہ زیادہ سود مند ہوں۔ جہاں تک مہنگائی کا تعلق ہے تو اس کے حوالے سے بہت کم باتیں ہوئیں لیکن چند معزز اراکین نے اس کی نشان دہی کی اور سب سے پہلے مقرر جناب اسحاق ڈار صاحب تھے جو سابق وزیر خزانہ رہے ہیں اور شعوری طور پر انہوں نے اپنے figures سے ثابت کیا ہے کہ inflation rate کہاں چلا گیا ہے 9.9 اور کس طریقہ کار سے مہنگائی اژدھے کی طرح منہ کھولے ہوئے پاکستان کی طرف بڑھ رہی ہے لیکن ایک میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں انہوں نے بھی بیماری کی نشان دہی کی ہے، جو بیماری پاکستان کو لاحق ہے مہنگائی کو پوری طرح سے اجاگر کیا لیکن اس کے حوالے سے علاج تجویز نہیں کیا۔ وہ expert ہیں اور مجھے توقع تھی کہ جہاں یہ مسائل ہمیں درپیش ہیں، یہ ہر شہری کا مسئلہ ہے، ہر پاکستانی کا مسئلہ ہے اور یہاں پر اگر وہ مہربانی کر کے اس کی بھی نشان دہی کرتے کیونکہ وہ وزیر خزانہ رہے ہیں، بڑے لائق آدمی ہیں کہ کچھ اچھی تجاویز دیتے تاکہ ہم ملک میں ان پر عمل کر کے مہنگائی کو روک سکتے تو بہت بہتر ہوتا۔

انہوں نے جہاں گوشت کی قیمت، سبزی کی قیمت، آلو ٹماٹر کی موجودہ قیمت بیان کی ہے۔ اب یہاں پر اسی طریقہ کار سے ہمارے ایک معزز رکن جو امریکہ سے تشریف لاتے ہیں اور

خصوصی طور پر اس معزز ایوان میں اپنی حاضری یقینی بناتے ہیں اور ملک سے درد رکھتے ہیں انہوں نے بھی بہت زیادہ اس پر اپنا concern show کیا اور انہوں نے بہت ساری باتیں کیں مہنگائی کے حوالے سے انہوں نے مسائل بتائے کہ ہم کیوں trap ہو گئے مثلاً کشمیر کا مسئلہ انہوں نے کہا، صوبائی خود مختاری کی بات کی اور اس طریقے سے صوبوں کو مضبوط کرنے کی بات کی تاکہ وفاق مضبوط ہو اور اس طریقہ کار سے قانون اور آئین کی protection کی بات کی لیکن انہوں نے کوئی تجویز نہیں دی کہ ہم کس طریقہ کار سے اس موجودہ مہنگائی کو روک سکتے ہیں۔

ہماری ایک معزز سینیٹر رزینہ عالم صاحبہ نے بھی صورت حال اسی طریقہ سے بیان کی ہے یعنی میں کہہ سکتا ہوں ماسوائے ایک معزز خاتون نے جس نے بڑی خوبصورتی سے بہت ساری تجاویز دی ہیں کہ اگر ہم اس طریقہ کار سے گزریں تو ممکن ہے مہنگائی کو قابو کر سکیں اور اس طریقہ کار سے ہم عوام کو سہولت بہم پہنچا سکتے ہیں۔ ہمارے دوسرے معزز سینیٹر نے بھی صدر صاحب کے حوالے سے بہت ساری بات کی اور یہاں یہ بات بھی ہوئی کہ ہمارے موجودہ President قانونی ہیں، دستوری ہیں، کیا ہیں، کیا نہیں ہیں۔ جہاں پر یہ بات بھی کی گئی، ایک معزز رکن نے، مجھے ان سے بڑی توقع تھی، میں مناسب نہیں سمجھتا کہ ان کا نام لوں۔ انہوں نے بنیادی طور پاکستان کہنے سے بھی انکار کر دیا۔ یہ طریقہ کار ہمارے لیے نقصان دہ ہے، تکلیف دہ ہے۔ مناسب یہی ہوتا کہ اس معزز ایوان نے جتنی سیر حاصل بحث کی ہے اور معزز اراکین نے بہت ساری تجاویز بھی دی ہیں اور اس حوالے سے ان مسائل کی نشان دہی بھی کی ہے کہ ہمیں کیا صورت حال درپیش ہے اور کیوں ہے۔

اب یہاں پر اگر آپ مناسب سمجھیں ایک ہمارے معزز رکن، ہمارے Treasury Benches کے last speaker جو بڑے معزز ہیں، لکھے پڑھے ہیں اور بیرسٹر ہیں، Law Minister رہے ہیں اور وہ فرما رہے تھے کہ ہمارے ہاں کوئی قانون قاعدہ ہے نہیں اور lower down ہم نے وہ صورت حال پیش ہی نہیں کی حالانکہ وہ قانون موجود ہے، Act موجود ہے 77 کا اور 68 کا باقاعدہ جو 2001 میں ordinance clamp ہوا ہے local government میں، میرے پاس notification ہے جو میں اسی لیے لے آیا ہوں کہ وہ officers جو local level پر یہ کنٹرول کرتے ہیں اور جو مہنگائی کی طرف بڑھتا ہے اور جو چیزوں کو مہنگا بیچتا ہے اس کے

خلاف action ہوتا ہے یا نہیں، وہ کون ہیں جو اقدام کر سکتے ہیں، ان کے بارے میں میرے پاس ایک notification ہے - Infrastructure from District level to Federal Government is available. یہ بات بھی ان کے علم میں ہوگی لیکن Government of Pakistan نے اس مہنگائی کو روکنے کے لئے سید سلمان شاہ کو باقاعدہ وزیر اعظم کا Advisor for Finance مقرر کیا ہے۔ ان کے ساتھ اور بہت سارے وزراء اور دیگر اہلکار لگائے ہوئے ہیں۔ وہ اس کوشش میں ہیں کہ کس طریقے سے پاکستان میں اس مہنگائی کو روکا جا سکتا ہے۔ ایک High Power Committee قائم کی گئی ہے تاکہ وہ دیکھ بھال کرے۔ District level سے لے کر وفاق تک infrastructure موجود ہے اور اس پر عمل ہو رہا ہے اور اس کے بعد ہر جگہ پر قانون کے مطابق اختیارات دیئے گئے ہیں۔ اس مقصد کے لئے District level, Tehsil level, Division level, Provincial level and Federal level پر officers مقرر ہیں - میں عرض کرتا ہوں کہ قانون میں کہیں بھی کوئی کمی یا کمزوری نہیں ہے۔ میرے پاس وہ Act بھی موجود ہے۔ اس میں ایک چیز کہی گئی ہے کہ جو Act 1958 ہے، اسے remodel کیا گیا ہے اور یہ بالکل اس وقت operative ہے۔ اس میں تمام چیزوں کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں اور اس کے تحت look after کی جا رہی ہے اور جو Act ,1997 میں بنایا گیا تھا، میں اسے پڑھتا ہوں کہ "The Price Control and Prevention of Profiting and Holding Act 1997" یہ تھوڑا سا ineffective اس لئے کر دیا گیا کہ اس میں 40 items تھے including all food items. اس میں سے 38 items بعد میں نکال دیے گئے اور صرف fertilizers and text books شامل رہی ہیں لیکن ہمارے پاس جو Act 1958 کا ہے، یہ 100% operative ہے اور اب اس میں ضلع level پر Officers کو طاقت دی گئی ہے اور اس میں District level پر

Deputy District Officer(Revenue) , Deputy District Officer (Consolidation) , Assistant District Officer(Revenue) , Assistant District Officer (Consolidation) , Tehsildar (Revenue) , Tehsildar (Consolidation) , Naib Tehsildar (Revenue) , Naib Tehsildar (Consolidation) , Tehsil Town

Officer, Municipal Officer, Tehsil Town Officer (Regulation), any other Officer to be deputed by D.C.O, District Officer, Enterprise and Investment Promotion, Deputy District Officer, Enterprise and Investment Promotion, Assistant District Officers, all Gazetted Officers of the Food Department and Assistant Food Controllers.

شامل ہیں - یہ Act 1958 کے تحت empowered ہیں -

جناب والا! جب رمضان شریف کا مہینہ آتا ہے تو عموماً چیزوں کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں - اس حوالے سے میں ایک واقعہ بیان کرنا پسند کروں گا اور میں اس پر صوبہ سرحد کی حکومت کو داد دوں گا کہ وہاں اس دفعہ اشیاء کی قیمتیں نہیں بڑھی ہیں۔ عام طور پر رمضان کے مہینے میں قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اور دکاندار اس صورت حال سے بڑا منافع کماتے ہیں جس کی وجہ سے عوام بڑے پریشان ہوتے ہیں - اس دفعہ صوبہ سرحد میں ایک move ہوئی کہ وہاں پر اس Act کے تحت Magistrates کو Special Powers دے دی جائیں اور پھر Magistrates مقرر کئے جائیں جو ہر جگہ مہنگائی کو check کریں لیکن چیف جسٹس صاحب، پشاور ہائی کورٹ نے اس تجویز کو accept نہیں کیا۔ اب دوسری طرف چیف جسٹس صاحب، لاہور ہائی کورٹ، چیف جسٹس صاحب، سندھ ہائی کورٹ اور چیف جسٹس صاحب، بلوچستان ہائی کورٹ نے اس تجویز کو قبول کر لیا Magistrates depute ہو گئے - میرے پاس figures ہیں، اگر معزز ممبران کہیں گے تو میں یہ دے دوں گا لیکن یہ بتانا چاہوں گا کہ اس دفعہ ماہ رمضان کے دوران صوبہ سرحد میں قیمتیں سب سے کم رہیں جب کہ دوسرے تینوں صوبوں میں قیمتیں بہت بڑھ گئیں۔ میں اس کی وجہ بیان کرتا ہوں - اس کی وجہ یہ تھی کہ دکانداروں نے ان کے ساتھ ملی بھگت کی کیونکہ Magistrates نے بھی عید منانی تھی، انہوں نے بھی اپنا share لینا تھا۔ بجائے اس کے کہ قیمتوں میں کمی ہوتی یا استحکام ہوتا، انہوں نے مزید rate بڑھا دیئے اور اس میں Magistrates کو دیا جانے والا share بھی شامل کر لیا۔ تین صوبوں میں عوام پر مصیبت آ گئی اور چوتھے صوبے میں کوئی قیمتیں نہیں بڑھیں اور control اچھا رہا اور اس سے لوگ خوش ہوئے۔ اس لئے میں یہاں پر یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمارے ملک میں دو قسم کی مہنگائی چل رہی ہے۔ ایک مصنوعی

مہنگائی ہے اور ایک حقیقی مہنگائی ہے۔ اب مصنوعی اور حقیقی میں کیا فرق ہے۔ اب مصنوعی یہ ہے کہ جہاں پر ایک ضلعی انتظامیہ یا اس کا کوئی حوالہ ہو تو ان کو گوشت مفت میں دینا پڑتا ہے۔ جن کو اگر نہ دیں تو چالان ہو جاتے ہیں یا فروٹ ان کو free دینا پڑتا ہے' اسی طریقے سے بہت ساری چیزیں ہیں تو اپنے منافع کے لیے یا اس کمی کو دور کرنے کے لیے وہ خود قیمت بڑھا لیتے ہیں اور checking officers اس میں shareholders ہو جاتے ہیں۔ اس طریقہ کار سے' اس کے برے اثرات عوام پر پڑتے ہیں اور خود بخود وہ مہنگا کر دیتے ہیں۔ حالانکہ قانون میں یہ بالکل مستند چیز ہے کہ rate list جو ہے ان تمام items کی جو کھانے پینے کی چیزیں ہیں' دوسری چیزیں ہیں ہر حالت میں وہ دکاندار کو اپنی دکان پر ہر روز دینی پڑتی ہے اور اس کے حوالے سے ان کو چیزیں بیچنی پڑتی ہیں اور یہ باقاعدہ law میں ہے' یہ ہر جگہ ہے اور پھر ضلع level پر بھی price control committees اب بھی موجود ہیں۔ اس کے حوالے سے checking ہوتی ہے تو مصنوعی مہنگائی جو کرتے ہیں تو یہ ان کی بے حسی اور وہاں کی انتظامیہ کی کمزوری سے جو دکاندار قیمتیں خود بخود بڑھا لیتے ہیں۔ ایک دن آپ جائیں -/9 روپے کلو ہو گا تو دوسرے دن وہ کہیں گے -/20 روپے کلو ہے۔ پھر ایک صورتحال اور بھی ہمیں درپیش ہے کہ اگر کوئی item ایک دن نہیں آتا' کوئی کہیں سے سبزی آنی ہوتی ہے' فروٹ آنا ہوتا ہے' قدرتی حالات کی وجہ سے وہ نہیں پہنچ پاتا تو اس کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس کی ایک یہ وجہ بھی ہے۔

یہاں پر صورتحال جو اصلی مہنگائی ہے اس کے حوالے سے میں کہوں گا کہ مہنگائی کا ایک رشتہ ہے production and demand سے اور اسی کا تعلق افراط زر سے بھی ہے کہ demand and production کی اگر proportion مساوی رہے تو قیمتیں ایک جگہ پر stable ہو جاتی ہیں' نہ بڑھتی ہیں' نہ گھٹتی ہیں۔ مثلاً production اگر کم ہو جائے اور اس کے بعد demand بڑھ جائے تو definitely اس کی قیمتیں یقیناً بڑھ جاتی ہیں' جن کے پاس وافر پیسہ ہوتا ہے وہ اس کو خرید لیتے ہیں' جن کے پاس پیسہ نہیں ہوتا وہ نہیں خرید سکتے۔ اس طریقے سے مہنگائی بہت اونچی چلی جاتی ہے۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا کیا حل ہے اور تیسرا اس کا ایک پہلو ہے' بہت اہم ہے اور بہت سوچنے والا ہے کہ اگر market میں production زیادہ ہو اور demand کم ہو جائے تو وہ چیز سستی ہو جاتی ہے۔ میں مثال دوں گا کہ ہماری اب

automobile industry چل رہی ہے' کاروں کی demand بہت بڑھ چکی ہے اور اس کی production کم ہے تو ہر کار جو ہم market سے لیں گے تو دو لاکھ ' ڈیڑھ لاکھ' ایک لاکھ تیس ہزار وہ منافع پر اور مہنگا کر کے کار کو بیچ دیں' black میں دیں۔

جناب ! وجہ یہ ہے کہ production کم ہے demand زیادہ ہے' اس لیے لوگوں کو لوٹا جا رہا ہے اور جن لوگوں کے پاس پیسہ ہے' فالتو ہے ' وہ ڈیڑھ لاکھ کو کچھ نہیں سمجھتے۔ وہ دو لاکھ کو کچھ نہیں سمجھتے ۔ اس کے اثرات ہیں' درمیانی طبقے میں بڑھ رہے ہیں اور یہی وہ خاص وجہ ہے۔

اب ہمیں کیا کرنا ہو گا کہ اس مہنگائی کو روکنے کے لیے وہ کیا اقدامات کر رہے ہیں۔ اس لیے جو آگاہی کمیٹی بنائی گئی ہے فیڈرل گورنمنٹ نے' ہمارے وزیر اعظم صاحب نے جس کے سلمان صاحب Advisor to Prime Minister for Finance ہیں اس کے تحت ہم study کر رہے ہیں ' ہم کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طریقے سے stability آنے اور یہ تمام regulatory Mechanism جس کے vigilants ہیں' supervisors ہیں' officers ہیں جو اس کی checking کے ذمہ دار ہیں' اس کی checking کے لیے' چیزوں کو stable کرنے کے لیے وہ زیادہ فعال ہو جائیں اور اس طریقہ کار سے ان پر بھی vigilance ہو کہ اگر اس میں کوئی lapse ہے یا کمزوری ہے یا وہ اس کو نہیں دیکھتے تو ان کا بھی محاسبہ ہو تاکہ صحیح معنوں میں لوگوں تک چیزیں اپنے rate پر پہنچ سکیں۔ پھر صوبے کی سطح پر بھی صورتحال یہ ہے اور پھر وفاق پر بھی۔ اب تین چار بڑی خوبصورت اور بہت اچھی تجاویز دی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر میں بجلی کو لوں گا۔ اب ہم کیا کہتے ہیں کہ 1993 سے 1996 اس کے بعد میاں شہباز شریف کے دور میں private بجلی گھر کی اجازت دی گئی ہے۔ اب وہ لگائیں گے۔ اب جب پہلے private کمپنیوں سے foreign investment لانے کے لیے اپنی بجلی ہماری sufficient نہیں تھی۔ انڈسٹریل wheel یا ایگری کلچر wheel کو آگے بڑھا سکیں۔ تو معاہدات ہوئے اب معاہدہ کیا ہوا' معاہدہ یہ تھا کہ انڈیا' سری لنکا' بنگلہ دیش اور پاکستان کی comprative study ہوئی کہ انڈیا پرائیویٹ بجلی گھروں سے جو بجلی لے گا اس کی per unit کیا قیمت ہے۔ وہ 6 cent اب انڈیا

میں وہ 8 cent تھی ' 8 cent سری لنکا میں تھی 2.5 cent بنگلہ دیش میں تھی لیکن اس کے ساتھ یہ شرط تھی کہ fuel shall be given by the Government of Bangla desh اس میں فرنس آئل ہے یا crude oil ہے۔اس کے لیے سرکار پابند ہے to generate the electric current تو وہ گورنمنٹ آف بنگلہ دیش کو دینا پڑے گا۔ اب پاکستان نے جو معاہدہ کیا۔ اس وقت کی حکومت نے جو محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی تھی اس میں 6 cent میں سودا کیا جبکہ انڈیا سری لنکا ' بنگلہ دیش کو proportionlly آپ دیکھ سکتے ہیں کہ وہ 8 cent بنتا تھا۔ پاکستان کے لیے 2 cent کم کیا۔اس میں دو شرطیں تھیں۔ایک شرط یہ تھی کہ یہ قیمت بجلی کی دس سال تک static رہے گی۔ اس میں کوئی کمپنی کوئی چیز بڑھا نہیں سکے گی۔پھر دس سال کے بعد جب یہ term مکمل ہوگی تو اس کے بعد بجلی کا ریٹ کم ہونا شروع ہوگا اور ان کو کرنا پڑے گا۔ اب ہمیں مصیبت کیا آئی کہ 1997ء میں جب نئی حکومت آ گئی اور وہ میاں نواز شریف صاحب کی تھی تو اس نے اس معاہدے کے دونوں جزو کو خارج کر دیا کہ دس سال والی جو term رکھی گئی تھی۔اس کو بھی نکال دیا۔پھر اس کے اندر یہ ڈالا کہ ہر سال جو قیمتیں بڑھیں گی مہنگائی بڑھے گی۔ اس proportion سے ہم ان کمپنیوں کو پیسے دیں گے اور ان کی یونٹ سنٹ کے حوالے سے proportion ہم بڑھا دیں گے۔ اب اس کا result کیا ہوا کہ اس ملک میں جو مصیبت ہم آج face کر رہے ہیں 'سات روپے آٹھ روپے یونٹ ' وہ اسی وجہ سے معاہدے سے دوشقیں نکال دینے سے ہو گئی ہے۔ اب تیسری ایک مصیبت ہمیں لاحق ہو گئی ہے کہ یہ IPP جسے ہم independent power producer کہتے ہیں وہ کیا کر رہے ہیں۔اب NGO کو اور دوسرے لوگوں کو جو ہمارے آبی ذخائر بنانے کے مخالف ہیں۔ذاتی سیاست چمکانے کے لیے they are bribing them, they are giving them dollar اب صورت حال یہ ہے کہ ہم معصوم عوام ہیں۔ ہم بھیڑچال چلتے ہیں۔ ہم اس کو realistically approach نہیں کرتے کوئی technically analysis نہیں کرتے اور یہ ہمارے جو ڈیم ہیں یہ کوئی سیاسی ڈیم نہیں ہیں۔یہ practically they are techinally dams اب بجلی کا بحران ہمیں ہے ہم face کر رہے ہیں اور غریب سے غریب تر کا بل دو سو 'پانچ سو 'سات سو اور اس کے بعد نہ انڈسٹریل wheel صحیح چل رہا ہے بجلی اتنی مہنگی ہو چکی ہے اور نہ ایگری کلچر wheel چل سکتا ہے۔ میں یقین سے کہتا

ہوں کہ میانوالی میں 650 feet گہرائی تک soil water ہے اب اس کو لفٹ کرنے کے لیے کم از کم 60 Hp کی موٹر چاہیے جس کا ایک ماہ کا بجلی کا خرچ ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ کوئی زمیندار مجھے یہ بتائے کہ وہ کونسا بڑا زمیندار ہے جو نقد میں ایک لاکھ بیس ہزار ہر ماہ کما کر وہ واپڈا کو دے سکتا ہے۔وہ نہیں دے سکتا۔اس کا نتیجہ کیا ہے ۔لوگ بجلی چوری کرنا شروع ہو گئے ۔ یہ line losses show کرتے ہیں اصل میں یہ چوری ہو جاتی ہے۔واپڈا کی ملی بھگت ہے۔وہ ٹربائن اور ٹیوب ویل چلا نہیں سکتے۔اس وجہ سے ہمیں اتنا بڑا خسارہ اٹھانا پڑ رہا ہے کہ اربوں روپے کی چوری ہو جاتی ہے اور واپڈا کے ملازم ملی بھگت سے وہ یہ بات کرتے ہیں۔

اب دوسری بات یہ ہے کہ یہاں ہماری ایک محترمہ سینیٹر صاحبہ نے بڑی خوبصورت بات کی ہے ۔ جناب والا! غور فرمائیے، غور سے اس کو دیکھیے کہ بجلی اب ایک بنیادی ضرورت ہے۔ گھر کی روشنی کے لیے نہیں ہے یہ زرعی مقاصد کے لیے بھی ضروری ہے۔ صنعتی مقاصد کے لیے بھی ضروری ہے۔ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ نے دریا دیئے ہیں ۔ ہمارے پاس فالتو پانی ہے جو ہم سمندر میں ہر سال 34.2 ملین فی ایکڑ ضائع کر رہے ہیں۔اور اس طریقے سے ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں، نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، نہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ اس مہنگائی کو روکنے کے لئے پہلا step ہمیں یہ اٹھانا چاہیے کہ آپ اس مسئلے پر fully debate کروائیں اور یہ technical projects, engineers بلوائیں، ہمیں briefings دیں تاکہ آبی ذخائر سے ایک تو ہم بجلی پیدا کریں اور ایک unit بننے سے، اس کی قیمت 50 پیسہ بڑھتی ہے۔ پہلے 17 پیسے hydle electric current پیدا ہوتا تھا، اب پچاس پیسے میں تمام چیزیں خرچے کے بعد بنتی ہیں۔ اب کیا ہو گیا ہے کہ شروع شروع میں جب تربیلا، منگلا اور یہ dams تھے، اس وقت commanded area کم تھا، وہاں پر لوگوں کو زراعت میں اتنی دلچسپی نہیں تھی۔ اب commanded area کروڑوں ایکڑ بڑھ چکا ہے۔ اب یہ ہو گیا ہے کہ ہماری دو چیزیں reverse ہو گئی ہیں، ایک تو 70 فیصد hydle electricity سے کام ہو رہا تھا اور پہلے 30% یہ furnace oil یا gas یا دوسرے طریقوں سے electricity generate ہو رہی تھی یا nuclear electric current تھا۔ اب صورت حال اس کی reverse ہے، 70 فیصد thermal اور nuclear اور دوسرے ذریعوں سے اور 30% اب hydle power projects پیدا

کر رہے ہیں' .it has gone reversed اب ہمیں اس کا حل نکالنا ہو گا' اس قوم کو حل نکالنا ہو گا اس مہنگائی کا توڑ کرنے کے لئے۔ زرعی اور صنعتی دونوں شعبوں میں اگر ہم چاہتے ہیں کہ مہنگائی ختم ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ اس قوم کو' اس معزز ایوان کو' قومی اسمبلی کو ہر حالت میں سوچنا ہوگا کہ ہم آبی ذخائر بنائیں اور چاہے وہ ڈیموں کی صورت میں ہوں' بیراجوں کی صورت میں ہوں' کسی حالت میں ہوں' جس صوبے میں ہوں' یہ بات نہیں ہونی چاہیئے کہ یہ فلاں صوبے میں بن رہا ہے' لہذا' ہم اس کو نہیں مانتے بلکہ پاکستان میں جہاں کہیں بھی dam بن سکتا ہے' چھوٹے سے چھوٹا وہ ضرور بنائیں۔ اب یہاں پر بڑی قباحت ہے کہ صوبہ سرحد میں ڈاکٹر ساجد صاحب نے بالکل صحیح بات کی کہ جناب والا! 50 mega watts سے زیادہ کا power project صوبہ سرحد میں نہیں لگایا جا سکتا بلکہ اگر لگایا جائے گا تو اس سے زائد کا وفاقی حکومت کو کچھ عرصے یعنی 25 سال کے بعد back چلا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سراسر زیادتی ہے' ہم یہاں پر ایسی زیادتیوں کو نمایاں کریں' یہاں پر ہم ان کا فیصلہ کریں کہ یہ صوبوں کے ساتھ ناانصافی ہے۔ ان میں آپ اگر بجلی گھر لگائیں اور ان کو اجازت دی جائے کہ جتنا بڑا power project لگانا چاہتے ہیں' جو Indus River water کا معاہدہ 1991 کا ہوا ہوا ہے' اس کے تحت جس صوبے کا جتنا حصہ بنتا ہے' اپنے پانی سے جہاں چاہیں' جس طرح چاہیں استعمال کریں' بجلی گھر تیار کریں' اس میں کوئی متنازعہ امر نہیں ہونا چاہیئے۔ اب technical projects کو ہم political analysis میں لے آتے ہیں تو یہ بات ہمیں دور کرنی ہو گی۔

اس لئے ایک جو تجویز ہماری معزز سینیٹر صاحبہ نے دی ہے' وہ بہت ہی خوبصورت ہے اور ہمیں اس طرف توجہ دینی ہو گی' اگر ہم مہنگائی کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اب دوسری اور بھی بہت ساری باتیں ہیں۔ جہاں تک یہ بات کی گئی ہے کہ وسائل کے حوالے سے لوگوں کو مطمئن کرنا۔ صوبہ بلوچستان ہو' سرحد ہو' پنجاب ہو یا سندھ ہو' میں یہ کہتا ہوں کہ غربت اور مہنگائی پنجاب میں یہ کہیں کہ نہیں ہے تو اس میں بھی اتنی ہی ہے' صوبہ سرحد میں بھی ہے' صوبہ سندھ میں بھی ہے' چاروں صوبوں میں ہے۔ غریبوں کی ایک ہی قسم ہے جو ہر جگہ پر ہے اور یہ بات بھی سچی ہے کہ غربت ہم جو graph کہتے ہیں کہ 30% above and below اس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے کہ 30 فیصد سے زائد وہ غربت کی حد سے نیچے ہیں۔ یہ بات کوئی مانے یا نہ مانے' اب

ہمیں سوچنا پڑے گا۔ میں حیران ہو جاتا ہوں کہ آپ جہاں بھی تشریف لے جائیں تو ہر بڑے شہر میں بڑی بڑی کالونیاں، بڑے بڑے محلات، بڑے بڑے کھانے، بڑے بڑے ہوٹل، بڑے بڑے اخراجات۔ ایک بات میں بالکل برملا کہوں گا کہ اگر بحیثیت قوم ہم خیرخواہ ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان مضبوط ہو، غربت کم ہو تو ہمیں اپنی عادات و اطوار بدلنے ہوں گے۔ ایک بات اور کرنی ہوگی جب حدیث پاک ہے۔ حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ "آپ منع نہیں کرسکتے ہو اس شخص کو جب آپ خود گڑ کھاتے ہوں"۔ ان میں سے مجھے کوئی معزز رکن یہ بتا دے کہ ایک یا دو تین دفعہ سے کم کھانا کھاتا ہو۔ بات ہم غریب کی کرتے ہیں۔ ان میں کتنے غریب ہیں جو نمائندہ ہیں غریبوں کے؟ یہاں پر تو بنیادی طور پر فلسفہ جمہوریت بھی نہیں ہے۔

(مداخلت)

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، میری بات سنیں بی بی صاحبہ۔

سینیٹر آغا پری گل، یہ آپ کیا بات لے بیٹھے۔ چاروں صوبوں میں ایک جیسی غربت ہے، حکومت کو چاہیے کہ اس کو کنٹرول کرے۔ اتنی سی بات ہے۔ آپ تقریر کر رہے ہیں۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین، آپ ذرا سن لیں، wind up کر رہے ہیں۔ ان کا right ہے۔ انہوں نے بھی سب کی تقریریں سنی ہیں، ان کو بھی سن لیں۔ تشریف رکھئے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، آپ سنیں، میں کوئی سیاسی بات نہیں کر رہا۔ بات یہ ہے کہ کسانوں کی بات ہوتی ہے، غریب کسانوں کی بات ہوتی ہے تو کرتا کون ہے؟ جس کے دو سو پچاس مربعے ہیں، جس کے پانچ سو مربعے ہیں۔ آپ مجھے ایک فلسفہ بتائیں کہ وہ جب بات کرے گا قانون سازی کی تو وہ اپنی زمین کو بچانے کی بات کرے گا یا غریب کسان کو زمین تقسیم کرنے کی بات کرے گا؟ ایک industrialist جب یہاں بیٹھا ہوگا تو وہ مزدور کی بات کرے گا یا اپنے مال کی کرے گا یا اپنے profit کی بات کرے گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ہمارے ہاں ایک کمزوری ہے کہ جو اصل نمائندے ہوں گے ان طبقوں کے جو ابھی یہاں تک نہیں پہنچ

سکے تو وہ سنبھالا دے سکیں گے اور ان چیزوں کا ازالہ ہوسکے گا۔

جناب چیئرمین! لہذا میری استدعا ہے اور آخری نکتہ جو میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تیل بین الاقوامی طور پر مہنگا ہوا ہے، تیس ڈالر سے ستاون ڈالر پہنچا ہے۔اس میں مہنگائی کا اثر 33% ہے۔ اس 33% تیل کی مہنگائی سے پاکستان میں مہنگائی ہوئی ہے بقیہ دوسرے factors ہیں ہم احتیاط نہیں کرتے، ہمارے پاس charity نہیں ہے، ہماری عادات و اطوار ٹھیک نہیں ہیں اس وجہ سے اس ملک میں مہنگائی بڑھی ہے اور تیل سے 33% فرق پڑا ہے۔ اس کے لئے موجودہ حکومت نے چالیس ارب روپے subsidy کے طور پر دیئے اس کے بعد متحمل نہیں ہوسکی۔ اگر حکومت قرضہ لے کر یہ subsidize کرتی رہے تو جو کشکول توڑا ہے اس حکومت نے ہم پھر بھکاری بنیں گے اور ہر شہری پر ہزاروں روپے قرضہ ہوگا اور ایک دن آئے گا کہ ہمارا ملک دیوالیہ ہو جائے گا۔ اس لئے realistically اس تیل کی قیمت کو بڑھانا پڑا۔ جہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ چھ ماہ تک روک سکتے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر تیل کے اثرات کا ہم مقابلہ نہیں کرسکے۔ امریکہ میں بھی یہ پرابلم موجود ہے۔ ہمارے پروفیسر صاحب خود بتا رہے تھے کہ تمام یورپ کے ممالک اور امریکہ اور تمام دنیا اس تیل کی قیمت بڑھ جانے سے بے حد پریشان ہے۔ان کو مسائل درپیش ہیں اور اسی لئے پاکستان پر بھی اس کا بڑا اثر ہوا ہے اور حکومت وقت کوشش کررہی ہے ہر حوالے سے کہ مہنگائی پر کسی طریقے سے قابو پاکر غربت کو دور کیا جائے۔میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

سینیٹر تنویر خالد، جناب چیئرمین! یہ اس وقت موجود نہیں تھے جب ہم تقریر کر رہے تھے۔

جناب چیئرمین، میرے خیال میں اب conclude ہو گیا۔ Let's go on to the next item.

سینیٹر تنویر خالد، جب ہم تقریر کر رہے تھے اس وقت شیر افگن صاحب موجود نہیں تھے۔

جناب چیئرمین، نہیں، وہ سارے notes لے رہے تھے۔

Senator Tanveer Khalid : No sir, I was the first speaker, at that time he was not present.

جناب چیئرمین، اس پر debate ختم ہوگئی ہے اب تو وزیر نے wind up کردیا ہے۔ آگے چلیں۔ جی کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین، جناب چیئرمین ! مہنگائی نے لوگوں کی کمر توڑ دی ہے۔ منسٹر صاحب نے جو act اور article بتائے ہیں ان سے لوگوں کے پیٹ نہیں بھرتے۔ ہم اس House میں بیٹھے ہیں ہمیں چاہیے بے شک ہماری حکومت بہت اچھے اقدام کر رہی ہے مگر جناب چیئرمین ! وہ عام لوگوں تک نہیں پہنچ رہے۔ غریب تک ان کی رسائی نہیں ہے۔ اس وقت House میں ایک resolution pass کریں اور یہ جتنا بھی ہمارے ممبران نے کہا ہے اس کو کمیٹی کے سپرد کریں تاکہ لوگوں کو فوری طور پر انصاف مہیا کرنے اور مہنگائی کا ازالہ ہو سکے۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. I think, this motion has finished. Now we will go on to the next motion on Law and Order situation. Who will move it? Yes Nighat Agha sahiba.

سینیٹر ڈاکٹر نگہت آغا، جناب والا ! آج وزارت خارجہ نے جو میرے ساتھ سلوک کیا ہے وہ میری ہی insult نہیں بلکہ اس پورے ایوان کی insult ہے۔ میں بتاتی ہوں انہوں نے کیا کیا۔ مجھے WTO meeting attend کرنے کے لئے جانا تھا تو میں سیدھا جانا چاہ رہی تھی۔ لیکن وزیر اعظم صاحب نے کہا کہ نہیں National Carrier پر جاؤ گی۔ National Carrier touch کرتا ہے لندن کو، لندن والوں نے مجھے وہاں جانے کی اجازت نہیں دی۔ انہوں نے کہا جب تک تمہارے پاس valid visa نہیں ہوگا ہم جہاز میں بیٹھنے بھی نہیں دیں گے۔ جناب ! بڑی مشکل سے وہاں چلی گئی۔ وہاں سے میں نے آتے ہی سوچا کہ میں اپنے پیسوں سے لندن کا ویزہ لیتی ہوں۔ کیونکہ جو بھی امریکہ یا کہیں بھی جائیں تو اپنا Pakistani Air line جرمنی یا UK میں رکتا ہے۔ اس کے لئے اب انہوں نے قانون بنا دیا ہے کہ آپ کے پاس valid visa

ہونا چاہیے ۔ اگر آپ نہ بھی اتریں اور ائرپورٹ سے باہر نہ بھی جائیں تو valid UK visa کا ہونا چاہیے۔ میں نے آکر وزارت خارجہ سے کہا کہ میں اپنے پیسے خرچ کرتی ہوں آپ ایک خط دے دیں جو کہ اصول ہے کہ سینیٹ کے ذریعے میں نے خط بھیجا کہ مجھے اجازت دی جائے تاکہ میں اس visa کے لئے apply کروں ۔ انہوں نے مجھے refuse کردیا ہے ۔ یہ height of rigidness ہے ۔

جناب چیئرمین، یہ کب کی بات ہے ؟

سینیٹر ڈاکٹر نگہت آغا، یہ آج انہوں نے refuse کیا ہے ۔

جناب چیئرمین، ہم سینیٹ والے آپ کو letter دیں گے ۔

Please hand over letter to them.

سینیٹر ڈاکٹر نگہت آغا، نہیں ، منسٹری نے refuse کیا ہے وہاں ہمیشہ جاتا ہے ۔

جناب چیئرمین، وہ check کریں ۔ اگر ہمارا letter ہے تو شاید اس کے اوپر base کرتے ہوں گے ۔ Rest assure it will be taken up.

سینیٹر ڈاکٹر نگہت آغا، میں نے officially apply کیا ہے ۔ میں نے privately نہیں کیا۔ بلکہ میں اپنے پیسے خرچ کر رہی تھی ۔

جناب چیئرمین ، میں چیک کرکے I will combat. We will check it and combat it. میں آپ کو بتاؤں گا۔

سینیٹر ڈاکٹر نگہت آغا، جناب ، یہ سب کے ساتھ بہت زیادتی ہے ۔

سینیٹر رضا محمد رضا، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین ، Points of order پھر شروع ہو رہے ہیں ۔ رضا صاحب ، اس طرح تو پھر دوسرے معزز ممبران بھی چاہتے ہیں۔ جی فرمائیے۔

(مداخلت)

سینیٹر رضا محمد رضا، جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ شکردرہ کوہاٹ

کی پولیس نے OGDC کے ایماء پر پمز ہسپتال کے ایک اہم ڈاکٹر مطاہر شاہ کو گرفتار کیا۔ او جی ڈی سی کی گاڑی لاکر پمز میں چھاپہ مارا اور اس کو گرفتار کیا۔ پھر اس کو 16 MPO کے تحت کوہاٹ اور لاچی جیل میں بند کیا۔ مسئلہ یہ ہے کہ شکردرہ گرگری کوہاٹ کے اس علاقے میں oil & gas کے وافر ذخائر دریافت ہونے اور بڑے کامیاب مرحلے پر پہنچے ہیں۔ بڑے پیمانے پر oil & gas کی ان سے آمدن شروع ہے۔ اب وہاں کے مقامی لوگوں نے مطالبہ شروع کیا ہے کہ جو او جی ڈی سی کا ملکی قانون دوسرے علاقوں میں ہے اس کے تحت ہمیں بھی پینے کے پانی اور دیگر ضروریات کے سلسلے میں مراعات دی جائیں۔ اس ضمن میں خواتین نے جلوس نکالا۔ مقامی اہم شخصیات کے وارنٹ جاری کئے گئے ہیں۔ وہاں پر حضور شاہ کا خاندان ہے۔ ان کے کئی بچوں کو گرفتار کیا گیا ہے، جماعت اسلامی کے ڈاکٹروں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اور پمز کے اس ڈاکٹر کو کل گرفتار کیا ہے اس پر مقدمہ درج کیا گیا ہے۔ یہ سراسر قانون اور آئین کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ علاقے میں احتجاج جاری ہے۔ میں اس ہاؤس کے توسط سے اپیل کرتا ہوں کہ اس مسئلے کا سنجیدگی سے نوٹس لیا جائے۔ ڈاکٹر کی غیرقانونی گرفتاری کا فوری خاتمہ کیا جائے۔ او جی ڈی سی کے جو طریقے ہیں۔ پولیس افسران کو مراعات دے کر عوام کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ یہ بڑا مذموم طریقہ و اقدام ہے۔ حکومت کے ذمہ دار لوگ اس کا سنجیدہ نوٹس لیں اور گرفتار شدگان کو فوری طور پر رہا کریں۔ یہ جو او جی ڈی سی کی گاڑی میں پولیس پمز میں آئی ہے اس کی تحقیقات کریں کہ وہ کس قانون کے تحت آئی ہے۔۔۔۔

جناب چیئرمین، پمز اسلام آباد میں؟

سینیٹر رضا محمد رضا، ہمارے ساتھی اور اس کے ذمہ دار ادارے، اس ایوان کے توسط سے اس کا سنجیدہ نوٹس لیں اور گرفتار شدگان کو فوری طور پر رہا کریں اور او جی ڈی سی کی گاڑی جس میں پولیس PIMS Hospital میں آئی ہے، اس کی آپ تحقیقات کریں کہ کس قانون کے تحت انہوں نے یہ گاڑی استعمال کی۔

جناب چیئرمین، گاڑی صوبائی پولیس کی تھی یا فیڈرل پولیس کی۔

سینیٹر رضا محمد رضا، او جی ڈی سی کی گاڑی میں پولیس آئی ہے جناب۔

جناب چیئرمین، پولیس کون سی آئی ہے، اسلام آباد پولیس آئی ہے یا صوبائی پولیس۔

سینیٹر رضا محمد رضا، پولیس شکر درہ، سوات کی پولیس تھی اور وہ او جی ڈی سی کی گاڑی میں یہاں PIMS میں آئی ہے۔ یہ ہے قاعدہ قانون اور آپ کہتے ہیں کہ قانون کی حکمرانی ہے۔

جناب چیئرمین، مسٹر آفتاب احمد خان، وزیر داخلہ۔ please check کرکے بتا دیں۔

جناب آفتاب احمد خان شیرپاؤ، جناب چیئرمین! یہ صوبہ سرحد کی بات کر رہے ہیں، وہاں ان کے سارے ساتھی بیٹھے ہوئے ہیں، law and order کی situation تو ان سے ہی متعلق ہے۔ They should be replying to this.

سینیٹر رضا محمد رضا، جناب والا! فیڈرل حکومت بھی اقدامات اٹھاتی ہے۔

جناب چیئرمین، Coordination کرکے دیکھ لیں کہ what is the issue. Please check and come back.

جناب آفتاب احمد خان شیرپاؤ، ٹھیک ہے جناب۔

Senator Dr. Abdullah Riar: Sir, the Minister is in the House. As a matter of fact both the Ministers are in the House, the issue Iam raising is again about the Parliamentarians Enclave. I would like to have the explanation if the Minister can tell this House, why Parliamentarians Enclave was given a licence or issued a permit specially, when he was using the logo of the Parliament on the letters and on the certificates, whereas the Parliament has nothing to do with that housing scheme. It seems to be scandulous. It has a potential to be scandulous.

اور جب ہم عسکری پانی اور عسکری بوٹ شاپ اور عسکری روڈ اور عسکری دودھ اور دہی کی بات کرتے ہیں تو مجھے ڈر یہ ہے کہ Parliamentarians کا نام بھی اسی طرح سے mudslinging کا حصہ

ہو گا

and the Minister should explain to House what steps he is going to take into this account.

Mr. Chairman: I don't know that is his responsibility.

Mr. Aftab Ahmed Khan Sherpao: Mr. Chairman, I let you know that we don't register the societies. It is the Security Exchange which does the registration of the societies and he has registered that name with the Security Exchange. Naturally, once the name is registered with them and after that he started his operations. He is an honourable member of this Senate and whatever you say we are prepared to do any sort of investigation, if the member wants that but as far as the name is concerned, it is the Security Exchange which registers the societies.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار۔جناب والا! میں آپ کی اجازت سے یہ point clarify کر دوں۔ نمبر ایک یہ جو نام ہے

Parliamentarians Enclave, it is not the name of the society. Let me clarify for the benefit of the House. I think the name of the society is "Sun Marketing" or something like this. That is No. 1. So you can have sub names, sun block, or "y" block

اور جو مرضی نام دے دیں۔انہوں نے یہ

Parliamentarians Enclave----- it is the responsibility of CDA that the name which is unwarranted to be used by any society. They should not allow it sir and should take an action *suo moto.* اس کے پورے اسلام آباد میں banners لگے ہوئے ہیں۔

So, I think, CDA should be directed that they should take *suo moto* action. Call them and ask them just to change the name of the enclave. It is sub name. It is not a name of the society. Yes, this is true that societies are registered overall, they are under the Cooperative Rules and Societies Act and they are registered separately. To the best of my information the name of the society is not Parliamentarians Enclave Cooperative Society. It is some city or something else.

Mr. Aftab Ahmed Khan Sherpao: Mr. Chairman, let me clarify it. I again reiterate the name of the Society, it is a private society which is registered with Security Exchange and it is Parliamentarian's Enclave, even in the National Assembly........

Mr. Chairman: I think "The Sun" is the name of marketing agency.

Mr. Aftab Ahmed Khan Sherpao: Sir, I myself and we all are apprehensive about the whole thing and I personally enquired into this that this has been registered with the Security Exchange and initially whatever name has been, we can't change the name in that sense.

Senator Dr. Nighat Agha: Sir, I want to clarify something.

بات دراصل یہ ہے کہ ایاز مندوخیل کو ہم چند لوگوں نے request کی تھی کہ آپ امیر آدمی ہیں، آپ زمین خریدیں اور چونکہ حکومت ہمیں نہیں دے گی تو آپ ہمیں ذرا کم profit پر زمین دے کر دیں۔ یہ ہماری طرف سے initiative تھا۔ اس نے بڑی مہربانی کی، پتا نہیں 72 کروڑ خرچے or something like that ہماری مدد کرنے کے لیے۔ ہمیں اس نے واقعی کم قیمت پر دیے، صرف پندرہ لاکھ میں دئیے اور وہ پیسے بھی تین سال کے اندر ان کو دیں گے۔ باقی لوگوں

کے لیے open market ہے۔ اس کی مرضی ہے جتنے میں دے۔ اس کی مہربانیاں بلکہ ہم کہیں گے کہ چلو ہمارے لیے' جو نہیں afford کر سکتے' یہ سب امیر آدمی ہیں' ہم لوگ afford نہیں کر سکتے' ہم آہستہ آہستہ اس کی قیمت دے کر مالک بن جائیں گے۔ ویسے تو دو دو کروڑ کا ایک کنال ہوا ہوا ہے۔ یہ اس کی مہربانی ہے' اس نے ہمارے لیے زمین خریدی ہے۔ اس نے ہمارے لیے میرے خیال میں 72 کروڑ روپے خرچ کیے ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ ، یہ پارلیمنٹ کے نام پر ' it is a joke, it is a ridiculous thing.

(Interruption)

Mr. Chairman: It is a private transaction. Raza Rabbani sahib.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار ، جناب چیئرمین! آپ اس معاملے کو کمیٹی کو refer کر دیں۔

جناب چیئرمین، کس کمیٹی کو refer کریں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار ، جناب! یہ matter Finance Committee کو refer کر دیں۔

Mr. Chairman: But, is that the relevant committee.

جناب آفتاب احمد خان شیرپاؤ ، ایک منٹ جی' concerned committee کا چیئرمین کون ہے ؟ Sir, he, Ayaz Mandokhel is the Chairman of the concerned Committee.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار ، میں فنانس کمیٹی کی بات کر رہا ہوں ۔ He is not Chairman of the Finance Committee.

(اس موقع پر مغرب کی اذان ہاؤس میں سنائی دی گئی)

جناب چیئرمین، جی ڈاکٹر وسیم شہزاد۔ ذرا سن لیں ان کو۔

Order please and let us hear the honourable Minister.

سینیٹر ڈاکٹر شہزاد وسیم، جناب گزارش یہ ہے کہ اس مسئلے کے دو حصے ہیں کہ آیا وہ as a society ٹھیک society ہے نمبر 1۔ نمبر 2 جو وہ نام use کر رہا ہے اس کی repurcussions کیا ہیں؛ تو ان کو میرے خیال میں علیحدہ علیحدہ لینا چاہیے۔ جیسے وزیر صاحب نے بھی ابھی کہا کہ rules and regulations کے حساب سے سب چیز ٹھیک ہے۔ ہاں سارے ممبران کی ایک apprehension ہے کہ اس نام سے شاید ایک different message جا رہا ہے لوگوں میں۔ اس کو ہم نے علیحدہ debate کی صورت میں لینا ہے۔ میری جناب! گزارش یہ ہوگی کہ یہ اب Chair کا فرض بنتا ہے کہ وہ ایک ruling دے کہ آیا پارلیمنٹ کا ,logo آیا پارلیمنٹ کا نام، جناب! اب تو ماشاء اللہ پارلیمنٹیرین اتنے ہوگئے ہیں کہ کل کو beauty parlours بھی کھلیں گے، سپر سٹورز بھی کھلیں گے۔

جناب! میں ذاتی طور پر بھی جانتا ہوں ایاز خان کو، یہ آج سے نہیں، یہ ماشاء اللہ بڑی پرانی family ہے، businessmen family ہے اور وہ ٹھیک businessmen ہیں اور ابھی تک جو میری معلومات ہیں اس میں ایسی کوئی problem نہیں ہے، as a business venture یہ ٹھیک society ہے ہاں جہاں تک نام کا تعلق ہے، تو اس میں یہ پارلیمنٹ دیکھ لے تاکہ یہ جو سلسلہ ہے اس کا فیصلہ ہو سکے۔ یہ Chair کو ruling دینی چاہیے۔ پچھلے سے banners کی بات ہوئی تھی تو ہم نے کہا تھا جنگلے پر banner بھی کوئی نہیں لگے گا کیونکہ ہاؤس کی اپنی ایک sanctity ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں چاہوں گا کہ آپ ruling دیں۔

جناب چیئرمین، مجھے ذرا پہلے قانون کیا ہے وہ check کر لینے دیں کیونکہ اگر وہ registered ہے، patent ہے تو ٹھیک ہے لیکن

logo without official authorization cannot be used that is very clear. So, we will check that. We will check that but whether it is a private venture how it will go, let me check but the logo, of course, without official authorisation cannot be used.

سینیٹر آغا پری گل، جناب چیئرمین! excuse me, میں ایک گزارش کرنا چاہتی ہوں------

سینیٹر ڈاکٹر شہزاد وسیم، جناب! جو پارلیمنٹ ہے------

جناب چیئرمین، نہیں پارلیمنٹ کے نام سے' I don't think but logo yes.

سینیٹر ڈاکٹر شہزاد وسیم، جناب! جو ruling آپ نے دینی ہے' وہ صرف societies کے لیے نہیں دینی۔

جناب چیئرمین، نہیں logo official ہے اور without official authorisation, that is very obvious and clear, cannot be used but by itself, if it is patent and I don't know the legal position. For logo, I am very clear, the name itself, I don't know what is it. I will have to check that.

Mr. Aftab Ahmed Khan Sherpao: Sir, you have to give a ruling on whether the name "Parliamentarian" can be used.

Mr. Chairman: That I will have to check the legality. I don't know. But for the logo part I am very clear. Without the special authorisation, no. The name if it is patent and not mentioned that earlier also that I will have to check.

سینیٹر آغا پری گل، جناب چیئرمین! excuse me. دراصل میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ٹھیک ہے پارلیمنٹ کا نام ہے اور پارلیمنٹ کا نام لیا گیا ہے تو جتنے بھی ہمارے سینیٹرز ہیں، پارلیمنٹ کے ممبران ہیں ان سب کو ایک ایک پلاٹ دیا جائے جو بھی اس وقت rate ہے۔ بس ختم اتنی سی بات ہے۔ MNAs کو بھی اور سینیٹرز کو بھی، جو قیمت ہے پلاٹ کی وہ سارے یہ ادا کر دیں۔

Mr. Chairman: I think that is a private matter. Yes, Mr. Raza Rabbani. I think we have had enough discussion on that. Now, Mr. Raza

Rabbani.

Senator Mian Raza Rabbani: Mr. Chairman, I would like to draw your attention on a point of order and yesterday also I drew your attention to a very important question involving a violation of the Constitution and today, I would like to draw your attention, sir. Sir, could I have the House in order? Today, I would like to draw your attention, sir, to another very important question and that is a violation of the Rules of Procedure of the Senate and as a consequence of that violation, we witnessed a very strange phenomenon in the past couple of days and that was that when you were out of the country on official business, the Senate was a headless Senate because the Deputy Chairman by that time had assumed the charge of the Governor and there was no Deputy Chairman to become the officiating Chairman.

So, when you were away out of the country, the Senate was a headless Senate and now my fear is that again you have official business and you would be leaving the country on official business and for the second time, the Senate would be a headless Senate. I would draw your attention first of all to Article 60 of the Constitution which says, "After the Senate has been duly constituted, it shall, at its first meeting and to the exclusion of any other business, elect from amongst its member a Chairman and a Deputy Chairman" and so on. Now, this is the operative part, "and so often as the office of Chairman or Deputy Chairman becomes vacant, the Senate shall elect another member as Chairman or, as the case

may be, the Deputy Chairman." Sir, this is read with Article 53 of the Constitution and this says that whenever the office of Chairman or Deputy Chairman is vacant a fresh election shall take place. Now, Mr. Chairman, I would like to take you to the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988 and let us see what the rules have to say.

Mr. Chairman sir, I would draw your attention to Rule No. 10, Rule No. 10 is Election of the Deputy Chairman. Rule 10 says, "Immediately after the election of the Chairman, the Senate shall proceed to elect a Deputy Chairman and the procedure prescribed in Rule 9 for the election of the Chairman shall apply to the election of Deputy Chairman as if references therein to Chairman were references to Deputy Chairman and references to the Presiding Officer were references to the Chairman".

2, "A member elected as Deputy Chairman shall, before entering upon office, make before the Senate oath in the form set out in the third schedule to the Constitution."

Now, this is the provision of Rule 10 which provides for a Deputy Chairman, the mode of his election is to be the mode followed under or prescribed under Rule 9 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988.

Now Sir, I take you to Rule 11 and what is Rule 11. Rule 11 lays down its time as to when the office of the Deputy Chairman becomes vacant, when are elections to be held and Sir, Rule 11 says,

Whenever the office of the Chairman or the Deputy Chairman becomes vacant, an election to fill that office shall be held and—

it envisages two situations

(a) if the Senate is in session, if we are in session and either of the two offices become vacant,

"if the Senate is in session, as soon as possible during the session", so the urgency emanates from Articles 60 finds reflection in Rules 11-A that if the Senate is in session then it is to be held immediately in that session.

Now, the ruels contemplate another position and that position is that what if the Senate is not in session like in our instant case and the office of the Chairman or in the present case the office of the Depuy Chairman becomes vacant. What is the provision of the rules and sir, it says Sub rule (b) of Rules 11 says "if the Senate is not in session, as soon as possible, after the commencement of its next session.

Sir, I would read out the operative part again as soon as possible after the commencement of its next session and sir, when Mr. Khalil-ur-Rehman resigned as the Deputy Chairman, the Session that was summoned on the 25th was the next session, "as soon as possible in the next session" that means that elections should have been held in this session of the Senate to the office of the Deputy Chairman and I believe we are being prorogued today. I have no qualms with that because that was what we have agreed to but we would be proroguing, violating Rule 11(b) of the Rules of Procedure and we would once again for that period when you are officially away on your duties, the Senate would once again be headless. So we are once again violating the rules and we are once

again going to be as Senate minus a head. Thank you, sir.

Mr. Chairman: Very interesting, if I may just mention one thing and we will have the Law Minister to say the rest, other points are valid about what you are saying the need, they are thought provoking but the Senate would be headless once there is no Chairman either you remove him or he dies. As long as he is there wherever he is even he is abroad, he is still the Chairman. If you are talking of administrative sense, if he can continue to do his work from whenever he is, I think that also is attended to but the technicality of Rule as you have referred to, I think Dr. Sher Afgan will explain about it.

(Interruption)

سینیٹر میاں رضا ربانی جناب والا! صرف ایک سیکنڈ کے لئے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ایک معزز رکن: نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی. باقی بات نماز کے بعد کرتے ہیں لیکن میں ایک بات ضروری عرض کر لوں۔

Sir, with due respect to your observation, the Constitution provides it very clearly that when the Chairman is abroad or the Speaker is abroad and is unable to perform his functions, that means that whenever you go, you or the Chairman, I do not mean you personally, but whenever the Chair goes abroad, he or she is unable to perform their functions and in that circumstances, the Deputy Chairman or the Deputy Speaker as the case may be, become Acting Chairman or the Acting Speaker, as the case

may be. So, in terms of the Constitution whenever the Chair leaves the country or is unable to perform his functions, for whatever reasons, there has to be an officiating one...

Mr. Chairman: Unable to perform what functions? If the House is in session, of course, he can not preside but administratively if it can be taken care of then the unable part of the function, I think, is catered to where-ever a person is, certainly, one can not preside.

رضا صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ شیر افگن خان کا جواب سن لیں۔ پھر آپ کا Law and Order کے بارے میں point ہے' اس میں بات کر لیں۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: Sir, it will hardly take three to four minutes to resolve this issue.

جناب چیئرمین: بتائیں۔

Dr.Sher Afgan Khan Niazi: Sir, it is very clear. If you read it...

سینیٹر سید ہدایت اللہ شاہ: نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین: سن لیں، دو منٹ لیں گے۔ مغرب کی نماز کا وقت immediately ختم نہیں ہوتا ہے۔ ابھی بہت وقت ہے۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: It is very clear at the first stage when the House is constituted, first time, what happens

اس میں دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ جب باقاعدہ چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین بن رہے ہوں اور ایک صورت یہ ہے کہ جب ان میں کوئی Office of the Chairman or Deputy Chairman vacant ہو جائے۔

These are the two conditions. Explicitly, Article 51 tells it very clearly after the Senate has been constituted, as it was constiututed on 12th of March,

2003. That is the position. Now, we should look into duly constituted, it shall at it first meeting.

And to the exclusion of any other ہوگا؟ میں کیا meeting پہلے ہی دن ، پہلی ہی

business, elect from amongst its Members, a Chairman and a Deputy

Chairman. اب جب وہ پہلا دن آئے گا تو کوئی business نہیں ہوگا ، صرف چیئرمین اور

ڈپٹی چیئرمین elect ہوں گے ۔ جو prescription in the Rules of Business میں دی

ہوئی ہے according to Rule 9 as prescription is there, following Rules 10 and

11. Rule 11 کی position نہیں ہے ' اس کی prescription میں اور بات ہے۔ اب اس کے

آگے آئیں 'And' and a Deputy Chairman; پھر لگا ہوا ہے ۔ let us see what it is.

'so often' کا word is very clear کیونکہ ہر تین سال کے بعدقرعہ اندازی ہو گی۔ چیئرمین

جائے گا ، ڈپٹی چیئرمین جائے گا so often تو کیا ہوگا as the Office of the Chairman

or Deputy Chairman becomes vacant تو اس حالت میں کیا ہوگا

Senate shall elect another member as Chairman or as the case may be, the

Deputy Chairman اب اس میں کہیں نہیں لکھا کہ on the first day of the session یہ

بات بڑی clear ہے۔ اب Rules میں

This is the organic Law or the Fundamental Law which commands the total Rules, they have been framed under Article 57, if there would have been written that Just after vacation, the session will be called and there shall be elected a Deputy Chairman forthwith, then it would have been your philosophy violation. Let us read it, that is why, 2 Sub Rules have been framed in connection with the vacation of a seat after real election when the Senate was constituted. This is as often, what happens, it says, if the Senate is in session, as soon as possible, then there is a clear cut command that is going to be the violation of the Consitution, it does not

give any relaxation; "as soon as possible" words cannot be used, that "shall" have been used as 'shall' therefore, in that condition as well, during the session it does not mean the session is running for 20 days, you have to come and all at once you have to elect, you may elect throughout that session on any day.

Second Sub Rule (b) is very explicit about this condition. If the Senate is not in session, "as soon as possible" in the law, in the Constitution that is the thing after the commencement of its next session.

اس میں یہ نہیں ہے کہ جب next session ہو گا تو پہلا دن ہو گا، پہلی باری ہو گی، business نہیں کیا جائے گا، یہ ہو گا، وہ ہو گا ساری چیزیں

"explicitly" have been excluded. Now this is no violation of the Constitution in the coming regular session, Deputy Chairman shall be elected and that will fulfil the requirement.

Senator Mian Raza Rabbani: Mr. Chairman, even for the sake of argument although I don't concede my position but even for the sake of argument, if I concede my position and I adopt the arguments which have been put forward by the honourable Minister then let us go according to his argument and what are his arguments, he says although this is not my position but I am adopting his arguments ensuring that even in his line of argument, even according to his line of argument there is a violation of the rules. There is a violation because Rule 11(b)is abundantly clear, if the Senate is not in session as the case was, as soon as possible, alright, I call on this interpretation "as soon as possible", I

don't say you should have done it on 25th. I don't say, you should have done it on the 26th, I don't say you should have done it on 27th today; if there was going to be a session, if there is going to be a sitting tomorrow, then tomorrow but it says, "as soon as possible after the commencement of its next session" that means that at any time during this session which has been called you have to have the election of the Deputy Chairman and if you don't and today if you prorogue the session then that prorogation would mean that the next session has gone by even in the interpretation of Dr. Sahib, if this session has gone by and the Deputy Chairman has not been elected and if the Deputy Chairman has not been elected in the next session then it is a clear violation of Rule 11(b).

Mr. Chairman: Very interesting and educative points and views, "the headless part" as I have explained to you, unable to perform, which duties? If the duties are performed that is fine, presiding 'yes' physically you have to be here if your name is on the panel that takes care of it. Now I think, we will have to study this whatever it is.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: One sentence sir. Mr. Chairman, sir, he has conceded that there is no constitutional violation.

(interruption)

Mr. Chairman: Yes, Dr. Safdar Sahib.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، جناب چیئرمین! اس ملک کے آئین کا کچھ حلیہ جنرل صاحب نے بگاڑا ہے اور باقی حلیہ شیر افگن خان صاحب بگاڑ رہے ہیں۔ جناب! یہ وہ وزیر صاحب ہیں جو constitutionally laid down provision ہے joint session کی ---- یہ اپنی

interpretation کے ذریعے یہ ایسی تباہ کن صورتحال پیدا کر رہے ہیں۔ جناب مجھے آپ ایک بات بتائیں ۔ جب صدر صاحب یہاں نہیں ہوتے تو آپ Acting President بن کر ہاؤس سے چلے جاتے ہیں۔ ٹھیک ہے ۔ at that moment you are not the Chairman آپ Acting President ہیں ۔ You are occupying the office of the Acting President اس وقت یہاں پر کوئی چیئرمین نہیں ہوتا۔

جناب چیئرمین، اگر جب بلائیں گے ، ہاؤس سیشن میں ہوگا تو Penal announce ہوگا۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، یہ Constitution کہتا ہے۔

Mr. Chairman: Constitution is there to support and assist. There is way out also.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی۔ Sir Constitution کے اندر provision ہے۔ ڈپٹی چیئرمین اور چیئرمین کو کیوں بنایا گیا۔?why

جناب چیئرمین، Convenience کے لیے۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی۔ Convenience نہیں because آپ کی دو constitutional duties ہیں آپ کی ایک constitutional duty یہ ہے کہ آپ صدر کی غیر موجودگی میں Acting President بن سکتے ہیں ۔ when you are Acting President تو کیوں نوٹیفکیشن ایشو کرتے ہیں کہ ڈپٹی چیئرمین کو Acting Chairman بنانے کے لیے ، آپ نہ کریں۔ کیوں ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ ڈپٹی چیئرمین کو Acting Chairman بنایا جائے۔وہ اس لیے ہے کیونکہ وہ آئین کے تحت ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین، میں بھی مانتا ہوں۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، جناب میں عرض کر رہا ہوں کہ ڈاکٹر شیر افگن صاحب اس ملک کے آئین کا حلیہ بگاڑنے میں لگے ہیں۔

جناب چیئرمین، نہیں ایسی بات نہیں ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، یہ ایسی interpretation لے رہے ہیں جس کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، نہیں، نہیں، میں اس کا مطالعہ کرکے آپ کو بتاؤں گا۔ آغا صاحب آپ کچھ کہہ رہے تھے۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، یہ تو قانون کے ساتھ mockery کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، عباسی صاحب تشریف رکھیں۔ آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا، عباسی صاحب نے اس پر بات کر لی ہے۔یہ بڑا interesting point ہے جو عباسی صاحب نے raise کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں اس سے ہمیں بڑی education حاصل ہوگی اور بڑی information ملے گی ۔ Law minister صاحب نہیں ہیں تو ان کو یہ refer کر دیا جائے تو next سیشن میں اپنی رپورٹ پیش کر دیں ۔اس پر وہ جو conclude کرکے لائیں گے اس کے مطابق کارروائی کر دی جائے گی۔

جناب چیئرمین، اس کے بعد میں خورشید صاحب آپ کی طرف آتا ہوں ۔ جی خورشید صاحب، مختصر، پھر ابھی نماز کے لیے بریک کرنا ہے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، شکریہ۔ جناب چیئرمین! میرا خیال ہے کہ ہمارے بھائی رضا ربانی نے بڑا اہم مسئلہ اٹھایا ہے۔ یہ محض legal privilege نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، میں نے بھی کہا ہے کہ بڑا اہم ہے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، آپ نے بھی بڑا صحیح کہا ہے اور یہ بہت اہم معاملہ ہے، اس کو ایسے ہی نہیں چھوڑنا۔ میں ان کی بات میں صرف دو points کا اضافہ کروں گا۔میں ان کی بات سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں اور ہمارے بھائی شیر افگن صاحب اس معاملے میں قانون کی صحیح تعبیر نہیں کر رہے ہیں لیکن دو باتوں کا اضافہ کروں گا۔پہلی بات یہ دیکھیئے کہ جب صدر مملکت ملک سے باہر جاتا ہے۔صدر تو وہ رہتا ہے لیکن دستور کا تقاضا ہے کہ جب وہ ملک کی سرحدوں سے باہر چلا جائے تو اس وقت لازماً کوئی دوسرا شخص Aacting President, Pakistan کا ہونا چاہیے لیکن یہ قانونی تقاضا ہے دستوری تقاضا ہے کہ کوئی شخص ایسا ہونا چاہیے

جو اس executive مقام پر ہو۔ آپ نے اس معاملے میں ایک ایسا اقدام بھی کیا ہے جس کی نظیر یہاں نہیں موجود اور وہ یہ ہے کہ آپ نے ایک قانون کو sign کرکے قانون بنایا ہے۔ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ صدر ملک سے باہر تھا آپ Acting President تھے۔ایسے میں دستوری ذمہ داری ہے صدر کی ، صدر نےنہیں دی ۔ آپ نے یقیناً دی ۔ اسی طریقے سے صرف یہی نہیں ہے جب آپ Acting President تھے تو ڈپٹی چیئرمین Acting Chairman بن جاتا ہے۔ بلکہ جب آپ ملک سے باہر بھی جاتے ہیں تو آپ notifiy کرتے ہیں کہ ملک سے میری absence میں Deputy Chairman will act as Chairman. تو معلوم ہوا کہ سینیٹ کے لیے لازم ہے کہ جب ملک سے باہر چیئرمین ہو ، تو کوئی نہ کوئی سربراہ acting کی حیثیت سے موجود رہے۔ایک بات ۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس سیشن کی بڑی اہمیت ہے۔عام سیشن صدر بلاتا ہے اور prorogue بھی صدر کرتا ہے لیکن Requisitioned session جو ہے یہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے ہی اس کو ہماری درخواست پر بلایا اور آپ ہی اس کو prorogue کر رہے ہیں۔ گویا کہ آپ کے لیے prorogue کرنے کے لیے کسی صدر کی instruction نہیں چاہیے تو معلوم ہوا کہ آپ کی اتنی اتھارٹی تھی اور ہے اور آپ کو اس سیشن کو prorogue نہیں کرنا چاہیے۔ میری نگاہ میں جب تک آپ ڈپٹی چیئرمین کا انتخاب نہ کرا لیں،یہ دستور اور رولز دونوں کا تقاضا ہے اور یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، رانجھا صاحب ۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا، یہ بحث واقعی دلچسپ ہے اور اس پر موشگافیاں ہو رہی ہیں لیکن میرے خیال میں جو سینیٹ کے رولز آف بزنس ہیں۔ They do take care of the situation and it is being taken care of ہم جب اس chapter کو پڑھتے ہیں - یہ chapter three ہے،پڑھ لیتے ہیں ۔ تو رول ۹ کو پڑھ لیتے ہیں جو Election of Chairman ہے Election of Deputy Chairman کو پڑھ لیتے ہیں vacancy of the office of the Chairman or Deupty Chairman پھر پڑھ لیتے ہیں removal of the Chairman and

Deputy Chairman اس میں جو اہم rule ہے وہ ہے powers and functions of the
Chairman دوسرا Penal of the Presiding Officers, میری دانست میں اگر آپ پڑھیئے گا۔
If there is no person in the country or in the House to perform the functions of the Chairman, then of course, it would be a headless institution. There are rules we must take care of, then my submission is we should have read and looked at them. Rule 13 says:-

In addition to the specific functions and powers provided by these rules and subject to sub-Rule (5) of Rule 12, the Chairman shall take the Chair at every sitting of the Senate.

(2) The Chairman shall preserve order and decorum, and, in the case of disturbance or disorder in the galleries, may cause them to be cleared.

(3) The Chairman shall decide all points of order.

(4) Subject to sub-Rule (5) of Rule 12, in the absence of the Chairman,the Deputy Chairman shall take the Chair at a sitting.

(5) The Chairman may, by order in writing delegate to the Dpeuty Chairman all or any of his powers under these rules.

14. (1) At the commencement of each session, the Chairman shall nominate, in order of precedence, from amongst the members a Panel of not more than three Presiding Officers and, in the absence of the Chairman and the Deputy Chairman, the member having precedence amongst those present shall preside at the sitting.

(2) If at any time at a sitting of the Senate neither the Chairman, nor the Deputy Chairman, nor any member on the Panel is

present, the Secretary shall so inform the Senate and the Senate shall, by motion, elect one of the members present to preside at the sitting.

The rules do not leave us in a wild and my understanding is that even when the Chairman is out of the country then he has to observe Rule 14 and Rule 14 would fill the gap and we can look anything but we cannot say, this situation is headless. It can still perform. Thank you very much.

Mr. Chairman: Thank you for raising an interesting point that....

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, just one second, I will just take one minute. Sir, I have all the respect for Ranjha sahib and I agree with him that when he reads Rule 13 and he reads Rule 14. Rule 13 and Rule 14 essentially deal with a situation when the Chairman or the Deputy Chairman ought to conduct the business of the House, that is the situation which is contemplated under Rule 13 and more so under Rule 14 but if the Office of the Deputy Chairman is vacant or there the Deputy Chairman is not available then there is, of course, a Panel and if the Panel is not there then someone else can preside from amongst the members. But that is a situation where the House is in session or there is a sitting. Now, we come to another situation and that situation did occur while you were on your official visit abroad and that situation occurs sir that there is a requisition which is moved while you are abroad, you are not in a position to perform your functions. There is no Chairman or Acting Chairman over here to take the decision on that.

(interruption)

سینیٹر میاں رضا ربانی، Sir, وہ بحث بالکل الگ ہو جائے گی' sir وہ ایک بحث الگ ہے۔ The Constitution provides for it sir, sir, the Constitution provides for that situation, in case the Constitution provides for that situation.

Mr. Chairman: Where it is a matter of convenience, also that if it is possible that one can perform, then I don't think, the vaccum is there.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, that is provided in the Constitution, we can take at the later stage, I don't want to get into that.

Mr. Chairman: No, for my guidance.

Senator Mian Raza Rabbani: But as far as the election is concerned,we are in violation of the rules.

Mr. Chairman: Let me ckeck this, it is very interesting and thank you for raising it, I will discuss with the legal people. Interesting situation unusually.

سینیٹر کامل علی آغا، انہوں نے بڑا اچھا point اٹھایا ہے' sir, اس میں مزید بحث کی ضرورت ہے' Law Minister بھی تشریف لے آئے ہیں' آپ ان کو refer کر دیں' اگلے next Session کا جو very first day ہو گا' اس پر اس کی discussion final کر لیں اور جو report اس کے مطابق ہو اس پر کارروائی کر لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اس سے بہتر کوئی حل نظر نہیں آ رہا ہے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی۔ میں اتفاق کرتا ہوں لیکن اس میں طریقہ کار جو رہا ہے and I am sure the Parliamentary Minister will bear me out وہ یہ ہے کہ جب ایسا question اٹھتا ہے تو it is not referred to the Law Ministry, it is debated and argued on the floor.

The Law Minister can give his point of view and then finally you decide and give a decision on it.

Mr. Chairman: Let me study it myself also, it is educative for me as well thank you for raising it and whenever we need we have to consult the Law Minister. Do we adjourn for the Maghrib Prayer and meet again after fifteen minutes.

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی ، جناب چیئرمین محترمہ تنویر خالد صاحبہ نے آبی ذخائر کے حوالے سے تجویز دی تھی ۔ وہ آبی ذخائر کی تجویز جو دی تھی محترمہ تنویر خالد صاحبہ نے دی تھی وہ رزینہ عالم صاحبہ نہیں تھیں میں صحیح کرنا چاہتا ہوں تا کہ honourable Senator کا نام صحیح ہو جائے ۔

Mr. Chairman: Tanveer Khalid Sahiba is acknolwdged to what you have suggested. We adjourn now to meet again Insha-Allah at 7. 45pm.

(Then the House adjourned to meet again at 7:45 PM)

(وقفہ نماز مغرب کے بعد اجلاس کی کارروائی زیر صدارت جناب چیئرمین جناب محمد میاں سومرو دوبارہ شروع ہوئی)

جناب چیئرمین ، Motion move کرلیں ، سپیکر پہلے آپ ہی ہیں ۔ جی خورشید صاحب۔

DISCUSSION ON THE MOTION RE: THE LAW AND ORDER SITUATION IN THE COUNTRY.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، اچھا جی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

Mr. Chairman! I seek the leave of the House to move that the

House may discuss the prevailing law and order situation in the country.

(The motion was carried)

جناب چیئرمین، چلو جی۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، جناب چیئرمین! اس Motion کے سلسلے میں چند گزارشات میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ کسی بھی مہذب معاشرے اور کسی بھی ریاست میں جو مہذب معاشرے کو قائم رکھنے اور منضبط کرنے کا نظام ہے اس کی پہلی اور سب سے اہم ذمہ داری جان اور مال کا تحفظ ہے جو عبارت ہے قانون کی حکمرانی اور معاشرے کو فساد، ظلم، ناانصافی، حقوق کی پامالی سے بچانے سے۔ جہاں تک اسلامی فکر کا تعلق ہے جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا فرشتوں کے اس اضطراب پر جس کا انہوں نے تخلیق آدم کے وقت اظہار کیا اور وہ یہ تھا کہ کیا آپ ایک ایسی مخلوق بنا رہے ہیں جو زمین پر فساد پھیلانے گی اور زمین و آسمان کے خالق نے جواب دیا کہ تم نہیں میں جانتا ہوں کہ میں یہ کیوں بنا رہا ہوں۔

بنیادی مسئلہ ہی فلاح اور فساد کا ہے۔ امن اور ظلم، جان اور مال کے عدم تحفظ کا ہے۔ اسلام نام ہے حقوق کی پاسداری کا اور فساد نام ہے حقوق کی پامالی کا۔ جس معاشرے میں حقوق کا احترام ہو وہ ایک مہذب، وہ ایک اسلامی معاشرہ ہے اور جس معاشرے میں حقوق کا احترام نہ ہو وہ فساد پر مبنی معاشرہ ہے۔ اس لیے آپ دیکھئے کہ قرآن پاک نے مکہ مکرمہ کی جو characteristic بیان کی وہ یہ ہے کہ (عربی) یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں ایک طرف تمہیں بھوک سے نجات دی گئی اور خوف سے امن دیا گیا۔ تو ایک مہذب معاشرہ ہے ہی وہ جس میں ایک طرف خوف نہ ہو بلکہ امن ہو، جان اور مال عزت اور آبرو کا تحفظ ہو اور دوسری طرف تمام انسان اس لائق ہوں کہ وہ زندگی کی دوڑ میں شریک ہوسکیں۔ اگر کچھ افراد بھوک میں مبتلا ہیں، اپنی ضروریات زندگی کو پورا نہیں کر سکتے ہیں تو پھر وہ انسانیت کی، اس مہذب معاشرے کی دوڑ میں شریک نہیں ہو سکتے اور یہ انسانی مساوات انسانی اکرام کے خلاف ہے۔ یہ ہے اس کی بنیاد۔ لیکن جناب والا! ہمیں بڑے دکھ سے یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ پاکستان میں اور خاص طور پر موجودہ دور میں

law and order دونوں مفقود ہیں۔ میں آپ کی توجہ اس جواب کی طرف دلاؤں گا جو کل میری عدم موجودگی میں وزیر داخلہ نے میرے ایک سوال کے جواب میں دیا۔ ان آئینے میں آپ آج کے پاکستان کی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ ہم بڑے بڑے sermons دیتے ہیں کہ ہم نے پاکستان کا image ٹھیک کر دیا ہے۔ جناب والا! پاکستان کا image تقریروں سے ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ بیرونی دوروں پر کروڑوں روپے خرچ کرکے بھی نہیں بن سکتا۔ یہ image صرف اسی وقت ہی بن سکتا ہے کہ آپ یہاں امن و امان قائم کرتے ہیں یا نہیں۔ شرف انسانیت ' انسانوں کو حاصل ہوتا ہے کہ نہیں۔ لیکن یہاں انسانوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ پچھلے چھ سال میں جسے آپ discipline اور unity of command کا دور کہتے ہیں اور جس میں آپ اس دعویٰ سے اس حکومت پر قابض ہونے کہ حالات خراب ہو گئے ہیں' law and order موجود نہیں ہے حتیٰ کہ میرے جہاز اور جہاز کے باقی سفر کرنے والوں کو اغوا کیا جا رہا ہے۔ ہم اس لئے آرہے ہیں تاکہ جان و مال کا تحفظ ہو۔ لیکن اس تحفظ کی شکل کیا بن رہی ہے؛ محترم وزیر داخلہ بتاتے ہیں کہ پچھلے چھ سالوں میں 66195 افراد قتل ہوئے ۔ Rape کے 12898 واقعات ہوئے ۔ Kidnapping کے 50180 واقعات ہوئے ۔ Highway robbery کے 1487 واقعات ہوئے ۔ Car lifting کے 18258 واقعات ہوئے۔ Theft کے 386297 واقعات ہوئے اور child lifting and child abuse کے 1035 واقعات ہوئے ۔ Out of this proportion پنجاب سرفہرست ہے۔ اسلام آباد جو Federal Capital ہے' یہاں بھی امن موجود نہیں ہے۔ جان و مال کا تحفظ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اب day light robbery کھلے بندوں اسلام آباد میں ہو رہی ہے اور قانون سو رہا ہے۔ اس لئے جناب والا! سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ ملک میں جان' مال' آبرو' عزت کا تحفظ باقی نہیں ہے اور یہ بھی زیادہ افسوس ناک ہے کہ جمہوریت ہماری نگاہ میں سب سے زیادہ صحت مند اور مناسب سیاسی نظام ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ اس میں discipline کی کمی ہے۔ فوج اس لئے آتی ہے کہ نظم و ضبط قائم ہو' lawlessness نہ ہو' قانون سے انحراف نہ ہو لیکن اس ملک میں فوجی حکمرانوں کے جو دور رہے، ہیں اور خاص طور پر موجودہ دور' اس میں قتل و غارت گری' جان و مال کا تحفظ اور زبوں حالی سب سے زیادہ آگے بڑھی ہے۔

ایک پرانا شعر ہے کہ

شیخ آئے جو محشر میں تو اعمال ندارد
جس مال کے تاجر تھے، وہی مال ندارد

فوج جسے law and order اور قوت کے ذریعہ سے امن قائم کرنے کا سب سے زیادہ اہل سمجھا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس کے دور میں یہ سب سے زیادہ پامال ہوا ہے اور سب سے زیادہ خرابی پیدا ہوئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ذرا اس بات پر غور کرنے کی دعوت دوں کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟ میری نگاہ میں اس کی سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ جس معاشرے میں دستور کا احترام نہ ہو اور جس کا دل چاہے، دستور کو توڑ دے اور پھر توڑنے کے بعد Article 6 سوتا رہے اور کسی کی گرفت نہ ہو اور عدالتیں بھی قانونِ ضرورت کے تحت دستور توڑنے والوں کو justify کریں یا کم از کم validation دے دیں۔ 1958 سے بلکہ 1954 سے جو ریت شروع ہوئی ہے آج تک جاری ہے۔ دستور کی پامالی اور دستور کی خلاف ورزی سب سے پہلی چیز ہے جس کی بناء پر اس ملک میں قانون، جان و مال کے تحفظ کی روایت پامال ہو گئی ہے۔ دوسری جناب والا! قانون کے سامنے سب کی برابری۔ قانون کو انصاف کی بناء پر اندھا کہا گیا ہے کہ وہ امیر و غریب میں، با اثر اور بے اثر میں فرق نہیں کرتا، سب کے لیے برابر ہوتا ہے لیکن ہمارے ہاں معاملہ یہ ہے کہ پولیس VVIPs کے تحفظ میں لگی ہوئی ہے اور عام انسان کو اس سے کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوتا۔ ہم اسلام کا نام لیتے ہیں لیکن کیا ہمارے سامنے نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ جب فاطمہ نام کی ایک خاتون نے جو ایک بہت بڑے سردار کی بیٹی تھی، چوری کی اور اس کا ہاتھ کاٹنے کا معاملہ آیا۔ تو اس خاندان میں کھلبلی مچ گئی اور انہوں نے کوشش کی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک سفارش پہنچائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سب سے زیادہ جو عزیز صحابی تھے حضرت اسامہ بن زید جو young بھی تھے انہوں نے انہیں persuade کیا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش کریں۔ جب انہوں نے سفارش کرنے کی ہمت کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ غلطی کی ہوتی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیئے جاتے۔ یہ تھا انصاف ۔ جب یہ ہو گا، تو پھر ظلم ختم ہو گا تو پھر قتل ختم ہوں گے، پھر چوریاں ختم ہوں گی، ڈاکہ ختم ہو گا اور پھر لوگوں کو تحفظ ملے گا۔ لیکن آج معاملہ یہ ہے کہ بڑوں کے لیے قانون

اور ہے، عام آدمی کے لیے قانون اور ہے اورجب معاشرے کے اندر قانون پر اعتبار نہ رہے تو آج وہی حالت ہے کہ یہ ہو رہا ہے۔

جناب والا! میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ان چیزوں کے لیے بلاشبہ اولین ذمہ داری حکومت کی ہے۔ حکومت کے ادارے آج قانون کی حکمرانی اور انصاف کی فراہمی کی بجائے، قانون توڑنے اور ظلم کی پشت پناہی کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

آج پولیس سب سے زیادہ corrupt ہے۔ جتنے سروے ہوئے لوگوں نے سب سے زیادہ نفرت کا اظہار پولیس کے بارے میں کیا ہے حالانکہ پولیس تو در اصل قانون کی حفاظت اور مظلوم کی حفاظت کے لیے تھی۔ ظلم یہ ہے کہ تھانوں میں جو کچھ آج ہو رہا ہے اور جس قسم کے واقعات سے روز اخبار بھرے پڑے ہیں انہیں یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ پولیس کی اصلاح ممکن ہے۔ اس لیے کہ motorway police کے بارے میں اور traffic police کے بارے میں سب کہتے ہیں کہ نمایاں فرق ہے۔ اس کی کارکردگی میں باقی پولیس کے مقابلے میں۔ تو معلوم ہوا کہ اگر قانون صحیح صحیح بنایا جائے، اس پر ٹھیک طریقے سے عمل ہو، آپ مناسب incentives دیں، صحیح بھرتی ہو، صحیح تربیت ہو، نگرانی کا کوئی انتظام ہو تو اس ملک میں بھی پولیس صحیح کردار ادا کر سکتی ہے لیکن نہیں کر رہی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ پولیس کی appointment سفارش پر ہوتی ہے۔ وزیر ہو، وزیر اعلیٰ ہو، وزیر اعظم ہو، Member of Parliament, ہو صوبائی اسمبلی کا ممبر ہو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کی پسند کا تھانیدار لگے جو ان کے کہنے پر کام کرے، جو ان کے لوگوں کو پناہ دے اور جن سے وہ خفا ہیں ان کے پیچھے پڑے۔ پھر رشوت ، اندرونی corruption, discipline میں کمی، انصاف کی کمی کا تو پولیس سب سے بڑا ادارہ بن گئی ہے۔ ملک میں لاقانونیت کو فروغ مل رہا ہے لیکن انصاف کے ضمن میں، میں یہ کہوں گا کہ اس کے ساتھ ساتھ میں اور آپ ہم سب ہی ذمہ دار ہیں، ہمارا تعلیمی نظام ذمہ دار ہے۔ ہمارے امام اور معلم ذمہ دار ہیں۔ ماں باپ ذمہ دار ہیں۔ قانون کے احترام کی تعلیم گھر سے شروع ہوتی ہے ۔ امام کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ جمعے میں تلقین کرے، جہاں دینی اقدار، احکام کو بیان کرے، وہاں ایک مہذب اسلامی معاشرے کی جو ضروریات ہیں ان کو بیان کرے اور لوگوں کے اندر خیر و شر کے درمیان تمیز کا جذبہ پیدا کرے۔ ہم اس قسم کے موضوعات جن میں ایک

دوسرے کی تخفیف و تذلیل ہو ان پر وقت صرف کرتے ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں discipline, قانون کا احترام، قرآن و سنت کے احکام کے مطابق مہذب فلاحی معاشرہ بنانے کے جو عوامل ہیں ان کی فکر کرنی چاہیے۔ تعلیم کو دیکھیے۔ہم بچوں کو یہ پڑھاتے ہی نہیں ہیں کہ ڈسپلن کیا ہے اور اس کا احترام کرنا چاہیے یا نہیں کرنا چاہیے بلکہ اولاد یہ دیکھتی ہے کہ ماں باپ جھوٹ بول رہے ہیں، انہیں سگریٹ پینے سے منع کرتے ہیں اور خود سگریٹ پیتے ہیں۔اگر یہ مثال ہو گی تو پھر کیسے کام چلے گا۔تو جہاں حکومت اور موجودہ حکمرانوں؛ خاص طور پر فوجی قیادت نے چھ سال تک پورے نظام کو اپنے گرفت میں لینے کے بعد دستور، قانون اور rules &regulation کا جس طرح خون کیا۔ جہاں ہم ان کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں، جہاں میں پولیس کو ذمہ دار قرار دیتا ہوں، عدلیہ کا کردار اس کے اندر ہے، وہیں میں ایک عام شہری کو اور خود اپنے آپ کو بری نہیں کر رہا ہوں۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ بہت گھمبیر ہے مسئلہ بہت بنیادی ہے یہ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ اس ملک کو، اس معاشرے کو، اس قوم کو، اس کے تمام ۱۵ کروڑ انسانوں کو حقوق اور ذمہ داری، اچھی زندگی گزارنے کے لائق بنانے کا مسئلہ ہے۔ اس بنا پر جناب والا! میں آپ سے عرض کروں گا کہ حکومت کو اس معاملے کو سنجیدگی سے لینا چاہیے، پارلیمنٹ کو اس معاملے پر سوچنا چاہیے، ہم قانون بناتے ہیں لیکن اس قانون کا احترام نہیں کرتے، ابھی میں لیڈر آف دی ہاؤس سے بات کر رہا تھا کہ آپ یہ جو نیا قانون لا رہے ہیں اس میں آپ نے گنجائش رکھی ہے کہ پندرہ دن کے اندر فیصلہ ہو گا اور تین مہینے سے زیادہ کوئی case نہیں چلے گا۔مجھے یہ بتائیے کہ کیا کوئی امکان اس بات کا ہے کہ اس نظام کے اندر اس قانون پر عمل ہو سکے۔وہ قانون بنائیے جس پر عمل ہو سکے اور اگر قانون بنایا ہے تو عمل کرا کر دکھائیے۔اگر آپ عمل نہیں کرائیں گے تو اس کے بعد ہر قانون غیر موثر ہو کر رہ جائے گا۔آج یہی کیفیت ہے۔ سب سے اہم ذمہ داری ان لوگوں کی ہے جو اقتدار میں ہیں، جن کے پاس اختیارات ہیں۔ جتنی اچھی مثال وہ قائم کریں گے اتنے ہی حالات بہتر ہوں گے۔ جتنی خراب مثال وہ قائم کریں گے اتنے حالات بگڑیں گے۔ مشہور مقولہ ہے کہ افراد یا عام انسان اپنے اصحاب اقتدار کا جو بھی نمونہ ہوتا ہے اس کے مطابق چلتے ہیں۔جب تک آپ قیادت کا یہ معیار تبدیل نہیں کرتے۔ بلاشبہ تعلیم میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔ Judiciary کی اصلاح

کی بھی ضرورت ہے لیکن اولین ذمہ داری حکومت اور اصحاب اقتدار کی ہے۔ اس کے بغیر ہم اپنے image کو درست نہیں کر سکتے ہیں اور یہی بات یہ ہے کہ ملک میں ترقی، معاشی ترقی اور investment کی آپ باتیں کرتے ہیں۔ ہم ابھی باہر گئے ہوئے تھے اور وہاں یقین مانیے اپوزیشن اور گورنمنٹ دونوں کے لوگوں سے جب investment کی بات ہوئی تو انہوں نے یہ بات کہی کہ آپ کے ملک میں law & order کی situation خراب ہے۔ آپ کے ملک میں ہر سطح پر کرپشن ہے۔ جب تک یہ دونوں خرابیاں دور نہیں ہوتیں۔ آپ یہ خیال ترک کر دیں کہ باہر سے سرمایہ بڑی مقدار میں آئے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ Let us see facts اس لیے جناب والا! میں پوری دردمندی سے یہ بات کہوں گا کہ لاقانونیت law&order کی زبوں حالی اور جس explosive شکل کے اندر ہر جگہ پر کرپشن ہو رہی ہے اس کو برداشت کرنا میری نگاہ میں غداری سے کم نہیں ۔ اگر یہ ملک ترقی کر سکتا ہے تو اس وقت جب ہم دستور کا احترام کریں، قانون کا احترام کریں۔ تمام ادارے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کریں اور ملک کے تمام عناصر اس بات کی کوشش کریں کہ نہ صرف اپنے رویے کو بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کو اس لائق بنائیں کہ وہ پاکستان کی امانت کے صحیح امین بن سکیں۔ یہ ہے وقت کی فوری ضرورت، اور میں سمجھتا ہوں کہ سینیٹ ایک بڑی اہم خدمت انجام دے رہا ہے۔ اگر وہ پوری قوم کی اور خصوصیت سے حکومت کی توجہ اس بنیادی مسئلے کی طرف مرکوز کرائے۔

ان الفاظ کے ساتھ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ آج قانون کے احترام، امن و امان کے قیام، قتل، rape، چوری، ڈاکہ، رہزنی، بچوں کا اغواء جس حالت میں ہو رہا ہے، یہ شرمناک ہے۔ یہ اس ملک کو تباہی کی طرف لے جانے والا طریقہ ہے۔ اس کو روکنا ضروری ہے ۔ اس میں سب سے بڑی ذمہ داری حکومت کی ہے۔ جب تک حکومت بہتر مثال نہیں پیش کرے گی، جب تک حکومت خود قانون کا احترام نہیں کرے گی، صدر سے لیکر ایک عام فرد تک اپنی اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کریں گے تب ہی یہ کام نہیں ہوسکتا ہے۔ لیکن اس ملک میں جن افراد نے اوپر قیادت کی ذمہ داری ہے انہوں نے دستور کو توڑا ہے، بدعہدیاں کی ہیں ، اپنی ذات کو ہر چیز سے بالا رکھا ہے ، چاہے نام پاکستان first لیا ہو۔ حقیقت ہے کہ ان کے سامنے میری first سے ہٹ کر کوئی اور چیز نہیں ہے اور یہ بنیادی بات ہے۔ آئیے اس culture کو بدلیں تب ہم اس

ملک کو صحیح معنیٰ میں پاکستان بنا سکیں گے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین، شکریہ' quite a long list تو میری ممبران سے التجا ہے کہ مختصر اور to the point رکھیں اور repeat نہ کریں۔ Mr. Rahmatullah Kakar.

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ، شکریہ جناب چیئرمین۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (تلاوت)۔۔۔ جس حساس موضوع پر آج مجھے موقع دیا گیا ہے' میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وطن عزیز کے کس مسئلے پر یا کس کونے سے بات شروع کی جائے۔ میرے پیش رو پروفیسر صاحب نے جو کچھ فرمایا' اسی کو endorse کرتے ہوئے' میں صرف یہ گزارش کروں گا کہ قانون نام کی چیز دیہاتوں میں تو نہیں تھی' اب شہروں سے بھی اس کا جنازہ اٹھ گیا ہے۔ میں انتہائی خلوص سے کچھ گزارشات حکومت وقت کی خدمت میں پیش کروں گا کہ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج میرے وزیر داخلہ آفتاب شیر پاؤ صاحب یہاں تشریف فرما ہیں' اگر ان تک کچھ باتیں' کچھ reporting سب ٹھیک ہے کی پہنچائی گئی ہو تو ذرا میری گزارشات کو بھی ان کے ساتھ ملایا جائے۔ وطن عزیز میں اغواء' قتل' ڈکیتیاں روز مرہ کا معمول بن چکی ہیں۔ پہلے تو یہ practice rural areas میں شاذ و نادر' کبھی کبھی ہوا کرتی تھی' اب تو روشنیوں کے شہر کراچی' لاہور' کوئٹہ' حیدر آباد' پشاور even پنڈی تک میں یہ افسوسناک واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ مجرم کھلے عام' جدید اسلحہ licence کے ساتھ اپنی کمین گاہوں میں safe اور secure پہنچ جاتے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق شاید figure کم ہو کہ 28 مختلف informative agencies جن کے ذمہ یہ کام ہے کہ وہ ہر مشتبہ شخص' گروہ یا گینگ پر نظر رکھیں' ان کی information کیوں صدا بصحرا ثابت ہو رہی ہیں۔ لوگوں کو جن کی سرپرستی حاصل ہے' ان میں بڑے بڑے feudals, بڑے بڑے capitalists اور ظالم اور میں جابر کہوں گا' ان کی سرپرستی حاصل ہے۔ اس بے رحم طبقے کو نہ کسی کی عزت نفس عزیز ہے' نہ کسی کو بچوں پر ترس آتا ہے اور نہ اپنے ملک کی بدنامی کا ان کو احساس ہے۔

اس سے آگے میں highways پر ڈکیتیوں کی بات کروں گا۔ کراچی سے ایک بس چلتی ہے' پشاور' پنڈی' تہ گنگ یا اس کے لئے' وہاں دونوں ہاتھوں سے روزی کمانے والے

labourer اس میں سفر کرتے ہیں، کراچی سے Super Highway پر جامشورو تک کسی طریقے سے پہنچتے ہیں، اس کے بعد اللہ حافظ۔ حکومت نام کی کوئی چیز نہیں ہے، آئے روز ان کو لوٹا جاتا ہے، ان کی آبرو ریزی کی جاتی ہے، ان سے جو سال بھر کی کمائی ہوتی ہے، وہ چھینی جاتی ہے اور کیا مجال ہے، ایک نہتا passenger ان ظالموں کے ساتھ کیا کر سکتا ہے۔ لاہور شہر میں اب یہ practice عام ہو گئی ہے کہ رات کے وقت بعض اوقات local بسوں میں passengers کے روپ میں بیٹھے ہوئے، ڈکیت اٹھتے ہیں، مسافروں کو gun point پر لوٹا جاتا ہے اور سامنے اتر جاتے ہیں۔ مختلف gangs کا کھلے عام gang rape cases, bank ڈکیتیاں یہ ہو رہی ہیں، مل ملا کے ایک آدھ report درج ہو جاتی ہے۔ جس طرح میں نے کل عرض کیا prosecution اپنے آپ کو بچانے کے لئے ایک خاکہ پیش کرتے ہیں - Prima Facie وہ پیش کرتے ہیں، اس سے culprits کو کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے ۔سیدھا سیدھا فارمولا ہے the benefit of doubt goes to the accused. ذرا اس میں شک ہوا اگلے دن وہ مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا پھرتا ہے۔

جناب چیئرمین! مجھے اس بات کو کہنے کی اجازت دی جائے کہ جب تک ایک عام آدمی کو انصاف نہیں ملے گا وہاں امن کیسے آئے گا؛ انصاف کے لئے غیر جانبدار judges کا تقرر انتہائی ضروری ہے لیکن میرے ملک میں مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض judges کی اپنی پسند اور ناپسند کی بنیاد پر تقرری کی جاتی ہے جس سے مطلوبہ نتائج شاید حاصل نہیں ہو سکتے اور یہ ہماری بدقسمتی ہے ۔ اس کے بعد میں جناب کی خدمت میں باہر کے انگریزی اخباروں کے کچھ تراشے پیش کروں گا۔

جناب والا! گزشتہ چھ سات سالوں سے ایک بھی خبر حکومت وقت کے خلاف نہیں آئی ہے اور اس کی وجہ جو میری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ عدلیہ کا تو misguide کیا جاتا ہے اور یا پھر کچھ گڑ بڑ ہے ۔ پولیس عوام کی محافظ ہے ۔پولیس کے پاس اول تو وہ وسائل نہیں ہیں، جدید اسلحہ ان کے پاس نہیں ہے جبکہ مجرموں کے پاس توپیں تک موجود ہیں ۔ خان صاحب کو بہتر علم ہے اور کوئٹہ کے ایک باشندے کی حیثیت سے میرے علم میں یہ بات ہے کہ توپیں کرائے پر ملتی ہیں ۔ باقاعدہ توپ چلانے والے بھی پہنچتے ہیں ۔ ایک دفعہ میری رات میانوالی میں

گزری، وہاں توپوں کی آواز سنائی دی تو پتا چلا کہ علاقہ غیر سے کرائے پر یہ توپیں لائی گئی ہیں۔ جس ملک میں توپیں کرائے پر ملتی ہوں گی وہاں امن و امان کی کیا صورتحال ہو گی۔

جناب والا! پولیس کی تنخواہ انتہائی کم ہے۔ مجھے پولیس کی یہ ترجمانی کرنے دیں کہ ان کو مراعات دینی چاہئیں۔ وہ کیوں تین یا چار ہزار روپے کی خاطر اپنی جان پر کھیلیں۔ اس کے قتل کے بعد تو صرف تحقیقات کا حکم ہوتا ہے یا اس کا بچہ کانسٹیبل بھرتی ہوگا۔ قابل رحم ہے ہماری پولیس بھی۔ پولیس کو political instrument کے طور پر بھی استعمال کیا گیا ہے اب پولیس شاید اس بات کے لئے رہ گئی ہے کہ فلاں کی گردن دبوچنی ہے، فلاں کے خلاف پرچہ درج کرنا ہے، فلاں کے لئے رکاوٹیں کھڑی کرنی ہیں اور فلاں کے ساتھ ایسا ہونا ہے۔

جناب چیئرمین! وطن عزیز میں سیاستدانوں کو، Parliamentarians کو، طلباء کو، علماء کو اور دینی طبقات کو بڑے فخر سے سروں پر ڈنڈے مارے جاتے ہیں۔ میرے اس معزز ایوان میں بیٹھے ہوئے حضرات موجود ہیں جن کے سروں پر گزشتہ ہفتے بھی ڈنڈے برسے ہیں۔ میں کسی کو طعنہ نہیں دوں گا نہ کسی کا نام اس طرح لوں گا۔ ارکان پارلیمان کی بے چارگی کا یہ عالم ہے کہ ان کو اپنے تحفظ کے لئے automatic اسلحے کا لائسنس تک نہیں ملتا ہے۔ دو سال پہلے میں گزارش کرچکا ہوں کہ پارلیمنٹ لاجز unlicenced اسلحے سے بھرا پڑا ہے کیوں اس کو regularize نہیں کیا جاتا ہے۔ کیوں ہمیں اپنے تحفظ کے لئے لائسنس نہیں دیئے جاتے؟ کیا وہاں ہماری حفاظت پر مامور دو حوالدار ڈنڈے ہاتھ میں لے کر کسی کو روک سکیں گے؟ ہمارے سامنے اسی اسلام آباد میں، میں چوک کا نام تو شاید بھول رہا ہوں جس پر مولانا اعظم طارق کی موت واقع ہوئی اور بندے بھاگ گئے۔

جناب والا! Head of State پر broad daylight میں حملہ ہوا اور Cantt. Area میں ہوا، اس قدر مجرم آزاد ہیں۔ کوئٹہ میں Main Litton Road پر in between Governor House اور High Court ہمارے High Court کے ایک جج صاحب کا قتل ہوا۔ آج تک مسئلے کا پتا نہیں چلا۔ وطن عزیز کے بڑے شہروں میں بھتہ خوری عام ہے جو بھتہ نہیں دے گا اس کا گھر، دکان اور گاڑی جلے گی۔ کوئی اس کو مانے یا نہ مانے لوگ خون کے آنسو رو رہے ہیں میرے پارلیمنٹ لاجز میں ایک بندے کے ساتھ ۲۸ سے ۳۰ مسلح افراد travel کرتے ہیں۔ یہ کیا

ماجرہ ہے اور اس کو کس نے یہ permission دی ہے ' کیا ۱۴۴ اس پر لاگو نہیں ہوتا ؟ کوئی پوچھنے والا نہیں ہے ۔

بیروزگاری کی وجہ سے جرائم میں اضافے کی بھرمار ہے ۔ غیرمنصفانہ taxes لگے ہوئے ہیں ۔ پہلے بجٹ میں میری تقریر تھی ' انتہائی معذرت کے ساتھ اپنی بہنوں سے کہوں گا کہ ٹیکس لگانا ہے تو سرخی پاؤڈر پر لگایا جائے ' بیوٹی پارلر پر لگاؤ ' فائیوسٹار ہوٹلوں کی accommodations پر لگاؤ ۔

جناب والا ! جب ہم چین سے واپس آئے تو PC Lahore میں ہم سے نو ہزار نو سو نوے روپے کے ووچر پر ایک رات کے لئے دستخط کروائے گئے ۔ ہم سب غریب ہیں even top to bottom ہم سب غریب ہیں ۔ کیا ہمارا ملک اس عیاشی کا متحمل ہو سکتا ہے ؟

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیئے گا ۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ، جناب ، صرف بیس منٹ اور بولوں گا ۔

جناب چیئرمین، مجھے کوئی اعتراض نہیں اگر آپ کے ساتھیوں کو اعتراض نہ ہو ۔

جناب آفتاب احمد خان شیرپاؤ ، جناب چیئرمین ! میرے خیال سے کوئی time limit کردیں ۔ ویسے کتنے بجے تک چلانا ہے ؟

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ ، خان صاحب ، میں جلدی ختم کر رہا ہوں ۔ جناب یہ ہاؤس رات کے دو بجے تک بھی چلتا رہا ہے۔

جناب چیئرمین ، میرا خیال ہے جتنے سپیکرز ہیں اگر یہ دس دس منٹ بھی لیں تو گھنٹہ ڈیڑھ لگے گا ۔ میرا خیال ہے سختی سے وقت کی پابندی کریں ۔ کاکڑ صاحب ایک منٹ تک ختم کریں ۔ بس تجاویز دیں ۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ ، جی بس میں ختم کر رہا ہوں ۔ میری تجاویز یہ ہیں ۔ تمام غیر قانونی اسلحے کو ریگولرائیز کیا جائے سب رجسٹرڈ ہوں۔

جناب چیئرمین، یہ تو مسئلہ بڑھ جائے گا۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ ، یا ان کو غیرمسلح کیا جائے ۔ افغان مہاجرین

کے نام پر جتنے مہاجر کیمپ ہیں جہاں ڈکیت، ڈرگ مافیا، پیشہ ور قاتل موجود ہیں ان پر ہاتھ ڈالا جائے ۔ اس ملک کے شہرکراچی میں جتنے انڈین ، بہاری ، بنگالی، افغانی ، ایرانی اور کردز ہیں ان پر ہاتھ ڈالا جائے ۔ اس ملک میں کسی بھی شخص کو قانون سے بالاتر نہ سمجھا جائے ، آئین کا احترام کیا جائے ۔ میرے پاس امریکن ڈیپارٹمنٹس کی کچھ رپورٹس ہیں ان کو پیش کرنے کی اجازت دی جائے ۔

جناب چیئرمین، تشریف رکھیئے آپ نے تجاویز دے دی ہیں ۔ کوئی بات نہیں ہے آپ کا وقت زیادہ ہوگیا ہے ۔ تشریف رکھیں ۔ عباس کمیلی ۔

سینیٹر محمد عباس کمیلی ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب چیئرمین ! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ دو روز کی تگ و دو کے بعد مجھے تھوڑا سا وقت دیا۔ میں ایک بہت ہی sensitive issue کی جانب آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ اس وقت وزیر داخلہ صاحب بھی موجود ہیں۔ یہ شمالی علاقہ جات گلگت اور اس کے adjacent areas سکردو بلتستان وغیرہ کا issue ہے ۔ آئے دن وہاں killings ہو رہی ہیں ۔ ابھی ۲۳ اپریل کو دو افراد جو بس میں سفر کر رہے تھے انہیں چلاس کے مقام پر بس سے اتار کربیدردی کے ساتھ قتل کردیا گیا۔ کل بھی وہاں فائرنگ ہوئی ہیں ۔ پانچ افراد زخمی ہوئے ہیں اورگھمبیرصورتحال ہے ۔ کرفیو کے بارے میں بھی سنا گیا ہے ۔ یہ سلسلہ عرصے سے چل رہاہے ۔ گلگت میں خاص طور پر issue نصاب کا تھا ۔ کل یہ وزیرتعلیم کی طرف سے بتایا گیا کہ issue resolve ہوگیا لیکن اس کی وجہ سے جو نفرتوں کی آگ بھڑکی ہے اور جو تعصب پھیلا ہے اور اس سلسلے میں کئی افراد قتل ہو چکے ہیں ۔ آغا ضیاء الدین کا قتل ہوا ، اس کے بعد وہاں کے آئی جی کا قتل ہوا ، اور اس کے بعد سے لے کر بیس پچیس افراد قتل ہو چکے ہیں ۔ یہ معاملہ بلوچستان سے زیادہ sensitive ہے۔ یہاں کوئی سرداری نظام نہیں ہے ۔ کوئی سردار exploit نہیں کر رہا ۔ حقیقت یہ ہے کہ وہاں کے عوام کو ان کے جائز حقوق نہیں ملے۔ انہیں آج تک پاکستان کا حصہ بھی تسلیم نہیں کیا گیا اور نہ ہی انہیں کشمیر کے ساتھ ملحق کیا گیا ہے۔ اور اب بھی نہیں معلوم کیا سوچا جا رہا ہے۔ وہاں کے لوگوں کو services نہیں دی گئیں۔ وہاں کے وسائل دوسرے لوٹ رہے ہیں اور ان

پر دوسروں کو لا کر مسلط کیا جا رہا ہے ۔ اس مسئلے کو سنجیدگی سے لیا جائے اور میں یہ گزارش کروں گا کہ جس طرح بلوچستان کے تعلق سے پارلیمانی کمیٹی بنائی گئی اس مسئلے پر بھی پارلیمانی کمیٹی بنائی جائے تاکہ گلگت کے مسائل کو ہمیشہ کے لیے حل کیا جائے اور اسے ایک صوبہ declare کیا جائے اور ان کو مکمل حقوق دیئے جائیں۔ میری یہی گزارش ہو گی۔

اس کے علاوہ دوسرے صوبوں کے تعلق سے بھی پاکستان میں جیسا کہ ابھی ابھی کہا جا رہا تھا کہ پولیس بے رحمی کے ساتھ عوام کے ساتھ پیش آ رہی ہے ۔ کراچی میں یہ ہو رہا ہے کہ بلا کسی وارنٹ کے گھروں سے لڑکوں کو اٹھا کر لے جانا' کئی کئی دنوں تک ان کا پتا نہ چلنا اور پھر سودے بازی کرنا اور جب کچھ نہ ہو سکے تو دس دس بارہ بارہ سال پرانے cases میں ان کو ملوث کر دینا جو files close ہو چکی ہوتی ہیں اور پھر جا کر وہ کورٹ کو face کریں' لاکھوں روپے خرچ ہوں اور بالآخر وہ بری ہوتے ہیں۔ اور cases جھوٹے ثابت ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ انعام حاصل کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے کیونکہ انعام fix کیا گیا ہے ۔ جس طرح سے KESC میں ہے کہ آپ نے کوئی چوری پکڑی تو آپ کو انعام مل جائے گا حالانکہ وہ چوری نہیں ہوتی۔ اکثر غلط cases detect کیے جاتے ہیں اور ان پر electricity theft کا الزام لگایا جاتا ہے ۔ یہاں بھی یہی ہو رہا ہے تو اگر case جھوٹا ثابت ہو جائے تو اس متعلقہ آفیسر کو سزا بھی ملنی چاہیے ' وہ تو ترقی لے چکا ہوتا ہے ' انعام وصول کر چکا ہوتا ہے خواہ وہ case Government کی favour میں جائے یا اس کے خلاف جائے تو بڑی بےدردی کے ساتھ یہ گرفتاریاں ہو رہی ہیں بغیر وارنٹ کے اور کوئی شنوائی نہیں ہو رہی ہے۔ Kindly اس کو دیکھا جائے۔

میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ پولیس والوں کی تنخواہوں میں اضافہ ہونا چاہیے' تین چار ہزار روپے میں وہ خدمات انجام نہیں دے سکتے لیکن یہ مادر پدر آزاد اختیارات بھی ان کو حاصل نہیں ہونے چاہییں کہ وہ جو چاہیں' کریں۔ وہ راتوں کو گھروں میں گھس آتے ہیں' خواتین کی بےعزتی کرتے ہیں' خواتین کو investigation کے بہانے بلایا جاتا ہے اور رات بھر وہاں بٹھایا جاتا ہے ' ان کے زیورات تک اتار لیے جاتے ہیں ۔ گھروں میں جو نقدی ہوتی ہے وہ لے لی جاتی ہے ' یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو یہ تو میں نہیں سمجھتا کہ کسی قسم کا انصاف ہے اور ان حالات سے اگر عوام کو گزارا جا رہا ہے' معزز شہریوں کے ساتھ یہ ہو رہا ہے تو یہ معاملات ہیں کہ

جن پر حکومت کو توجہ دینی چاہیے' کوئی ضابطہ' کوئی قانون ہونا چاہیے۔ اگر کوئی مطلوب ہے تو اسے بلایا جائے یقیناً بلایا جائے یا اگر گرفتار بھی کریں تو وارنٹ کے تحت گرفتار کریں۔ شروع میں تو کچھ بھی نہیں کہا جاتا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ہمیں کچھ معلومات کرنی ہیں' کچھ investigation کرنی ہے اور پھر رشتہ داروں کو' عزیزوں کو یہاں تک کہ باپ کو' بھائی کو' بیوی کو' دوستوں کو' سب کو round up کیا جاتا ہے۔ اگر اس طرح سے معاملات کو چلایا جائے گا تو میں نہیں سمجھتا کہ امن اور سکون برقرار رہ سکتا ہے۔ یہ وہ صورتحال ہے جس کو میں نے آپ کے سامنے تفصیل سے پیش کیا حالانکہ بہت سارے حقائق ہیں جن کا تذکرہ ضروری تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ فی الحال اتنا ہی کافی ہے لیکن میں چاہوں گا کہ وزیر داخلہ صاحب ان معاملات کا نوٹس لیں اور اس کا تسلی بخش جواب دیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین۔ سید ہدایت اللہ شاہ' موجود نہیں ہیں' مسٹر امان اللہ کنرانی۔

سینیٹر امان اللہ کنرانی، کتنا وقت ہے۔

جناب چیئرمین، Suggestions دیں ورنہ آپ کے ممبر رہ جائیں گے۔

سینیٹر امان اللہ کنرانی، میں جلدی ختم کروں گا۔ جناب چیئرمین! آج ہم بہت اہم مسئلے پر بات کر رہے ہیں مگر غالباً جو objectives ہیں شاید اس کے اندر اس کی اہمیت اتنی زیادہ محسوس نہیں کی جا رہی کیونکہ اس مسئلہ پر اپوزیشن ہی نے initiative لیا ہے اور اسی کے تحت آپ کی مہربانی اور Treasury Benches کی مہربانی کہ concede کر کے اس نیشنل ایشو پر ہم بات کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ in isolation نہیں ہے بلکہ میری نگاہ میں اس کا تعلق بے روزگاری سے بھی ہے۔ اس کا تعلق مہنگائی سے بھی ہے۔ اس کا تعلق مجموعی طور ملک میں قانون اور آئین کی حکمرانی سے بھی ہے۔ ان سب چیزوں کے مجموعے سے ایک رویہ بنتا ہے' ایک برتاؤ بنتا ہے اور شہریوں کے اندر ایک مزاج بنتا ہے۔ جس طرح آئین اور قانون کے حوالے سے جیسے پروفیسر خورشید صاحب نے فرمایا کہ ہماری عدلیہ کے اندر آئین اور قانون کا احترام نہیں رہا۔ ہمارے ایوانوں کے اندر آئین اور قانون کے حوالے سے بہت ساری باتوں پر تحفظات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہماری انتظامیہ کے اندر بھی آئین اور قانون

سے ماورا اقدامات کی شکایت کی جاتی ہے۔ ان حالات کے اندر ہم کیونکر یہ توقع رکھتے ہیں کہ لاء اینڈ آرڈر maintain رہے گا جب ہم اپنے گھر کے اندر، ایک سوسائٹی کے اندر، ایک ملک کے اندر آئین اور قانون کی بالادستی قائم نہیں رکھ سکتے ہیں تو ایک individual سے توقع رکھنا جو چودہ کروڑ عوام میں سے ایک ہے کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لے۔ وہ تمام اخلاقیات کا پابند رہے اور ہر چیز کو stream line کرکے زندگی گزارے۔ یہ خوابوں کی دنیا میں رہنے والی باتیں ہیں اور ہم یہاں پر بیٹھ کر، شاید اپنے session کا ٹائم گزارنے کی خاطر، چونکہ اس سیشن کو اپوزیشن نے بلایا ہے اور ہم نے بات کرنی ہے اور ہم خوش فہمیوں میں باتیں کرکے یہ ساری چیزیں ہوا میں بھیج رہے ہیں تاکہ لوگوں کو پتا چلے کہ ہم نے امن و امان کے مسئلے پر بات کی ہے۔ ورنہ واقعی ہم اگر اس ملک کے ساتھ سنجیدہ ہوتے، چودہ کروڑ شہریوں کے ساتھ سنجیدہ ہوتے تو ہم اپنے بنیادی رویوں کو صدر سے لے کر ایک عام سپاہی تک بدل دیتے۔ ایک عالم سے لے کر ایک مقتدی تک، ایک استاد سے لے کر شاگرد تک، سپریم کورٹ سے لے کر ایک جوڈیشل مجسٹریٹ تک، ہم اپنے رویوں کو بدلتے۔ چونکہ ہم سنجیدہ نہیں ہیں اس لئے آج ہم اس چیز کا رونا رو رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! جیسے آپ نے فرمایا کہ تجاویز کی بات کریں۔ میری تجویز یہ ہوگی کہ کم سے کم ہم ان چیزوں کو جو ہمارے بس میں نہیں ہیں، ان قوانین کو جن کو ہم implement نہیں کر سکتے اور یہ ملک سارا جب 1935 Act کے تحت قائم ہوا ہے---- اور آج بھی ہمارا پی پی سی، سی آر پی سی، پولیس ایکٹ، قانون شہادت ایکٹ جو پرانا تھا سارے حوالوں سے ہم نے انگریز سے ہر چیز مستعار لی ہوئی ہے۔ اور وہی چل رہا ہے۔ قائد اعظم سے لے کر بعد میں آنے والوں نے بھی 1935 Act کے تحت گورنر جنرل کے عہدے کا حلف لیا اور queen کے تحت appointment لی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی حرج نہیں ہے آج بھی جناب چیئرمین! کم از کم ان چیزوں کو revive کیا جائے جو انگریز کے دور میں تھے۔ میں آج اس ہاؤس کے توسط سے پورے عوام کے لئے بھی، حکومت کے لئے بھی یہ کہنا چاہتا ہوں۔ آپ بے شک سروے کروا لیں کہ جو انگریز کے وقت میں حکومت کے measures تھے لوگ ان سے مطمئن تھے۔ ان اقدامات کو revive کریں 1947 پر واپس چلے جائیں۔ جو جو اقدامات اس دور میں ہونے میں سمجھتا

ہوں کہ اگر ان کو دوبارہ implement کریں تو شاید ہمارے لاء اینڈ آرڈر کی حالت بہتر ہو۔ میری معلومات کے مطابق آفتاب شیر پاؤ صاحب خود قبائلی شخص ہیں۔ ہم بھی بلوچستان کو قبائلی حوالے سے جانتے ہیں۔ شہروں میں کیا structure تھا وہ شاید اتنا میں نہیں جانتا مگر صوبوں میں' جو قبائلی علاقے ہیں اس میں یہی تھا کہ نچلے لیول پر لوگوں پر اعتماد کیا گیا تھا۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ یہ علاقہ آپ کے حوالے ہے۔ اس کا لاء اینڈ آرڈر آپ کی ذمہ داری ہے اور اگر کوئی واقعہ ہوتا تھا تو اس علاقے کے شخص کو اس کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا اور نتیجہ یہ ہے کہ بغیر کسی اسلحے کے' بغیر کسی فورس کے' بغیر کسی وسائل کے استعمال کئے ہوئے ملک کے اندر اس حد تک لاء اینڈ آرڈر maintain تھا کہ جو لارڈ صاحب ہوتا تھا وہ پورے علاقوں میں گھوڑے کے اوپر اپنی بیگم کے ساتھ سفر کرتا تھا۔ کوئی اس کی راہ میں نہیں آتا تھا۔ آج جیسے ہماری دوستوں نے کہا۔ حاجی رحمت اللہ صاحب نے کہا کہ کراچی شہر کے اندر کوئی محفوظ نہیں ہے۔ پنجاب' آبادی کے بھرے ہوئے صوبے کے اندر جہاں کروڑوں کی آبادی ہے---' بلوچستان کے صحراؤں میں اگر کوئی کسی کو لوٹتا ہے تو بات سمجھ میں آتی ہے مگر جہاں پر قدم قدم پر آبادی ہو' قدم قدم پر پولیس ہو' چیک پوسٹس ہوں' فرنٹیئر کور ہو' فوج ہو' چھاؤنیاں ہوں اور وہاں پر یہ حالات ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری ناکامی ہے۔ اس میں کسی حکومت کی بات میں نہیں کرتا ہوں کہ آج کی حکومت کی یہ بات ہے۔ یہ عمل مسلسل بڑھتا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں ایک بات میں یہ بھی کروں گا۔ یہ تو انتظامی حوالے سے میری تجویز تھی۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں یہ کہا گیا کہ اگر لوگوں کے اندر بھوک ہو' افلاس ہو تو حد کو نافذ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تو اس کو اس چیز سے بھی relate کیا جائے۔ جب بیروزگاری ہے' معاشی عدم مساوات ہے' جب تک معاشی عدم مساوات ختم نہیں ہوگی تو ہم لوگوں کو blame نہیں دے سکتے۔ معاشی طور پر کم از کم لوگوں کے لئے مواقع پیدا کئے جائیں۔ جیسے ابھی ہمارے دوستوں نے کہا کہ ایک فارم لینے کے لئے ہم لوگ پندرہ لاکھ روپے فوری طور پر دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہاں پر بیٹھے ہوئے لوگ فوری طور پر پندرہ لاکھ روپے کہاں سے لائے۔ ہم جیسے جو غریب یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں پندرہ ہزار فوری طور پر نہیں دے سکتے ہیں۔ کم از کم یہ جو وسائل کی تقسیم ہے اس

کے اندر بھی کوئی اعتدال آنا چاہیے۔ آج دس روپے کے فارم کو ایک لاکھ روپے میں خریدا جاتا ہے۔ ایک لاکھ روپے کے پلاٹ کو چوبیس لاکھ میں خریدا جاتا ہے اور ہم پر کوئی اثر بھی نہیں ہوتا۔ لوگ یہاں پر چیختے ہیں۔ عوام کو سر چھپانے کے لئے چھت نہیں اور ہم یہاں پر اتنی زیادہ ہاؤسنگ سکیمیں بنا رہے ہیں اور عوام کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ یقینی بات ہے اور یہ اسلام میں بھی ہے کہ جب تک آپ معاشی مساوات قائم نہیں کریں گے۔ عوام کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ہمارے گریبانوں کو پکڑیں، عوام کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ہماری گاڑی کو چھینے، عوام کو حق پہنچتا ہے کہ ہمارے گھروں پر ڈاکہ ڈالیں، کیوں؟ ہم نے ان کے حقوق کا تحفظ نہیں کیا ہے۔ ہم نے معاشرے کے اندر ان کو عزت و مقام نہیں دیا ہے۔ ہم نے ان کو second grade کا شہری سمجھا ہوا ہے۔ چیں کے ذریعے سے ان کی تذلیل کرتے ہیں اور جو سب سے بڑے ڈاکو ہوتے ہیں، جو قلم کے ڈاکو ہوتے ہیں، جو سفید کالر کے ڈاکو ہوتے ہیں ان کے آگے پیچھے پولیس ہوتی ہے۔ جو اس قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہے، عام شہری جو ہے اس کے ساتھ پولیس کا رویہ ذلت آمیز ہوتا ہے۔ جب تک یہ عام شہری کی عزت اسی طرح بحال نہیں ہوتی، جس طرح لندن کے رہنے والے شہری کی ہے۔ جس طرح سعودی عرب میں رہنے والے باشندے کی عزت ہے۔ جس طرح دبئی میں ایک عام شہری کی عزت ہے۔ اس کی عزت اور شہنشاہ کی عزت برابر ہوتی ہے۔ اس کی عزت اور وزیراعظم کی عزت برابر ہوتی ہے discriminatory قوانین نہیں ہیں اور کسی کے اندر جرات نہیں ہے کہ وزیراعظم قانون سے بالاتر ہو۔ ہمارے ہاں جتنی بھی elite class ہے وہ قانون سے بالاتر ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ردعمل ہے elite class کے خلاف، یہ ردعمل ہے ہمارے معاشرے کے خلاف، ہماری حکومتوں کے خلاف اور سفید پوش لوگوں کے خلاف عوام کا ردعمل ہے۔ ہم ان کو عارضی اقدامات سے ٹھیک نہیں کر سکتے۔ پولیس کے بوسیدہ اور فرسودہ تھری ناٹ تھری سے ہم اس امن و امان کو کنٹرول نہیں کرسکتے۔ ہمیں اپنے معاشرے کے رویوں کو بدلنا ہوگا۔ پورے structure کو بدلنا ہوگا۔ انقلابی تبدیلیاں کرنی ہوں گی۔ ہم آفتاب شیرپاؤ سے یہ امید نہیں رکھتے، نہ ان کے بس میں ہے، نہ میں اس کی capability پر کوئی شک کرتا ہوں کیونکہ یہ پورے معاشرے کا مسئلہ ہے۔ ایک حکومت کا مسئلہ نہیں ہے پورے معاشرے کو اپنے اقدار کو تبدیل کرنا ہوگا اور اس سلسلے میں ہم مل کر اس

معاشرے کے لئے، غربت کے خاتمے کے لئے، مہنگائی کے خاتمے کے لئے، بیروزگاری کے خاتمے کے لئے، اس وی آئی پی کلچر کے خاتمے کے لئے کوشش کریں تو لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ maintain رہے گا۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین، جناب رضا محمد رضا۔

سینیٹر رضا محمد رضا، شکریہ، جناب چیئرمین! متحدہ اپوزیشن نے ایسے حالات میں سینیٹ کا اجلاس requisition کیا۔ اور ایسے موضوعات رکھے جو اس ملک کے انتہائی اہم مسائل اس وقت سمجھے جاتے ہیں۔ ہماری اپوزیشن دادِ تحسین کی مستحق ہے کہ اس نے نہ صرف وفاق پاکستان کے نمائندہ ایوان کو بلایا بلکہ اس موقع پر جن موضوعات پر یہ ایوان بلایا گیا تھا حقائق اور اعداد وشمار کی روشنی میں اُنہیں ثابت بھی کیا۔ جناب چیئرمین! سیاسی کارکنوں، جمہوری پارٹیوں کے خلاف ریاستی تشدد کے استعمال بالخصوص ان دو مہینوں کے دوران "پونم" کی تمام پارٹیوں بالخصوص پشتون خواہ ملی عوامی پارٹی کے خلاف 31 مارچ کی ملک گیر پہیہ جام اور شٹر ڈاؤن ہڑتال کے حوالے سے ہمارے سینکڑوں کارکنوں کے خلاف بازاروں اور تھانوں میں جو تشدد کیا گیا اور پھر ان پر تمام قوانین کے باوجود مارشل لاء کی دفعات کے تحت دہشت گردی کے مقدمات قائم کئے گئے اور یہی عمل ایم ایم اے کے ساتھ کیا گیا، ان کے کارکنوں اور رہنماؤں پر تشدد اور 780(a) کا استعمال اور اسی طرح پیپلز پارٹی کے سینکڑوں، ہزاروں کارکنوں کے خلاف تمام ملک میں اور بالخصوص لاہور میں یہ ہم نے ثابت کیا کہ اس حکومت نے ریاستی مشینری کو، ریاستی طاقت کو جمہوری آواز کو دبانے کے لیے، جمہوری سیاسی کارکنوں کو اپنے برحق مطالبات سے دست بردار کرنے کے لیے استعمال کیا جو اس ملک کے قوانین اور آئین کی واضح خلاف ورزی ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس حکومت کا جواز اب ختم ہو گیا ہے اور اس کا تمام انحصار ریاستی جبر اور ریاست کے ناجائز استعمال پر ہے۔

جناب چیئرمین! مہنگائی، کمر توڑ مہنگائی، بے روزگاری، تباہ حالی ہمارے اس سیشن کا ایک اہم موضوع تھا اور آپ نے دیکھ لیا کہ اپوزیشن نے اعداد وشمار کے ساتھ ثابت کیا اور رپورٹ بھی سامنے آئی اور اس کے ذریعے بھی ثابت ہوا اور معاشی ماہرین نے بالکل دلائل سے ثابت کیا کہ

حکومت کی تمام معاشی پالیسیاں، تمام دعووں کے باوجود ناکام ثابت ہوئی ہیں۔ انہوں نے اس ملک کو نیلام کر کے، پبلک سیکٹر کو نیلام کر کے غریب عوام پر جابرانہ ٹیکسوں کا نفاذ کیا ہے اور یوٹیلٹی بلوں کے ناروا حد تک اضافے اور یہ جو پالسیاں ہیں ان کی وجہ سے بدترین مہنگائی ہو گئی ہے اور ہمارے کروڑوں عوام اس کا شکار ہیں۔

جناب چیئرمین! جب آپ کے نو سو ارب روپے کے بجٹ میں سے پانچ سو ارب روپے فوج پر خرچ ہوتے ہوں، فوجی اخراجات اور سودی قرضوں پر خرچ ہوتے ہوں، ایسے حالات میں کہ آپ کے تمام سرمایہ دار، جاگیر دار، بیوروکریسی اور یہ جو بڑے بڑے زرعی آمدنی والے لوگ ہیں وہ ٹیکسوں سے مبرا ہوں تو غربت اور مہنگائی میں مزید اضافہ ہوگا۔ جب آپ اباسین اور سوات کے دریا پر پچاس ہزار سے زائد میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کا potential رکھتے ہوں اور اس کے باوجود آپ نے بھاری قیمت پر بجلی فروخت کی ہے تو اس سے گرانی اور مہنگائی ہی ہوگی۔ یہ ہم نے ثابت کیا۔

جہاں تک بد امنی کا تعلق ہے تو یہ پھر ایک اتفاق ہے، میں نہیں سمجھتا کہ ایسے حالات میں جب کہ سینیٹ کا اجلاس بھی انہی موضوعات پر جاری ہے اور ادھر سٹیٹ بنک کی رپورٹ آئی اور ہمارے مہربان محترم پروفیسر صاحب نے جو سوال کیا تھا، خود حکومت کے اور وزارت داخلہ کے ریکارڈ سے یہ ثابت ہوا اور میں نے صبح ساڑھے چھ بجے بی بی سی کی اردو کی نشریات میں آج ہی کے دن یہ سنا۔ یہ تمام اعداد و شمار نشر ہوئے اور کروڑوں عوام نے سنے نہ صرف اس ملک کے بلکہ دنیا جہاں کے، اور یہ کہ گزشتہ چھ سالوں کے دوران اس ملک میں ساٹھ ہزار شیعہ قتل ہوئے۔ مجھے یقین ہے جناب چیئرمین! کہ یہ تعداد اس سے بہت زیادہ ہے۔ 21000 واقعات kidnapping کے ہوئے ہیں۔ یہ بچوں کے اغواء کے واقعات ہوئے ہیں۔ 3 لاکھ سے زیادہ چوری اور dacoity کے واقعات ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین! ساتھیوں نے بدامنی ثابت کرنے کے حوالے سے جو دلائل دیئے، میں ان میں اضافہ کرتا ہوں خواہ ان سے ہمارے حکمران کتنے ہی تلخ کیوں نہ ہوں۔ جو کچھ ہو رہا ہے، یہ سب کچھ ایک منصوبے کے تحت کیا جا رہا ہے۔ یہ بدامنی ہمارے حکومتی ادارے پھیلاتے رہے ہیں۔ یہ ہماری 25 سالہ دہشت گرد حکومتی پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ جن علاقوں میں ہمارے حکمرانوں

may be., the Deputy Chairman." Sir, this is read with Article 53 of the Constitution and this says that whenever the office of Chairman or Deputy Chairman is vacant a fresh election shall take place. Now, Mr. Chairman, I would like to take you to the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988 and let us see what the rules have to say.

Mr. Chairman sir, I would draw your attention to Rule No. 10, Rule No. 10 is Election of the Deputy Chairman. Rule 10 says, "Immediately after the election of the Chairman, the Senate shall proceed to elect a Deputy Chairman and the procedure prescribed in Rule 9 for the election of the Chairman shall apply to the election of Deputy Chairman as if references therein to Chairman were references to Deputy Chairman and references to the Presiding Officer were references to the Chairman".

2, "A member elected as Deputy Chairman shall, before entering upon office, make before the Senate oath in the form set out in the third schedule to the Constitution."

Now, this is the provision of Rule 10 which provides for a Deputy Chairman, the mode of his election is to be the mode followed under or prescribed under Rule 9 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988.

Now Sir, I take you to Rule 11 and what is Rule 11. Rule 11 lays, down its time as to when the office of the Deputy Chairman becomes vacant, when are elections to be held and Sir, Rule 11 says,

Whenever the office of the Chairman or the Deputy Chairman becomes vacant, an election to fill that office shall be held and—

it envisages two situations

(a) if the Senate is in session, if we are in session and either of the two offices become vacant,

"if the Senate is in session, as soon as possible during the session", so the urgency emanates from Articles 60 finds reflection in Rules 11-A that if the Senate is in session then it is to be held immediately in that session.

Now, the ruels contemplate another position and that position is that what if the Senate is not in session like in our instant case and the office of the Chairman or in the present case the office of the Depuy Chairman becomes vacant. What is the provision of the rules and sir, it says Sub rule (b) of Rules 11 says "if the Senate is not in session, as soon as possible, after the commencement of its next session.

Sir, I would read out the operative part again as soon as possible after the commencement of its next session and sir, when Mr. Khalil-ur-Rehman resigned as the Deputy Chairman, the Session that was summoned on the 25th was the next session, "as soon as possible in the next session" that means that elections should have been held in this session of the Senate to the office of the Deputy Chairman and I believe we are being prorogued today. I have no qualms with that because that was what we have agreed to but we would be proroguing, violating Rule 11(b) of the Rules of Procedure and we would once again for that period when you are officially away on your duties, the Senate would once again be headless. So we are once again violating the rules and we are once

again going to be as Senate minus a head. Thank you, sir.

Mr. Chairman: Very interesting, if I may just mention one thing and we will have the Law Minister to say the rest, other points are valid about what you are saying the need, they are thought provoking but the Senate would be headless once there is no Chairman either you remove him or he dies. As long as he is there wherever he is even he is abroad, he is still the Chairman. If you are talking of administrative sense, if he can continue to do his work from whenever he is, I think that also is attended to but the technicality of Rule as you have referred to, I think Dr. Sher Afgan will explain about it.

(Interruption)

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب والا! صرف ایک سیکنڈ کے لئے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ایک معزز رکن: نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: باقی بات نماز کے بعد کرتے ہیں لیکن میں ایک بات ضروری عرض کر لوں۔

Sir, with due respect to your observation, the Constitution provides it very clearly that when the Chairman is abroad or the Speaker is abroad and is unable to perform his functions, that means that whenever you go, you or the Chairman, I do not mean you personally, but whenever the Chair goes abroad, he or she is unable to perform their functions and in that circumstances, the Deputy Chairman or the Deputy Speaker as the case may be, become Acting Chairman or the Acting Speaker, as the case

may. be. So, in terms of the Constitution whenever the Chair leaves the country or is unable to perform his functions, for whatever reasons, there has to be an officiating one...

Mr. Chairman: Unable to perform what functions? If the House is in session, of course, he can not preside but administratively if it can be taken care of then the unable part of the function, I think, is catered to where-ever a person is, certainly, one can not preside.

رضا صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ شیر افگن خان کا جواب سن لیں۔ پھر آپ کا Law and Order کے بارے میں point ہے، اس میں بات کر لیں۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: Sir, it will hardly take three to four minutes to resolve this issue.

جناب چیئرمین: بتائیں۔

Dr.Sher Afgan Khan Niazi: Sir, it is very clear. If you read it...

سینیٹر سید ہدایت اللہ شاہ: نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین: سن لیں، دو منٹ لیں گے۔ مغرب کی نماز کا وقت immediately ختم نہیں ہوتا ہے۔ ابھی بہت وقت ہے۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: It is very clear at the first stage when the House is constituted, first time, what happens

اس میں دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ جب باقاعدہ چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین بن رہے ہوں اور ایک صورت یہ ہے کہ جب ان میں کوئی Office of the Chairman or Deputy Chairman vacant ہو جائے۔

These are the two conditions. Explicitly, Article 51 tells it very clearly after the Senate has been constituted, as it was constiututed on 12th of March,

2003. That is the position. Now, we should look into duly constituted, it shall at it first meeting.

پہلے ہی دن ' پہلی ہی meeting میں کیا ہوگا؟ And to the exclusion of any other business, elect from amongst its Members, a Chairman and a Deputy Chairman. اب جب وہ پہلا دن آئے گا تو کوئی business نہیں ہوگا ' صرف چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین elect ہوں گے ۔ جو prescription in the Rules of Business میں دی ہوئی ہے according to Rule 9 as prescription is there, following Rules 10 and 11. Rule 11 کی position نہیں ہے ' اس کی prescription میں اور بات ہے۔ اب اس کے آگے آئیں 'And' and a Deputy Chairman, پھر لگا ہوا ہے ۔ let us see what it is. 'so often' کا word is very clear کیونکہ ہر تین سال کے بعد قرعہ اندازی ہو گی۔ چیئرمین جائے گا ' ڈپٹی چیئرمین جائے گا so often تو کیا ہوگا as the Office of the Chairman or Deputy Chairman becomes vacant تو اس حالت میں کیا ہوگا

Senate shall elect another member as Chairman or as the case may be, the Deputy Chairman اب اس میں کہیں نہیں لکھا کہ on the first day of the session یہ بات بڑی clear ہے۔ اب Rules میں

This is the organic Law or the Fundamental Law which commands the total Rules, they have been framed under Article 57, if there would have been written that Just after vacation, the session will be called and there shall be elected a Deputy Chairman forthwith, then it would have been your philosophy violation. Let us read it, that is why, 2 Sub Rules have been framed in connection with the vacation of a seat after real election when the Senate was constituted. This is as often, what happens, it says, if the Senate is in session, as soon as possible, then there is a clear cut command that is going to be the violation of the Consitution, it does not

give any relaxation; "as soon as possible" words cannot be used, that "shall" have been used as 'shall' therefore, in that condition as well, during the session it does not mean the session is running for 20 days, you have to come and all at once you have to elect, you may elect throughout that session on any day.

Second Sub Rule (b) is very explicit about this condition. If the Senate is not in session, "as soon as possible" in the law, in the Constitution that is the thing after the commencement of its next session.

اس میں یہ نہیں ہے کہ جب next session ہو گا تو پہلا دن ہو گا، پہلی باری ہو گی، business نہیں کیا جائے گا، یہ ہو گا، وہ ہو گا ساری چیزیں

"explicitly" have been excluded. Now this is no violation of the Constitution in the coming regular session, Deputy Chairman shall be elected and that will fulfil the requirement.

Senator Mian Raza Rabbani: Mr. Chairman, even for the sake of argument although I don't concede my position but even for the sake of argument, if I concede my position and I adopt the arguments which have been put forward by the honourable Minister then let us go according to his argument and what are his arguments, he says although this is not my position but I am adopting his arguments ensuring that even in his line of argument, even according to his line of argument there is a violation of the rules. There is a violation because Rule 11(b)is abundantly clear, if the Senate is not in session as the case was, as soon as possible, alright, I call on this interpretation "as soon as possible", I

don't say you should have done it on 25th. I don't say, you should have done it on the 26th, I don't say you should have done it on 27th today; if there was going to be a session, if there is going to be a sitting tomorrow, then tomorrow but it says, "as soon as possible after the commencement of its next session" that means that at any time during this session which has been called you have to have the election of the Deputy Chairman and if you don't and today if you prorogue the session then that prorogation would mean that the next session has gone by even in the interpretation of Dr. Sahib, if this session has gone by and the Deputy Chairman has not been elected and if the Deputy Chairman has not been elected in the next session then it is a clear violation of Rule 11(b).

Mr. Chairman: Very interesting and educative points and views, "the headless part" as I have explained to you, unable to perform, which duties? If the duties are performed that is fine, presiding 'yes' physically you have to be here if your name is on the panel that takes care of it. Now I think, we will have to study this whatever it is.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: One sentence sir. Mr. Chairman, sir, he has conceded that there is no constitutional violation.

(interruption)

Mr. Chairman: Yes, Dr. Safdar Sahib.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، جناب چیئرمین! اس ملک کے آئین کا کچھ حلیہ جنرل صاحب نے بگاڑا ہے اور باقی حلیہ شیر افگن خان صاحب بگاڑ رہے ہیں۔ جناب! یہ وہ وزیر صاحب ہیں جو constitutionally laid down provision ہے joint session کی ---- یہ اپنی

interpretation کے ذریعے یہ ایسی تباہ کن صورتحال پیدا کر رہے ہیں۔ جناب مجھے آپ ایک بات بتائیں ۔ جب صدر صاحب یہاں نہیں ہوتے تو آپ Acting President بن کر ہاؤس سے چلے جاتے ہیں ۔ ٹھیک ہے ۔ at that moment you are not the Chairman آپ Acting President ہیں ۔ You are occupying the office of the Acting President اس وقت یہاں پر کوئی چیئرمین نہیں ہوتا۔

جناب چیئرمین، اگر جب بلائیں گے، ہاؤس سیشن میں ہوگا تو Penal announce ہوگا۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: یہ Constitution کہتا ہے۔

Mr. Chairman: Constitution is there to support and assist. There is way out also.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی۔ Sir Constitution کے اندر provision ہے۔ ڈپٹی چیئرمین اور چیئرمین کو کیوں بنایا گیا۔why?

جناب چیئرمین: Convenience کے لیے۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی۔ Convenience نہیں because آپ کی دو constitutional duties ہیں آپ کی ایک constitutional duty یہ ہے کہ آپ صدر کی غیر موجودگی میں Acting President بن سکتے ہیں ۔ when you are Acting President تو کیوں نوٹیفکیشن ایشو کرتے ہیں کہ ڈپٹی چیئرمین کو Acting Chairman بنانے کے لیے، آپ نہ کریں۔ کیوں ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ ڈپٹی چیئرمین کو Acting Chairman بنایا جائے۔وہ اس لیے ہے کیونکہ وہ آئین کے تحت ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین، میں بھی مانتا ہوں۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب میں عرض کر رہا ہوں کہ ڈاکٹر شیر افگن صاحب اس ملک کے آئین کا حلیہ بگاڑنے میں لگے ہیں۔

جناب چیئرمین، نہیں ایسی بات نہیں ہے۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جناب! levies کو جو پیسہ دیا جاتا ہے وہ سارے law and order کا جو بجٹ ہے اس کا صرف 8% ہے۔ اور جو لیویز کے علاقے میں crime ratio ہے وہ سب سے کم ہے اس لئے کہ وہ traditional ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ جو لوگ ہیں وہ اسی خطے سے، اسی وطن سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ بلوچستان میں جو پولیس ایریا ہے وہ ساری پولیس باہر سے بھیجی گئی ہے۔فرنٹیئر کور باہر سے بھیجی گئی ہے۔ کوسٹ گارڈ باہر سے بھیجی گئی ہے۔

جناب والا! میری ایک مختصر سی تجویز ہے، اگرچہ Interior Ministry کو بھیج نہیں سکتا میں، اس institution کے توسط سے یہ کہوں گا کہ آئین کا آرٹیکل 160 نیشنل فنانس کمیشن کی بات کرتا ہے اور جو قومی اقتصادی کونسل ہے آرٹیکل 156 ہے۔ آرٹیکل 156 میں صاف طور پر یہ لکھا ہوا ہے کہ NEC کا کام ہے کہ وہ پاکستان کے معاشی، معاشرتی مسائل کو مدنظر رکھ کر پالیسیاں بنائے۔ لیکن دفعہ 156 کے تحت کبھی قومی اقتصادی کونسل نے ہمارے مسائل کو مدنظر رکھ کر پالیسیاں بنائیں نہ کبھی NFC Award صحیح طریقے سے تقسیم ہوا۔ امن و امان کی صورتحال کیوں خراب ہوئی میں آپ کو ایک اندازہ بتاؤں۔ اب بلوچستان میں چھ ارب روپے مختص کئے گئے ہیں بلوچستان کو policing میں تبدیل کرنے کے لئے۔ بی سے اے ایریا میں convert کرنے کے لئے اور ایک special plan تین ارب روپے کا گوادر کے لئے بنایا گیا ہے کہ وہاں پانچ ہزار پولیس اہلکار بھرتی کرنے ہیں۔ بلوچستان کو practically, Military State پھر FC کا state اور پھر Police state میں تبدیل کرنے کی بتدریج کوشش کی جا رہی ہے۔

جناب چیئرمین، ایک منٹ ہے آپ کا جی۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جناب! میں ایک منٹ میں چند ایک تجاویز ہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں پہلی تجویز یہ ہے کہ جو خفیہ اداروں کا بلوچستان میں کردار ہے اس پر تھوڑا سا کام کریں۔اس کو ختم نہیں کرسکتے اس کو مثبت بنائیں اور ان سے یہ جو اختیار ہے کہ بیرون پاکستان آنے والے لوگوں کو جس طرح کی آزادی حاصل ہے جس سے

قامی لوگوں میں خوف و ہراس پیدا ہوتا ہے اس کو تھوڑا سا کنٹرول کریں چاہے وہ ایرانی لوچ کی صورت میں ہو ، افغان مہاجر کی صورت میں ہو، کرد کی صورت میں ہو ، بنگالی کی صورت میں ہو ، عرب کی صورت میں ہو، کسی صورت میں بھی ہو جس کو جس طرح کی protection state institutions دے رہے ہیں اس کو deal کرنا چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بلوچستان میں امن و امان پر جو خرچ کیا جانے والا پیسہ ہے اس وقت ہمارے development budget سے دو گنا زیادہ ہے ۔ ہمارا development budget جو ہے وہ ایک ارب بیس کروڑ کے قریب تھا لیکن Government of Balochistan میں puppet regime ہے اسلام آباد کی ۔اس کی نالائقیوں کے باعث بلوچستان کی بارہ ارب روپے کی اس وقت over drafting ہے سٹیٹ بنک سے ۔ وہ مقروض ہے اسلام آباد کا ۔ میری یہ گزارش ہو گی کہ بلوچستان میں اس وقت 82% لوگ پینے کے صاف پانی سے محروم ہیں ۔ لہذا آپ نے جو law and order کے نام پر اتنے بڑے aggressive plan کے تحت وہاں آپ نے فنڈز مختص کئے ہیں وہ لوگوں کے لئے social sector میں divert کریں ۔ 62% لوگوں کو پینے کا صاف پانی فراہم کریں۔

جناب والا ! ہمارے ہاں 56% بچے سکولوں سے محروم ہیں کیونکہ scatered population ہے۔ proper school نہیں تاکہ وہ جا سکیں ، access نہیں ہے ۔ ہمارے ہاں غربت کی شرح----

جناب چیئرمین، بس ختم کریں ، تشریف رکھیں۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، ختم کر رہا ہوں جناب میری کچھ تجاویز ہیں ۔ ہمارے ہاں غربت کی شرح 62% ہے ۔ پورے بلوچستان میں صرف thirty seven industrial connections ہیں ۔ جن کو سوئی سدرن کمپنی connect کرتا ہے۔ یہ ریکارڈ میں ہے کہ پنجاب میں 2332 industrial connections گیس کے دیئے گئے ہیں ۔ اس کا مطلب ہے پنجاب میں تین ہزار سے زیادہ صنعتیں ہیں ۔ لہذا چھاؤنیوں کے لئے مختص کردہ فنڈز ، ایف سی قلعوں کے لئے ، بندوقوں ، مارٹروں اور گولوں کے لئے یا خفیہ اداروں کے لئے جو مختص پیسہ ہے ..ا کے لئے پانچ

یا دس سال تک کے لئے اپنی policy divert کرکے اس کو کم از کم غریب پشتون و بلوچ کی طرف divert کریں - میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں اپنے صوبے کی گارنٹی دوں گا لیکن ایک بات پھر آپ کو دوبارہ بتانا چاہوں گا کہ اگر ریاست [*****] پر اتر آئے، ریاست [******]

جناب چیئرمین، ایسے لفظ استعمال نہ کریں۔

the words should be expunged.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، Sorry، اگر ریاست تشدد پر اتر آئے، ریاست اگر بندوق کی نمائش کرے، ریاست اگر 584 check posts قائم کرے، ریاست اگر بڑے بڑے قلعے بنائے۔

جناب چیئرمین، تشریف رکھیں - تشریف رکھیں - یہ جو کمیٹی ہے ان کو بھی آپ تجاویز دے دیں - یہ ان لوگوں کا کام ہے ان سب چیزوں کو دیکھ لیں گے - یہ اسی پارلیمنٹ کا حصہ ہے۔ انشاء اللہ آپ دیکھیں گے یہ کچھ کرے گی ۔جی اکبر خواجہ۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ، جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ - میری کوشش ہوگی کہ ان چیزوں کو نہ دہراؤں جو already معزز اراکین نے rule of law کے بارے میں mention کی ہیں -

جناب والا! میں اپنے خیالات کا آغاز governance کی ایک general accepted definition سے کروں گا کہ

how we manage the country's social and economic resources whether it is with the rule of law, with transparency, with accountability and with citizens, participation.

جناب چیئرمین! ان elements کو میں تھوڑا علیحدہ علیحدہ کروں۔ میں سب سے پہلے rule of law macro picture کو دیکھوں گا جس میں کچھ article کا حوالہ ثناء اللہ بلوچ صاحب اور کل جناب رضا ربانی صاحب نے بھی دیا - ان کو میں نہیں دہراؤں گا جس میں 56(3) یا 244 کا ذکر تھا۔ ایک اور آرٹیکل جو میں سمجھتا ہوں وہ بھی defaults a government وہ ہے

+ ***(Words expunged by the orders of Mr. Chairman)

63(a) جو sponsored defection ہوئی - اس وقت بہانہ بنایا گیا جمالی صاحب کے وقت ' کہ اس وقت جب وزیراعظم کا انتخاب ہو رہا تھا شاید اس وقت وہ clause -----

جناب چیئرمین، لاء اینڈ آرڈر سے اس کا کیا تعلق ہے؟

سینیٹر ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ، میں جناب اسی پر آ رہا ہوں macro picture Constitution of Pakistan سے آتا ہوں ------

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیئے گا۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ، جی بالکل ' ایک منٹ سے زیادہ نہیں لوں گا - میں سمجھتا ہوں اس کے بعد جو جمالی صاحب سے excuse لیا گیا کہ اس وقت وہ 63(a) restore نہیں ہوتا Constitution of Pakistan لیکن باقی جب وزیر اعظم کا انتخاب ہوا تو پھر وہ 63 apply ہوتا تھا' نہیں ہوا anyway میری نظر میں وہ جتنے بھی defectors ہیں یا tarn coat کی enclave میں رہتے ہیں وہ سارے ابھی تک violation میں ہیں۔

جناب والا ! transparency کے حوالے سے میں دو چیزوں کو سامنے لاؤں گا ' ایک کہ October,2002 elections result کے ' آج تک polling stationwise result ان کا سامنے نہیں آیا - اس لئے کہ ان کا total number add up نہیں ہوتا - جو constituencies کے results ہیں وہ polling stationwise result add up نہیں ہوتے - میری گزارش ہے کہ الیکشن کمیشن کوئی اپنی efficiency دکھائے ' دو سال سے زیادہ کا عرصہ ہوگیا ہے election کے جو polling station wise results ہیں ان کو سامنے لایا جائے -

Transparency کے حوالے سے کئی ایسی NGOs ہیں جو کہ حکومت کی sponsored ہیں - میں تو انہیں white collared crime میں گنوں گا کہ وہ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کے آڈٹ سے باہر ہیں - ان پر ہاتھ ڈالا جائے - پرائیویٹائیزیشن کا عمل آپ کے سامنے ہے - اس میں بھی transparencies نہیں ہیں - بڑے بڑے ادارے پرائیویٹائیز کئے جا رہے ہیں اور اس پر competency اور وہ چیزیں نہیں دیکھی جا رہیں - جناب accountability کے حوالے سے اس لئے میں نے definition start کی کہ حکومت کا

دعویٰ ہے کہ وہ good governance کے شاید بہت ہی effective اور efficient level پرکام کر رہے ہیں۔ Accountability کے عمل میں ابھی آپ نے چند دنوں پہلے اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ جناب سپیکر صاحب کروڑوں کی گاڑی rules of procedure سے ہٹ کر لے رہے ہیں اور یوسف رضا گیلانی صاحب کی judgement بھی آپ کے سامنے ہے جنہوں نے چند employees کو نوکریاں دیں۔ اسی accountability کے حوالے سے جناب والا! NAB کا جو Ordinance ہے وہ ابھی تک خاموش ہے judiciary and army senior officials کو involve کرنے میں، میرے خیال میں اس میں ترمیم کی ضرورت ہے۔

میں جناب والا! اسی transparency کے third عمل پر آتا ہوں۔ ابھی WTO کا symposium ہوا وہاں پر سینیٹ کے پانچ delegates تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو کوئی بیس سے زیادہ افراد پر مشتمل delegation کا بہت بڑا Ministry of Commerce ملا جس میں گورنر پنجاب، ان کے پرنسپل سیکریٹری، ملٹری سیکریٹری، ان کے سیکریٹری ٹو سیکریٹری بمع families Ministry of Commerce کے delegation میں تھے اور وہاں پر پتا چلا کہ اس کی قیادت گورنر صاحب کرتے ہیں۔ میرے خیال میں اس میں transparency کا عمل سامنے رکھیں کہ وہ خرچہ کس نے برداشت کیا اور Military Secretary to Governor کی ضرورت تھی اس symposium میں کہ نہیں۔

جناب والا! چوتھا element citizen participation کا ہے، میرے سامنے ایک invitation card ہے۔

جناب چیئرمین۔ خواجہ صاحب! law and order کی بات کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ۔ جناب! یہ سارے law and order elements کے ہیں۔ میں law and order پر آ جاتا ہوں۔ میں justice کے حوالے سے بات کرتا ہوں کہ سب سے بڑی وجہ law and order میں میرے خیال میں عدلیہ کی جو آزادی ہے، وہ نہیں ہے۔ ابھی تک کئی judges PCO کے oath پر ہیں۔ ان کو کوئی چیک کرنے والا یا suggest کرنے والا یا advise کرنے والا نہیں ہے کہ Constitution of Pakistan کے تحت oath

لینا ضروری ہے۔

جناب والا! Public exchequer کو اس طرح ضائع کیا جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ biggest corruption rule of law سے deviation ہے۔ میرے سامنے پاکستان مسلم لیگ کے جلسے کا ایک invitation card ہے، جنرل پرویز مشرف صاحب مہمان خصوصی ہیں اور اس کے پیچھے DCO office کے دستخط ہیں۔ یہ cards issue ہوئے ہیں۔ ایک طرف claim کیا جاتا ہے کہ جنرل صاحب اتنے popular ہیں اور دوسری طرف DCO کے دفتر سے card issue کرتے ہیں۔ پاکستان مسلم لیگ کا جلسہ ہے جبکہ oath اور 244 ان کو political activities کی اجازت نہیں دیتی۔

جناب چیئرمین: Invite DCO نے کیا تو یہ sign security کی وجہ سے بھی ہو سکتے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ۔ جناب! یہ کارڈ میرے پاس موجود ہے اور اتفاق کی بات ہے کہ یہ کارڈ میرے apartment میں کوئی ڈال کر گیا ہے، میں نے رکھا ہوا ہے۔ میں آپ کے ریکارڈ کے لیے آپ کے دفتر کو دوں گا۔

جناب والا! citizen participation جناب! sham referendum آپ کے سامنے ہے کل جس رپورٹ کا میں ذکر کر رہا تھا، American Congress report on democracy in Pakistan میں اس چیز کا ذکر ہے کہ جنرل مشرف صاحب اور اسامہ بن لادن میں ایک چیز common ہے کہ دونوں claim کرتے ہیں کہ وہ پاکستان میں نوے فیصد سے زیادہ popular ہیں۔ جناب والا! یہ دونوں چیزیں غلط ہیں اور اس کو میں reject کرتا ہوں، جس کی بھی findings ہیں، اس رپورٹ میں جس کے بھی statistics ہیں both are wrong.

جناب والا! میں اپنی تقریر کا اختتام تین چیزوں پر کروں گا۔ ایک یہ ہے کہ ملک میں social justice ہونی چاہیے۔ Democracy کو واپس لینا چاہیے اور جو people empowerment ہے، طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں ان کو عزت دی جائے۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین، نگہت مرزا۔

سینیٹر نگہت مرزا ایڈوکیٹ، جناب چیئرمین! اس وقت امن و امان کی صورتحال پر جو بات چیت ہو رہی ہے اس کا تعلق آج سے نہیں ہے۔ برس ہا برس سے جو بیج ہم نے بویا ہے آج وہ تناور درخت بن کر ہمارے سامنے آ چکا ہے۔ اس کے لیے انتہائی دردمندی اور حساسیت سے ان عوامل پر غور کرنے کی ضرورت ہے جنھوں نے آج ہمیں اس حال پر پہنچا دیا کہ ہماری پارلیمنٹ law and order کی صورتحال پر بحث کرنے پر مجبور ہے۔

سب سے پہلی بات جس کا تذکرہ ہمارے دوسرے اراکین سینٹ نے بھی کیا ہے کہ جو غیرملکی ہمارے ملک میں رہ رہے ہیں، آپ لاکھ ان کی رجسٹریشن کر لیجیے یہ بات عقل تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتی کہ لاکھوں افراد جو ایک یلغار کی صورت میں اس ملک میں آئے ان سب کی رجسٹریشن ہو چکی ہے۔ ہمارے ہاں خواتین کی سہل پسندی نے ان افراد میں سے ہزاروں کو اپنے گھروں میں نوکروں کی حیثیت سے پناہ دی اور انہوں نے وہاں رہتے ہوئے، کام کرتے ہوئے جس برے طریقے سے نقصان پہنچایا اور خاص کمیونٹی قائم کر کے، میرا خیال ہے کہ اس سے سبھی لوگ واقف ہوں گے کیونکہ میں نے یہاں پنڈی میں ان لوگوں کی اکثریت دیکھی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کلاشنکوف کلچر انہی لوگوں کی وجہ سے متعارف ہوا ہے۔ یہ دو ایسی بڑی خرابیاں ہمارے ملک میں آئیں جن سے پیچھا چھڑانا ہمارے لئے ممکن ہی نہیں رہا۔ ہم اس صورتحال کا بہت اچھی طرح مقابلہ کر سکتے تھے اگر ہمارے گھروں میں بیٹھی ہوئی خواتین، ہمارے علمائے کرام، ہمارے اساتذہ کرام ان باتوں پر توجہ دیتے۔ ہمارے ہاں علمائے کرام نے اپنے کردار سے پہلو تہی کرنی شروع کر دی ہے۔ میں جب جمعے کے خطابات سنتی ہوں، کہیں کسی جگہ گئی ہوں یا اپنے گھر میں بیٹھی جمعہ کا خطبہ سن رہی ہوتی ہوں تو مجھے تعجب ہو رہا ہوتا ہے کہ خطیب صاحب کون سی چیز بیان کر رہے ہیں۔ میں نے کل بھی تذکرہ کیا تھا کہ میرے چھبیس سال سعودی عرب میں گزرے ہیں۔ وہاں ہوتا یہ تھا کہ ہفتے میں جو واقعات ہوتے تھے تو انہیں خطیب صاحب بیان کر کے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بٹھاتے تھے کہ اخلاقی اطوار سے ہم دور ہو رہے ہیں اور مذہبی اطوار سے جو ہم دور ہو رہے ہیں اور یہ واقعات اس کا نتیجہ ہیں۔ ایک چھوٹا سا واقعہ میں سنانا چاہتی ہوں۔ وہاں پر ایک پاکستانی سکول تھا، اس میں، میں پڑھاتی بھی تھی۔ وہاں

ایک مینا بازار ہوا، وہاں باہر نکلنے کے لئے عبا لازمی ہے تو نویں اور دسویں کی کچھ بچیاں بغیر عبا کے سکول گئیں۔ میرا خیال ہے اس وقت امام صاحب نے انہیں دیکھا ہوگا۔ جمعے کا خطبہ ان کا اسی پر تھا۔ ظاہر ہے کہ مسجد اسی محلے میں تھی، سب کو پتا تھا کہ یہ بچیاں بغیر عبا کے جا رہی ہیں تو یہ کس گھر کی بچیاں ہیں۔ امام صاحب نے مترجم کا انتظام کیا۔ عربی میں خطبہ دیا، مترجم نے ترجمہ کیا۔ اس کے بعد برسہا برس تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ یہ علمائے کرام کی ذمہ داریوں میں سے ہے کہ اگر امتحان نزدیک ہیں تو ہمارے ہاں تو ماشاء اللہ وسائل بھی موجود ہیں، بہت سارے ایسے طریقے ہیں کہ طالب علموں کو بتایا جائے۔ اگر فرض کیا کہ بچے مساجد میں نہیں آرہے۔ ویسے میں نے دیکھا کہ الحمد للہ بڑی تعداد مسجدوں کا رخ کرتی ہے تو دادا، نانا، والد کوئی تو جاتے ہیں، وہ گھر آکر بچے کو بتا سکتے ہیں۔ اسی طریقے سے ہمارے اساتذہ ہیں۔ کھلی چھٹی بچوں کو دے دی گئی ہے۔ کالج ویران ہیں۔ نہ بچوں کی جذباتی وابستگی پڑھائی سے رہی ہے، کوچنگ کلاسز کا رواج ہو گیا۔ ایک استاد جب کلاس میں آتا تھا اور اپنی بات شروع کرتا تھا اس سے پہلے ہمارے زمانے میں تو یہی ہوتا تھا کہ دو چار اخلاق کی باتیں ہوتی تھیں اور اس کے بعد پڑھائی شروع ہوتی تھی۔ اب بچے ان سب سے عاری ہو گئے۔ جب تک حکومت کا کنٹرول تعلیمی اداروں پر نہیں ہوگا اس صورتحال کو بہتر بنانا میرے خیال میں بالکل ہی ناممکن ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب ٹی وی کھولیں تو مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ جس طرح ریس کی بات ہوتی ہے، ٹھیک ہے جو طریقہ اپنایا گیا تھا وہ غلط تھا۔ تشدد نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن احتجاج برحق ہے۔ اگر ایک اسلامی ملک میں غیر اسلامی رسم کی بنیاد پڑ رہی ہے تو مجھے فخر ہوگا کہ ہمارے لوگ اس پر احتجاج کریں لیکن یہ پرامن ہونا چاہیے۔ صبر اور تحمل کا دامن اگر علماء ہاتھ سے چھوڑ دیں گے تو پھر ہم لوگ کہاں جائیں گے۔ ہمارے ہاں عالم یہ ہے اور یہاں پر سب سمجھدار لوگ بیٹھے ہوئے ہیں لیکن دلآزار گفتگو کرنا، ایک دوسرے کا نام لے لے کر گفتگو کرنا یہ بڑا ہی نامناسب طریقہ ہے جو یہاں بھی دیکھنے میں آتا ہے۔ ظاہر ہے سڑکوں پر اور گھروں میں تو ہم آزاد ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ انصاف کے حصول میں ناکامی ہے۔ ابھی پچھلے دنوں Human Rights Committee کی طرف سے ہم جیلوں کے دورے پر گئے تھے۔ میں، عابدہ سیف اور رضا

ربانی صاحب تھے۔ دادو جیل میں خاصے خطرناک قیدی ہیں اور عموماً وہاں پر ڈاکو ہیں۔ ہم نے وہاں یہ نظارہ دیکھا کہ اسی سالہ بوڑھا بھی قتل میں ملوث ہے اور سترہ سال کا بچہ بھی قتل میں ملوث ہے۔ عمومی طور پر جب قیدیوں سے اس سلسلے میں پوچھا تو اس کی بہن کی اس کے ساتھ منگنی ہوگئی تھی جو ٹوٹ گئی، انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ ایسے چھوٹے واقعات پر افسوس بھی ہو رہا تھا کہ پوری پوری عمریں جیلوں میں گزار دیں گے اور اس واقعے کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی۔ یہ جو ہمارے ہاں شہروں میں یلغار ہوئی ہے این جی اوز کی ہم ان سے بہتر کام اس طرح لے سکتے ہیں کہ ان میں ہم اپنی باشعور، دین دار اور پڑھی لکھی خواتین کو شامل کریں۔ یہ دیہاتوں اور قصبوں میں جا کر یہ چیز پیدا کریں کہ لوگ چھوٹے چھوٹے قصوں کے لئے اپنی پوری پوری زندگیاں داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ حکومت کا فرض ہے کہ بڑے بڑے وڈیروں اور جاگیرداروں نے جس طریقے سے پورے پورے علاقوں پر غاصبانہ قبضے کئے ہوئے ہیں اور اپنی مرضی سے لوگوں کو ناچ نچا رہے ہیں اس کو روکیں۔ اگر انہوں نے کسی بچے کو مروانا ہے تو کسی بھی بچے کو involve کردیا۔ اتنا دکھ ہو رہا تھا کہ چودہ سال کا ایک بچہ بھی وہاں پر جیل میں تھا جو قتل کر کے آیا تھا۔

یہ چیزیں ہیں، لاء اینڈ آرڈر کا تعلق، قانون کی کتاب وہ سمجھتے ہی نہیں، قانون یہ لوگ جانتے ہی نہیں۔ ہم اتنے لوگ یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں یہ جانیے کہ ہمیں کتنے laws پتا ہیں، کتنا ہمیں پتا ہے کہ اگر ہم یہ جرم کریں گے تو اس کی سزا یہ ہوگی۔ ایک عجیب و غریب یہاں پر سلسلہ ہے کہ ہم جذبات سے الگ ہو کر قانون بنا رہے ہوتے ہیں۔ عالم یہ ہے کہ جن قیدیوں سے ہم ملے ہیں انہوں نے بتایا ہے کہ وہ کئی کئی سال تک پیشیوں پر ہی نہیں جاتے۔ بعض ایسے ایسے چھوٹے جھگڑے بھی تھے کہ جن میں فوری طور پر تھانیدار یہ فیصلہ کرتا کہ آپس میں صلح صفائی کرلیں۔ اٹھا کر جیل میں ڈال دیا۔ چار چار، پانچ پانچ سالوں سے چھوٹے چھوٹے لڑکے قید میں ہیں۔ جیل کے باہر رہتے ہوئے خوف بہت زیادہ ہوتا ہے لیکن اگر وہ بچے لڑائی جھگڑے میں ملوث ہو کر جیل کے اندر آگئے اور اس کے بعد انہوں نے جیل کی فضا دیکھ لی تو وہ عادی ہوگئے۔ ان کے دل سے ڈر اور خوف ہی نکل گیا کہ کل کلاں اگر ہم نے کسی کو مارا پیٹا اور جیل جانا ہے تو وہ اس کو آسان سی بات سمجھتے ہیں۔ مفلسی اور غربت کی دیہاتوں اور قصبوں میں یہ

حالت ہے کہ اگر وہاں کے بچوں کو اسی طرح جیلوں کی راہ دکھلاتے رہے تو ان کو تو آسانی سے تین وقت کی روٹی مل رہی ہے، وہ وہاں پر بیٹھ کر کھا پی سکتے ہیں۔ لڑائی جھگڑا کیا، دو چار ڈنڈے کھائے اور جیل میں بیٹھ گئے۔ اخلاقی فضا کو ملک میں درست کرنے کی جس طرح ضرورت ہے ہمیں میڈیا کو اس کے لئے تیار کرنا چاہیے۔ جب ہم channel کو free کر رہے ہیں، پی ٹی وی تو جو اپنا کردار ادا کر رہا ہے وہ ایک علیحدہ چیز ہے لیکن ہم جب کسی channel کو اجازت دیتے ہیں تو ہمیں اس کو پابند کرنا چاہیے کہ کم از کم ہر صبح ایک اچھا اور اخلاقی پروگرام نشر کرنا ہوگا۔ یہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پر بحث کرتے رہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ غربت و افلاس، مہنگائی و بیروزگاری، قانون کے حصول میں ناانصافی، اساتذہ کا کردار، علماء کا کردار، خواتین کا کردار یہ سب اتنے ناقص ہو چکے ہیں کہ اس صورتحال پر اس وقت تک قابو نہیں پایا جا سکتا جب تک ہم دردمندی، اپنے مذہبی اصولوں، رواداری اور صبر و تحمل کی روایات کو قائم کر کے اپنے بچوں کو وہ فضا مہیا نہیں کر دیتے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، صاحبزادہ خالد جان۔

سینیٹر صاحبزادہ خالد جان، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ شکریہ جناب چیئرمین! اس وقت ملک میں لاء اینڈ آرڈر پر بحث جاری ہے۔ جناب والا! بعض معزز ارکان نے کہا کہ لاء اینڈ آرڈر میں سالوں سے یہ مسائل آرہے ہیں۔ پچھلے سال اور اس وقت میں فرق ہے۔ میں دو تین منٹ میں اپنی بات ختم کروں گا۔ پہلے جب اغوا ہو رہا ہوتا تھا تو صرف گاڑی ہوتی تھی اب گاڑیوں کے ساتھ آدمیوں کو بھی لایا جا رہا ہے۔ پہلے چھوٹی چھوٹی گاڑیاں آتی تھیں اب بڑی بڑی گاڑیاں پنجاب، سندھ میں جن میں ایک ہزار دو ہزار بوری لاتے ہیں، وہ گاڑیاں ہمارے علاقوں میں آرہی ہیں۔ ہم سوچ رہے ہیں کہ ان کے ساتھ کیا کریں گے۔ ہمارے دوست رانجھا صاحب نے کہا کہ اس کی ذمہ داری پولیس، عدلیہ اور جیل والوں پر عائد ہوتی ہے۔ ان کے ساتھ خفیہ ادارے بھی شریک ہیں۔ وہی لوگ آتے ہیں اور ہمارے علاقوں میں ان سے بات کرتے ہیں ایس ایچ او سے لے کر آئی جی اور ڈی آئی جی تک، اسی طرح فوج کے میجر سے لے کر کرنل اور بریگیڈیئر تک۔ اگر ہاؤس کو یقین نہیں آرہا ہے تو میں ہاؤس کو دعوت دیتا ہوں کہ ایک کمیٹی آپ بنا لیں اور ایک دو راتیں

ہمارے ساتھ گزاریں تو آپ ان لوگوں کو پہچان لیں گے کہ یہ کون ہیں۔ یہ جو آرہے ہیں اور ان کے ساتھ گٹھ جوڑ کر رہے ہیں کہ دس لاکھ یا بیس لاکھ مانگ رہے ہیں۔ اس میں سے پانچ لاکھ یا دس لاکھ ان کو دیتے ہیں۔ اسی طرح پولیس پر ہم دباؤ ڈالیں گے تو وہ لوگ گرفتار ہو جائیں گے۔ دوسرے دن عدلیہ ان کو چھوڑ دیتی ہے۔ مجھے پتا نہیں ہے جیسا کہ میرے دوست نے کہا کہ سپریم کورٹ سے لے کر سول جج تک اس میں پیسے لیتے ہیں۔ جتنے ڈاکو ہیں، پنجاب سے جتنی گاڑیاں آرہی ہیں، گاڑیاں پنجاب میں کھڑی ہیں، آدمی یہاں پر کسی بڑے آدمی کے بنگلے میں پڑے ہیں اور بات مالاکنڈ میں ہو رہی ہے۔ بات سوات میں ہو رہی ہے۔ بات پشاور میں ہو رہی ہے۔ پشاور کی جو گاڑیاں ہیں ان کی بات اسلام آباد میں ہو رہی ہے۔ پورے ملک میں ایک گروپ موجود ہے۔ گاڑی اگر یہاں پر ہوتی ہے تو بات وہاں پر ہوتی ہے اور اگر گاڑی وہاں پر ہوتی ہے تو بات یہاں پر ہوتی ہے۔ مجھے پتا نہیں کہ ملک میں یہ کیا ہو رہا ہے۔ آج ہم اسے پکڑتے ہیں اور کل عدالت اسے چھوڑ دیتی ہے۔

جناب والا! اس کے لئے میری ایک تجویز ہے کہ ہم تحصیل کی سطح پر، ضلع کی سطح پر، یونین کونسل کی سطح پر ایک کمیٹی بنا لیں جس میں عدلیہ کے آدمی بھی ہوں، اس میں وکلاء بھی ہوں، اس میں علماء بھی ہوں، اس میں متقدد ممبران بھی ہوں۔ آپ نے سنا ہوگا کہ ڈاکو رات کو یا دن کو جس گھر میں ڈاکہ ڈالتے ہیں وہاں آدمی پولیس کے لباس میں جاتا ہے اور وہاں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ پورے ملک میں بڑے بڑے ٹرانسفارمر، 200k.g, 400kg. جو کرین سے اٹھائے جاتے ہیں یہ کون لوگ لے جاتے ہیں۔ یہ تاریں وغیرہ کاٹنے والے کون لوگ ہیں۔ امن و امان پورے ملک میں بہت زیادہ خراب ہے اس کے لئے کچھ کرنا ہے۔ ہم جس علاقے سے تعلق رکھتے ہیں اس کا نام ضلع مالاکنڈ ہے۔ یہ 1895 میں معرض وجود میں آیا تھا۔ اس میں ایک پولیٹیکل ایجنٹ میجر ڈین تھا۔ اس نے اس وقت 195 آدمیوں کو لیوی کے لئے بھرتی کیا تھا۔ اب ان کی تعداد 1350 ہے۔ وہ 1977 سے لے کر اب تک پولیس کی طرح کام کر رہے ہیں لیکن ان کا سکیل ایک ہے۔ ان کے پاس گاڑی نہیں ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ ان کو گریڈ پانچ دیا جائے۔ ان کی تنخواہ داخلہ کا ایک محکمہ SAFRON دیتا ہے۔ جب پولیٹیکل ایجنٹ ختم ہوا اور لوکل گورنمنٹ بن گئی تو ان کے لئے ایک کمانڈنٹ مقرر کیا جس کا کنٹریکٹ تین سال کا تھا وہ اب ختم ہوگیا

ہے' ہمارا مطالبہ ہے کہ دوبارہ اس کمانڈنٹ کو کنٹریکٹ دیا جائے کیونکہ ڈی سی او کے پاس بارہ سولہ محکمے ہیں' وہ ان کو کنٹرول کس طرح کریں گے۔ ملاکنڈ لیوی کو پولیس کی طرح راشن اور pay scale 5 دیا جائے۔ اسی پر ہم اپنی بات ختم کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، ڈاکٹر اسماعیل بلیدی۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، جناب چیئرمین! میں صرف کچھ تجاویز دینا چاہتا ہوں کیونکہ ٹائم بہت ہو چکا ہے۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم جو یہ بحث کر رہے ہیں اس کا ماحصل کیا ہے اور اس میں ہم کیا پائیں گے؟ میں سمجھ رہا ہوں کہ ہم اپنا ٹائم ضائع کر رہے ہیں اور یہ صرف نشستند، گفتند اور برخاستند والا معاملہ ہے کیونکہ یہاں جب صدر صاحب پر حملہ ہوتا ہے تو اس کے ملزم پکڑے جاتے ہیں۔ جب شوکت عزیز پر حملہ ہوتا ہے تو اس کے ملزم بھی سات دنوں میں پکڑے جاتے ہیں لیکن جب کسی غریب پر حملہ ہوتا ہے' اس کو مارا جاتا ہے تو اس کا کوئی ملزم نہیں پکڑا جاتا۔

کوئٹہ میں امام بارگاہ پر ہزاروں لوگوں کا قتل عام ہوا۔ جناب کراچی میں بنوری ٹاؤن میں ڈاکٹر عبدالرزاق' مفتی شامزئی، مفتی جمیل ایسی بہت عظیم شخصیتوں کا دن دیہاڑے قتل ہوا لیکن آج تک ان کی کوئی رپورٹ سامنے نہیں آئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ بڑے لوگ جو حکمرانی کر رہے ہیں ان کے لیے کوئی قانون نہیں ہے بلکہ سارے قوانین غریبوں کے لیے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے جو ایجنسیاں اس کام کے لیے مقرر ہیں ان کو کسی نے چیک کیا کہ یہ کیا کر رہی ہیں۔سب سے پہلے تو یہ خود involve ہیں اور تمام حالات کو یہ خود خراب کر رہے ہیں اور یہ لڑاؤ اور حکومت کرو کے مقولے پر عمل کر رہے ہیں۔ جتنے فنڈ اور رقوم ان پر خرچ ہو رہی ہیں' ہمارے مولانا شیرانی صاحب نے گورنر بلوچستان کو بھی کہا اور ایک اہم فورم پر بھی کہا کہ بلوچستان کا امن و امان برقرار رکھنے کے لیے جو خرچہ وہ ایجنسیوں پر کرتے ہیں ان کا 50% جمیعت علمائے اسلام کو دیں اور میں گارنٹی دیتا ہوں کہ تمام بلوچستان کا امن و امان برقرار رکھنے کے لیے صرف چھ مہینے ہمیں دے دیں۔

یہ جناب سارا کچھ خود کرا رہے ہیں' امن و امان خراب کرنے میں ان کا اپنا ہاتھ ہے۔

اس لیے میں کہتا ہوں کہ امریکہ نے اپنے ملک کی سکیورٹی کے لیے ایک الگ نظام قائم کیا ہے۔ ۱۱ ستمبر کے بعد وہ مجبور ہوا، تمام ان کا سکیورٹی نظام فیل ہو گیا۔ ابھی پاکستان میں ہمارے جو وزیر داخلہ بیٹھے ہوئے ہیں یہ بھی بااختیار نہیں ہیں۔ ہمارے جو وزیر اعظم صاحب ہیں کچھ معاملات میں ان کو بھی کوئی اختیار نہیں ہے۔ تو اختیارات کس کے پاس ہیں؟ امن و امان کی خرابی دن بدن increaseہو رہی ہے ' decrease کیوں نہیں ہو رہی' اس کی وجہ کیا ہے؟ غریب لوگ دن دیہاڑے مارے جا رہے ہیں' ان کی کوئی باز پرس نہیں ہے اور نہ ہی آج تک کسی enquiry کو منظر عام پر لایا گیا ہے۔ جیسے امام بارگاہ کے واقعے کی رپورٹ ہے ' کراچی یا پشاور میں پیش آنے والے واقعات ہیں ' ان کے بارے میں یہی کہہ دیا جاتا ہے کہ enquiry جاری ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ تفتیش کب مکمل ہو گی اور اسے کب منظر عام پر لایا جائے گا؟ یہاں اقربا پروری ہو رہی ہے اور رشوت عام ہے۔ اس طرح ہم قانون کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اس قانون کے تحت تو ہمارے President کو بھی معافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب ایک قانون ہے تو سب کے لئے ہے۔ آپ Europe میں جائیں - میں ہالینڈ میں گیا ہوا تھا کہ وہاں ایک ہوٹل میں ایک شخص سائیکل پر آیا اور مجھے کسی نے بتایا کہ یہ ہالینڈ کے وزیر داخلہ ہیں۔ اس کی حفاظت کے لئے کوئی guard اور security نہیں تھی۔ میں نے ناروے کے وزیر اعظم کو اپنے office pad کے ساتھ ریل میں سفر کرتے ہوئے دیکھا - یہ بغیر کسی security کے سفر کر رہے تھے۔ ہمارے ہاں وزیر اعظم چار گاڑیاں تبدیل کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ خود قانون پر عمل نہیں کرتے ہیں اور انہیں خطرہ ہے کہ کہیں انہیں کوئی مار نہ دے۔ اس لئے حزب اختلاف اور حزب اقتدار' دونوں کو مل کر متعلقہ Standing Committees میں بیٹھنا چاہئیے اور یہ سوچنا چاہئیے کہ ہمارے ہاں کمزوریاں کہاں کہاں ہیں۔ یہ اجلاس تو Opposition نے بلایا ہے اور ہم یہاں رسمی طور پر باتیں کر رہے ہیں لیکن عمل درآمد کہیں بھی نہیں ہوتا ہے۔ جناب والا! اب اس ملک پر رحم کیا جائے اور جو کچھ ہو گیا ہے 'وہ بہت ہے اور آئندہ کے لئے ہمیں مل بیٹھ کر یہ سوچنا چاہئیے کہ کس طرح سے law and order کی situation کو ٹھیک کر سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اوپر سے لے کر نیچے تک اس میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ پولیس کو لے لیجئے۔ پولیس خود ڈاکو ہے۔ Ranger Police ہے ' FC ہے ' یہ لوگوں سے بھتہ لیتے ہیں اور انہیں

مارتے بھی ہیں۔ یہ سب چیزیں دیکھنی ہیں۔ میں نے کل ایک بات کی تھی جس پر ہمارے وزیر صاحب ناراض ہو گئے تھے۔ بلوچستان کے چیف جسٹس امیر الملک مینگل کو اپنی سیٹ سے نیچے اتارا گیا' اس کی بے عزتی کی گئی۔ وہ بہت چلایا۔ اس واقعے کی خلاف ہڑتالیں بھی ہوئیں۔ ایک سپاہی جس نے اسے اپنی سیٹ سے اتارا تھا' اس نے اپنا تعارف بھی کروایا تھا لیکن اس کے باوجود وہ اسے suspend نہیں کروا سکے۔ اب یہ کہنا کہ وہ بااختیار ہیں' میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ وہ FC کے ایک حوالدار کی transfer کرکے دکھائیں۔ اگر transfer ہوگئی تو میں resign دے دوں گا۔ مقصد یہ ہے کہ اگر تمام اختیار ایک فرد واحد کے پاس ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک میں law and order کی situation یہی ہوگی۔ اس لئے میری تجویز ہے کہ ہم سب کو مل بیٹھ کر اس صورت حال پر سوچنا چاہئیے کہ ہمیں اپنے ملک میں law and order کی صورت حال کو بہتر کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئیے۔ اگر ضرورت محسوس کریں تو law and order کی صورت حال کو بہتر کرنے کے لئے ایک نیا نظام لائیں۔ ملک کی صورت حال agencies پر نہیں چھوڑنی چاہئیے کیونکہ تمام حالات کو یہ خود خراب کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: نیازی صاحب! آپ جواب دیں گے یا شیر پاؤ صاحب آئیں گے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میرا نام نہیں پکارا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: میرے پاس آپ کا نام نہیں آیا ہے۔ یہ list میرے پاس ہے۔ اس میں آپ کا نام نہیں ہے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: اب آخر میں بولنے کے لئے کچھ باقی نہیں رہا ہے تاہم کل آپ نے پری گل آغا کو دو منٹ دئیے تھے۔ میں یہ ریکارڈ پر لانا چاہتا تھا کہ آپ نے انہیں دو منٹ کی بجائے 30 منٹ دئیے۔ آپ ٹائم دیکھ لیں دو منٹ آپ نے کہا ہمیں نہیں دئیے لیکن انھیں 30 منٹ دیے۔ میری بہن ہے' عزت کرتا ہوں' احترام کرتا ہوں بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ 30 کی بجائے انھیں 40 منٹ ملنے چاہیے تھے۔

جناب چیئرمین: مجھے یاد نہیں لیکن اس کی کوئی وجہ ہو گی۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: آپ یہ بھی دیکھ لیں کہ اس میں کیا بات تھی۔

جناب چیئرمین: یہ بھی ہوتا ہے کہ توازن بھی رکھا ہوتا ہے کہ ممبران ادھر سے کتنے ہیں' وہاں سے کتنے۔ اس side پر کل کم تھے اس لیے بھی وہ تھوڑا سا وقت ہو سکتا ہے۔ آپ اگر تعداد دیکھ لیں بغیر وجہ کے' ایسی بات نہیں ہو گی۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ، آئندہ کے لیے balance کا خیال رکھ لیں۔

جناب چیئرمین، کامران بیٹھ کر آپس میں یہ فیصلہ کر لیں۔ جی شیر پاؤ صاحب۔

جناب آفتاب احمد خان شیر پاؤ: جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور پورے ہاؤس کا کہ انہوں نے آج میرے خیال میں جب سے یہ سینیٹ session شروع ہوا ہے جو کہ requisitioned session تھا اس میں بڑے اہم نکتوں پر یعنی political situation, price hike پر discusssion ہوئی ہے اور آج law and order پر' میں Leader of the Opposition کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے بھی بات کی اور time دیا یہ ان کی مہربانی ہے۔ بہرحال جو باتیں ہوئی ہیں اس میں بہت سی اچھی تجاویز آئی ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ ان پر عمل ہو اور naturally میں اعداد و شمار پر نہیں جانا چاہتا۔ میں ایک مثال دینا چاہتا ہوں کہ I was the Leader of the Opposition in the provincial Assembly, NWFP اور اس وقت میر افضل خان صاحب Chief Minister تھے تو law and order پر بات تھی تو اس سے پہلے میری تقریر تھی' میں نے دیکھا کہ ان کے پاس facts and figures تھے۔ میں اٹھا اور میں نے کہا کہ جی figures کی بات نہ کریں perception کی بات کریں۔ جب میں نے بات ختم کی تو وہ اٹھے اور انہوں نے کہا کہ انہوں نے تو بالکل میری بات بھی ساری ختم کر دی ہے میں تو سارے figures لے کر آیا تھا so, I don't want to go into the figures جو پروفیسر صاحب نے بات کی naturally we as the custodian of the law and order are naturally آپ کو پتا ہے کہ federation میں جو Interior Minister ہے اس کی responsibility اس لحاظ سے نہیں ہے we don't want to absolve ourselves from the responsibility لیکن یہ صوبائی معاملہ ہے لیکن we can guide them کوئی ایسی بات ہو تو اس کے مطابق ہم ان کو instructions دیتے ہیں اور اس کے مطابق ہی we have been

ہم نے لاہور میں کیا اور اس کے holding conferences, inter-provincial conference
بعد مختلف موقعوں پر interaction کیا اور یہاں پر ان کی meetings کیں۔ ابھی کل Home
Secretaries, IGs اور اس کے ساتھ IG Prisons کو بھی بلایا ہوا ہے تو جو بھی بات سامنے
آتی ہے اس کے مطابق ہی ہم ان کے ساتھ interaction کرتے ہیں اور بنیادی طور پر ہم یہ
چاہتے ہیں کہ law and order جو کہ ایسا factor ہے جس سے سب کچھ یہ جو آج باتیں ہوئی ہیں
چند دنوں سے سینیٹ میں جو باتیں ہو رہی ہیں سب کا تعلق law and order سے ہے۔ چاہے
وہ economy ہے' چاہے اور کوئی perception ہے' چاہئے ایسی situation ہو جہاں پر
citizens کو تحفظ میسر نہ ہو تو یہ situation ایک ملک کے لیے اچھی نہیں ہوتی تو جو اعداد و شمار
ہمارے پاس ہیں' ہم collect کرتے ہیں we analyse them every year یہ جو چھ سال کی
پروفیسر خورشید صاحب نے بات کی ہے I have the figures, 2003-2004 کا بھی
comparison کرتے ہیں and this is what we are supposed to analyse them اور
اس کے بعد کوئی لائحہ عمل کہ چاہے kidnapping rate بڑھ گیا ہے' چاہے وہ گاڑی کی چوری
بڑھ گئی ہے تو اس کے مطابق ہی ہم پھر directions دیتے ہیں۔ جو ہم نے figures دی ہیں
اس میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ It may be alarming to you but one thing is for sure
کہ ہم نے صوبوں کو یہ کہا ہوا ہے کہ جو بھی واقعہ ہو' FIR کا درج کرانا بہت ضروری ہے and
we have told them that FIR آپ اگر درج نہیں کرائیں گے تو we will consider ----
اور اس کے لئے قانون بھی ابھی آ رہا ہے جو آپ کے سامنے' اسی august House کے سامنے
پیش ہو گا۔ تو اس کی وجہ سے اگر میں اس سے پہلے کی figures دے دوں تو وہ شاید اس سے
زیادہ alarming ہوں گی تو let us go by the facts کہ جو figure ہے we have not
hidden anything. وہ چاہے dacoity ہے' چاہے murder ہے۔ جو بھی ہے we
have to look at it from that perspective. تو member صاحبان نے باتیں کی ہیں
those are very relevant matters. اس کا اگر ہم gist نکالیں تو دو تین چیزیں ہیں۔
ایک police excesses کی بات ہوئی کہ police excesses ہیں۔ Judiciary کی بات ہوئی کہ
justice نہیں مل رہا۔ تیسری یہ بات کہ جو حکومت کے عہدے دار ہیں ان کے پاس escorts

ہیں اور ساتھ ہی ساتھ arms کی بات ہوئی۔ یہ general باتیں ہوئی ہیں۔ میں صرف اس میں دو تین چیزیں بتانا چاہتا ہوں کہ تین چار سال سے موجودہ حکومت نے دو تین چیزیں ہیں جو اچھی کی ہیں۔ ایک Police reforms ہیں، اس میں اٹھارہویں صدی کا جو Police Act تھا اس میں 2002ء میں change لائے ہیں جن پر ابھی مکمل طور پر عمل نہیں ہوا لیکن وہ process ابھی جاری ہے۔ اس کے جو prominent features ہیں اس میں ایک تو پولیس کو مکمل طور پر organize کیا جا رہا ہے on functional basis اور ساتھ ہی ساتھ اس میں investigation کو watch and ward سے separate کیا جا رہا ہے بلکہ وہ تو کر دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ provincial police officers کی کیا duties ہیں، اس کا کیا tenure ہوگا، DPOs کا کیا tenure ہوگا، these are something which are the foundations کہ پولیس میں کس طریقے سے آپ آگے reform کر سکتے ہیں اور ان سے کیسے کام لیا جا سکتا ہے اور اس میں District Public Safety and Police Complaint Commissions جو ہیں وہ district level پر، Province level پر اور National Level پر they are separate. اس میں ابھی elected لوگ بھی شامل کیے جائیں گے Opposition سے بھی Government سے بھی دونوں طرف سے شامل کیے جائیں گے چاہے وہ district سطح پر ہو، چاہے وہ provincial سطح ہو چاہے وہ national سطح پر ہو۔ This is, you know getting the elected people involved in this وہ Public Safety Commission کا کیا role ہے اور پولیس کے لیے اس کی functioning, policing plan وغیرہ وہ تیار کریں گے یعنی سال کی ان کی جو کارکردگی ہے اس کی report تیار کریں گے these are some good points that have come up. Excesses جو بیان کی گئیں ہیں پولیس کی، تو جو complaint authority ہے It can take suo-moto action against that. اس پر بلا کے it can award punishment to the police officers. تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اچھا ایک سلسلہ شروع ہے۔ ابھی hopefully at the national level جو National Police Commission and the Complaint Authority ہیں these will be formulated in the next couple of days کیونکہ اس کے لیے جو طریقہ ہے کہ a Supreme Court Judge is going to select

We will be able to اور اس کے بعد وہ جب اس میں آئیں گے تو the people for that

get the essence. کہ صوبے میں کیا ہو رہا ہے؟ ان کی capacity building کے لئے جو

ضرورت ہے، یہ ساری چیزیں this will be a part and parcel of this اور اس سے میں سمجھتا

ہوں کہ police reforms بھی ہو جائے گی۔ ابھی کہتے ہیں کہ یہ excesses کرتے ہیں، it

will become a friendly police in that sense اور community policing پر زیادہ زور

دیا جائے گا، this is what we plan to do اور میں سمجھتا ہوں کہ these are very good

steps which have been taken.

دوسری بات یہ ہے کہ اس کے legal کے بارے میں بات کی گئی ہے، the bill is

coming, as the Legal Reforms Bill 2005, it will be placed, it is in the

National Assembly, hopefully, یہاں پر بھی place کیا جائے گا and let me tell

you کہ امان اللہ خان صاحب نے ذکر کیا، باقی دوستوں نے بھی ذکر کیا CrPC, CPC میں

Pakistan Penal Code میں ان سب میں amendments, more than 20 radical

amendments کی گئی ہیں and that will facilitate the whole system. اس میں اگر

کسی police افسر نے غلط FIR کسی کے خلاف درج کرائی، ثابت ہو گیا، he will be

punished for that. ساتھ ساتھ اگر investigation غلط کی گئی، the police officer will

be punished for that. اگر اس نے FIR register نہیں کی for that also the police

officer would be punished. These are some steps which the present

Government is taking and یہ جو ابھی Legal Reforms 2005, Bill آ رہا ہے، this is

one portion اس کے دو، تین، چار اور بھی portions آئیں گے جس سے یہ پورا system

چاہے CrPC ہے، چاہے CPC ہے، ان سب میں ہم یہ changes لانا چاہتے ہیں تاکہ ہم پورے

system کو بہتر کر سکیں۔ Stay, for example, will not be given to anyone

unless both the parties are heard. We would want your valued judgement

on these recommendations اور bill آپ کے پاس ہی آئے گا، آپ اس میں بہتری کے

لئے جو بھی ترامیم لانا چاہتے ہیں تو اس میں وہ بھی ہو سکے گا۔ دو سے زیادہ adjournments

نہیں دیے جائیں گے تو these are the reforms that we are bringing in the legal system in the police. I hope, we will make things much better in that sense اور اس سے ہم بہتری کی طرف جا سکیں گے۔ میرے کچھ دوستوں نے کہا، میرے قابل احترام دوست رضا خان صاحب کہا کہ ہم 31 مارچ کو احتجاج کر رہے تھے اور ہمارے خلاف وہ کیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ اس سے پہلے بھی اس پر بحث ہوئی ہے لیکن پہیہ جام ہڑتال by itself is not احتجاج in that sense کہ آپ سب چیزوں کو روکیں، آپ شیشے توڑیں۔ میرا خیال ہے اگر وہ action بھی ہوا ہے تو ان کے ساتھ ہی، ان کے بائیں طرف ان کے دوست بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی حکومت نے ہی ان کے لوگوں کو وہاں پر گرفتار کیا اور ATA کے cases کئے۔ Let us see it from that perspective کہ دونوں طرف سے, respect for the law, we agree, respect for the Constitution, I don't want to go into the details کہ Constitution۔۔۔ پہلے بھی جو حکومتیں آئی ہیں، ضیاء الحق صاحب کی حکومت آئی ہے، اس وقت بھی یہ situation تھی، بہت سی parties نے ان کا ساتھ دیا، from their own angle. یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن we have to see it in this sense کہ ہمارے جو common لوگ ہیں، غریب لوگوں کو ہم justice کس طریقے سے دیتے ہیں، ان کی problems میں کیسے relief دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس پر زیادہ زور دینا چاہیے اور یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے جتنے بھی قوانین ہیں، اس طریقے سے بہتر کریں تاکہ ہم اس کی پاسداری کرتے ہوئے ملک کو بہتری کی طرف لے جاسکیں۔ اس میں خاص کر پولیس کی access ہے legal system ہے اس کو کیسے بہتری کی طرف لے آئیں۔ General law and order کے لئے کیا ہونا چاہیے۔ Capacity building of the police as a whole, ان کی تنخواہوں میں اضافہ یہ سب چیزیں بالکل صحیح ہیں اور ان پر ہی ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس کو بہتری کی طرف لے جائیں۔ میں اس سے زیادہ اس لئے کچھ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ باتیں بہت ہیں۔ پولیس کا بھی aggressive attitude ہوسکتا ہے میں اس سے انکار نہیں کرتا لیکن سیاسی جماعتوں کو بھی چاہیے کہ وہ بھی rule of law کو سامنے رکھتے ہوئے کچھ فیصلے کریں تاکہ سب کے لئے بہتری ہو۔ Law and order اور traffic میں خلل نہ ہو۔ بلوچستان کے دوستوں نے کہا کہ پولیس پر زیادہ پیسہ خرچ

ہو رہا ہے ۔ میرا خیال ہے development کے لئے جو پیسہ اب بلوچستان کو مل رہا ہے ایک سو

تیس ارب روپے کے پراجیکٹس وہاں پر شروع کئے گئے ہیں which are for the welfare of

the people that by itself shows کہ اگر صوبائی حکومت کے پاس وسائل نہیں ہیں تو

وفاقی حکومت نے مہیا کئے ہیں and that will on the whole benefit the whole

society and this is what we want کہ ہمارا unemployment rate کم ہو ۔ اس کے

لئے جو ابھی investment ہو رہی ہے ' ہماری جتنی بھی industries ہیں full capacity

میں جا رہی ہیں they are expanding and that will generate more employment in

that sense. جو لوگ کہتے ہیں کہ unemployment میں اضافہ ہوا یہ بالکل غلط ہے ۔ جس

طریقے سے اب کام ہو رہا ہے unemployment میں کمی آ رہی ہے ۔ Price hike is a

different issue. شیر افگن صاحب نے اس پر بڑی بات کی ہے اور اس کی کچھ وجوہات ہیں جن

کی وجہ سے price hike ہوئی ہے ۔ لیکن دو تین چیزوں پر ہم زیادہ توجہ دے رہے ہیں ۔

جناب والا! جہاں پر بھی گینگ ریپ یا ریپ کا کوئی بھی واقعہ ہو میں فوری طور پر اس

کا نوٹس لیتا ہوں ۔ اخبار میں آجائے یا مجھے کوئی رپورٹ کرے فوری طور پر اس کے خلاف ایکشن

لیتے ہیں ۔ یہ ایک ایسا crime ہے جس کو ہم کسی صورت میں بھی ignore نہیں کرسکتے چاہے

صوبوں میں ہو لیکن we take notice of that in that sense تاکہ جو خواتین ہیں ان کی بے

حرمتی اس لحاظ سے نہ ہو ۔ Similarly the case of kidnapping for ransom, it may

have in some areas and we have written to the provinces on this issue

especially the Government of NWFP جہاں پر یہاں سے kidnap کر کے وہاں جا کر

دن دیہاڑے ٹیلیفون پر تاوان مانگتے ہیں ۔ بہت سے cases ہوئے ہیں ' we have brought

it to their notice کہ ransom کے لئے ڈیمانڈ کی جاتی ہے۔

These are such crimes which creates fear in the society which we don't want especially if children are abducted for this very reason. So, it is a phenomenon which we are trying to control in that sense. Banks

کا شاید کسی نے mention نہیں کیا لیکن banks کے بھی بہت سے واقعات ہو رہے ہیں ۔

جو کہ مختلف علاقوں میں ہیں اور ان کے This has an angle; nexus with the terrorists
پاس ابھی funds کی کمی کی وجہ سے

they have attacked banks and they have tried to rob the people to get funds for that . So, we have been warning, we have been advising the Provincial Governments on all these issues and we will continue to do this because law and order is of prime importance. Law and order

کے بغیر ملک کے چلنے کا تصور نہیں کیا جاسکتا ۔ Courts کا ہونا اور صحیح function کرنا ، چرچل
نے دوسری جنگ عظیم میں یہی ذکر کیا تھا تو یہ چیزیں ہیں جس کے اوپر

we are concentrating but we have a long way to go. We would want the support of the honourable members of the Opposition and today's speeches were very constructive in that sense I have noted them and inspite of the facts that, I don't want to repeat it,

کہ یہ provincial subject ہے لیکن

we are sensitive to this and we will continue to monitor and we will continue to apprehend them where it is required and we will continue to support the Provincial Governments on this issue that they should have the resources, they should have the capacity to build up their police forces in such a way that they can effectively deal with law and order situation. Mr. Chairman, with these few words, I would once again thank you for giving me this opportunity to explain my point of view. Thank you.

Mr. Chairman: This brings us to the end of our discussion on the motion "prevailing law and order situation" I will now prorogue. In excercise of the powers conferred by the Clause (3) of Article 54 read with

Article 61 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I hereby prorogue the Senate on the conclusion of its sitting on Wednesday the 27th April, 2005. Thank you very much.

Sd/-

(Mohammedmian Soomro)

Chairman

[The Senate Session then prorogued sine die]